



# القرآن الكريم في مصر

مجمع القرآن الكريم في مصر  
مجمع القرآن الكريم في مصر

مجمع القرآن الكريم في مصر

مجمع القرآن الكريم في مصر

ALHABIBAT NETWORK

مجمع القرآن الكريم في مصر

مجمع القرآن الكريم في مصر

رسالہ

# الزلال الانقى من بحر سبقة الاتقى

۱۳

۵

(سب (اُمّتیوں سے بڑے پرہیزگار کی سبقت کے دریا سے صاف ستھرا میٹھا پانی)

بسم الله الرحمن الرحيم

قال تعالى وابتغوا اليه الوسيلة	اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور اللہ تعالیٰ کی طرف
احمد رضا نقی علی رضا	وسیلہ ڈھونڈو - پاک برتر نبی (صلی اللہ
علی طیب ذکری بان	تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم) کی رضائے احمد
يفضل الشيخين والضجيعين	(سب سے زیادہ سراہی ہوئی رضا مندی)
الجليلين والاميرين	سندیدہ برتر پاک ستھرے کے لئے ہے جو
الوزيرين في درجات	شیخین گرامی مرتبت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ

لہ القرآن الکریم ۵/۳۵

علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں لیٹنے والے دونوں  
امیروں اور وزیروں کی درجات بلند و بالا میں  
فضیلت مانتا ہے تو اس کو خوب واضح اور ظاہر  
کیا ہے اور اس کو مبین اور روشن کیا ہے اور  
اس کی تلویح و تصریح کی اس طرح کہ اس کی زبان  
اس عقیدہ کی طرف بلائی اور اس کا دل اس پر خوش ہے

اس لئے کہ مجد اللہ تکبر و محبت جاہ سے  
کوئی ذرہ اس کے پاس نہیں، میں اس کی  
ایسی تعریف کروں جس سے اس مصطفیٰ صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بحر نعت کے قطرے  
ٹوں جس کے لئے بزرگیاں ہیں اور فضیلتیں اس سے  
مزیں ہیں اور عظیم نعمتیں اس کی مطیع، تو اسی سے  
ان کا آغاز اور انتہی کی طرف ان کی رجوع تو اسی  
کی طرف منسوب ہوں اور اسی کی طرف منتہی ہوں  
میں اوصاف حمیدہ سے اس کی تعریف بیان کرتا ہوں  
جو حمد یکتا کی بلندی تک پہنچنے کے لئے میرا زینہ  
بنیں۔ سب تعریفیں اسی کو مزاوار تھوڑی اور  
بہت اول و آخر ظاہر و باطن جس کو چاہے  
بلند فرمائے اور جس کو چاہے پست کرے اس  
لئے کہ فضل کی ترازو اس کے دست قدرت  
میں ہے، میں اپنی یہ بات کہہ کر میدان حمد  
میں جولان کروں۔ بسم اللہ الرحمن  
 الرحیم۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اللہ ہی کے لئے  
حمد ہے دنیا و آخرت میں سب تعریفیں اللہ

علیہ علیہ فباح بہ وافصح  
وبینہ و اوضح، و لوح بہ  
وصرح نادیا الیہ لسانہ و  
طیبا بہ جناہ۔

اذ لم تکن بحمد اللہ  
من الکبر و حب الجاہ ذمۃ  
لہ یدہ اصغہ و صفا جہ بہ راشفا  
من بحر نعت مصطفی کانت  
لہ الجلائل و نہ انت بہ  
الفضائل و از دانت لہ الفواضل  
فیہ کان بدوہا و الیہ کان فیئہا  
فلا تنتمی الا الیہ ولا تنتمی الا  
الیہ انعتہ بمحامد تکون فی  
مصاعد المذرۃ حمد واحد لہ  
الحمد کلہ دقہ و جلہ و کثرہ و قلہ  
و اولہ و آخرہ و باطنہ و ظاہرہ  
یرفع من یشاء ویضع اذ میزان الفضل  
بید یہ قولی هذا قول و  
فی میدان الحمد  
اجول۔ بسم اللہ الرحمن  
 الرحیم۔ قال تعالیٰ ولہ الحمد فی  
الاولی و الآخرۃ، و الحمد لله

لہ القرآن الکریم ۴۰/۲۸



سب العلمین حمداً منیعاً علی ان  
فضل نبینا علی العلمین جمیعاً  
واقامہ یوم القیامۃ للمذنبین  
شفیعاً، وحباً کل من  
سراہ ولو لحظۃ من بعید  
فضلاً وسیعاً، و وعد من  
وقع فی واحد من الصعابۃ  
حیماً و ضریعاً، واختار منهم  
الاربعۃ الکرام عناصر الاسلام و  
ائمۃ الانام اختیاراً بدیعاً، و بنی ترتیب  
الخلافۃ علی ترتیب الفضیلۃ و غلط  
من عکس غلطاً شنیعاً، فصلی اللہ  
وسلم و بارک و ترحم علی حبیب  
القلوب و طبیب الذنوب و الہ  
الاطہار و صبحہ الاخیار انہ کان بصیراً  
سمیعاً، صلوة اعظام یتلوہا سلام و  
سلام اکرام تعقبہ صلوة و تشیع کلا  
برکۃ و منکۃ الی الابد تشیعاً، و اشہد  
ان اللہ سیدہ و مولاہ ما اعظمہ  
واعلاہ و اکبرہ واجلہ وحدہ  
لا شریک لہ الہا رفیعاً، و ان  
محمداً عبده و رسولہ  
و رحمتہ و سفندہ،  
احبملہ و اکملہ، و بدین  
الحق امرسلہ لیمحو

کے لئے جو پروردگار ہے سب جہانوں کا،  
اللہ کے لئے حمد بلند ہے اس پر کہ اس نے ہمارے  
نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو سب جہانوں  
پر فضیلت دی اور انھیں قیامت کے دن گنہگاروں  
کا شفیع مقرر کیا۔ اور ہر مسلمان کو جس نے انھیں  
ایک لمحہ دُور سے بھی دیکھا وسیع فضل دیا اور  
ان کے صحابیوں کے بدگوئیوں کو جہنم کے گرم پانی  
اور آگ کے کانٹوں کی غذا کی وعید سنائی اور ان صحابہ  
سے چار بزرگوں کا کہ اسلام کے عناصر اور مخلوق کے امام  
ہیں بے مثال انتخاب کیا اور خلافت کی ترتیب  
فضیلت کی ترتیب پر رکھی اور جس نے ترتیب  
الٰہی اس نے بری غلطی کی، تو اللہ صلوة و سلام  
بھیجے اور رحمت و برکت اتارے دلوں کے پیارے  
اور گناہوں کے چارہ ساز اور اُن کی آل پاک  
اور نیک صحابہ پر بیشک وہی سننے والا جاننے والا  
عظمت کا درود جس کے پیچھے سلام چلے اور تکبیر  
کا سلام جس کے پیچھے درود آئے، اور دونوں کو  
برکت و افراتش ہمیشہ کے لئے قوت دے،  
اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک ان کا خدا  
ان کا آقا و مولے کس قدر بلند و برتر اور بالا و  
اعلیٰ ہے، یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں،  
عظمت والا معبود ہے، اور بیشک محمد صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کے خاص بندے  
اور اللہ کے رسول ہیں اور اس کی رحمت اور  
اس کی عطا ہیں۔ اللہ نے انھیں سچے دین کے



ساتھ بھیجتا کہ وہ ہر خرابی مٹائیں اور سب  
دینوں پر جلد غالب آئیں۔

بعد حمد و صلوة ان شاء اللہ یہ گراں قدر عطا  
اور بیش بہا متاع اور ربانی رحمت ہے نہ کہ شیطانی  
وسوسہ، اور یہ اوراق دیکھو تو تھوڑے ہیں اور انھیں  
یا دکر لو تو گر انقدر ہیں اور پڑھو تو آسان اور سمجھو تو  
سہل، اور انصاف کرو تو سنواریں اور تعصب  
بر تو توجہ دار ہیں، اور یہ جنات عالیہ ہیں جن کے خوشے  
ٹھکے ہوئے ہیں ان میں اپنے نچے تخت ہیں اور چنے ہوئے  
گوزے اور قالین بچے ہوئے اور چاندنیاں ہیں  
پھیلی ہوئی، اس کی ضیاء فضلہ کو مقبول و منظور  
اور اس کی زینت یہ ہے کہ اہل خدا سے قبول  
نہ کریں۔ اس میں سب باغوں کے ہر قسم کے پھل  
ہیں۔ تحقیق کے انگور اور تدقیق کی تروتازہ کھجور  
اور حقائق کے ناریل اور دقائے کے بادام، یہ اپنے  
پھل دو بار دیتی ہے ایک بار سنیوں کے لئے  
ایسا پھل جو شہد کی طرح میٹھا ہو، اور دوسری  
بار گمراہوں کے لئے ایسا پھل جو ان کے لئے مہلک  
زہر ہو۔ اس میں حکمت چھپے ہیں جن کا سلسبیل نام،  
اگر تو سیرانی چاہتا ہے تو اٹھ راستہ تلاش کر،  
اس کا پانی صاف اور شافی اور کافی پینے والے

کل علة و یعلمو الدین کله علوا  
سریعاً۔

و بعداً فہذا ان شاء اللہ  
منحة عالیة و سلعة عالیة و  
رحمة ربانیة لا نزعہ شیطانیة و اوراق ان  
سأیت قليلة و ان و عیت جلیلة، اذا قرأت  
ہانت و اذا فہمت لانت، و ان انصفت  
سراحت و ان تعسفت بانت، و جنات عالیة  
قطوفہا دانیة، فیہا سرر مرفوعة و  
اکواب موضوعة، و نمارق مصفوفة، و  
نرانی مبشوة۔ قبولہا القبول من قبل  
الفحول، و نہینتہا الرد من  
اہل الحسد فیہا من  
کل الشمرات، و جنا الجنات عنب التحقیق  
و مرطب التدقیق، و جوز الحقائق و  
لوز الدقائق تؤقی الفرقین اکملہا مرتین  
مرة عسلا لا رباب السنن، و  
اخری ثمالاً لا صعب الفتن  
فیہا عیون حکمة تسمی سلسبیلہ، فان  
شئت رایا فقم سل سبیلہ، ماء ہا  
صاف و شاف و کاف

عہ بغم الثاء السم المنقہ کذا فی المعجم الوسیط۔

۱۵ القرآن الکریم ۲۳ و ۲۲ / ۶۹  
۱۶ تا ۱۳ / ۸۸

هَلْ أَهْلٌ مَرٍو لَمَنِ يَسْتَقِيه  
 وهَلْ هَلْ مَرٍو لَمَنِ يَتَقِيه فَيَالِهَا مِنْ  
 جَنَّةٍ فِي ظِلِّهَا جَنَّةٌ لِلْأَنْسِ وَالْجِنَّةِ مِنْ  
 شَمْسِ الْإِفْتَتَانِ وَحَرِيقِ الْمَرَاءِ أَصْلَهَا  
 ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ  
 تَوَلَّى سَفْهُ اشْجَارِهَا  
 وَفَتْقَ أَرْهَاسِهَا وَاجْتَنَاءَ  
 ثَمَارِهَا عَبْدُهُ الْكَلِّ عَلَيْهِ  
 وَالْمُفْتَاقُ فِي كُلِّ أَمْرٍ إِلَيْهِ  
 عَبْدُ الْمُصْطَفَى الشَّهِيدِ بِأَحْمَدِ رَضَا  
 الْمُحَمَّدِيِّ دِينًا وَالسُّنِّيِّ يَقِينًا وَالْحَنْفِيَّ  
 مَذْهَبًا وَالْقَادِرِيَّ مَنْتَسِبًا وَالْبِرْكَاتِيَّ  
 مَشْرُوبًا وَالْبِرِيلَوِيَّ مَسْكَنًا وَالسُّمْدِيَّ  
 الْبَقِيْعِيَّ إِنْ شَاءَ اللَّهُ مَدْفَنًا فَالْعَدُوُّ  
 الْفَرْدُ دُوسِي بِرَحْمَةِ اللَّهِ مُوْطِنًا كَانَ اللَّهُ  
 لَهُ وَحَقُّ أَمَلِهِ وَاصْلَحَ عَمَلُهُ وَ  
 جَعَلَ أُخْرَاهُ خَيْرًا مِنْ أَوْلَاهُ ابْنُ الْإِمَامِ  
 الْهَمَامِ وَالْفَاضِلِ الطَّمْطَامِ  
 وَالْبَحْرِ الطَّامِ وَالْبَدْرِ الْقَامِ حَامِي السُّنَنِ  
 وَمَا حِي الْفِتَنِ ذِي تَصَانِيفٍ رَاقِقَةٍ وَتَوَالِيفٍ

کے لئے بہت کثیر اور ستھرا جس سے وہ سیراب  
 ہو جائیں اور جو اس سے بچے اس کیلئے زہر قاتل  
 ہے کہ اس کو ہلاک کر دے، تو یہ کیسی جنت ہے  
 جس کے سایہ میں انسانوں اور جنوں کیلئے گراہی  
 کی دُھوپ اور آتشِ جہنم (ہٹ دھرمی) سے  
 امان ہے، اس کی جڑ جچی ہوئی اور اس کی شاخیں  
 آسمان میں اس کے درختوں کی آبپاری اور اس کے  
 پھول کھلانے اور پھل چنے کا کام اللہ کے محتاج بننے سے انجام  
 دیتے ہیں اور ہر کام میں اس کے فقیر بندے عبدالمصطفیٰ  
 عرف احمد رضا جو دین کے اعتبار سے محمدی ہے  
 اور عقیدہ کے اعتبار سے سُنی اور مذہباً حنفی ہے  
 اور قادری انتساب ہے اور ارادۂ برکاتی اور مسکن  
 بریلوی اور مدفن کے لحاظ سے ان شاء اللہ مدینہ و لا  
 بقیع پاک والا اور اللہ کی رحمت سے مقام ابدی  
 کے لحاظ سے بہشتی فردوسی نے خود انجام دیا اللہ  
 اس کا ہو اور اُس کی اُمید بر لائے اور اس کے  
 عمل نیک کرے اور اس کی عاقبت اس کی دُنیا  
 سے بہتر فرمائے (احمد رضا) ابن امام ہمام فاضل  
 عظیم دریائے موجزن و ماہ تمام حامی سنت  
 حاجی بدعت صاحب تصانیف پسندیدہ و توالیف

عَلَيْهِ بِغَمِّ الْهَمَاءِ الْمَاءِ الْكَثِيرِ الصَّافِي الْمَعْجَمِ الْوَسِيطِ -  
 عَلَيْهِ الْهَلْهَلُ، السَّمُ الْقَتَالُ، الْمَعْجَمُ الْوَسِيطُ -

لَهُ الْقُرْآنُ الْكَرِيمُ ۲۴/۱۴



فاضلہ و بلند رتبہ و لطیفہ صافیہ لقیۃ السلف حجۃ  
الخلف، ناصح اُمت، دافع کربت، نگہبان حدود  
رسالت از کراہل ضلالت اور میں نے ان کے  
باب میں ان کی جناب میں معذرت کے طور پر  
عرض کیا ہے ۔

اس کے کمال تک نہ پہنچا ہوا بیان  
پر بہترین مدحت ہے عجز کی زباں  
ساحل اگر نہ ہو تو وہ بحیرہ بیکراں  
کھٹکانہ ہو غروب کا تو بدر ہر زمان  
سیدی و مولائی و سندی و ملجائی، کوہ علم، علامہ  
عالم، مولانا مولوی محمد تقی علی خاں قادری برکاتی احمدی  
رسولی، اللہ ان سے راضی ہو اور انھیں راضی  
کرے اور انھیں تازگی و فرحت دے ۔ ابن  
عارف بدر سید و سرار کریم مس تقویٰ ماہ تمام  
تقدس نجم ہدایت علامہ خلقت صاحب برکات  
کثیرہ و کرامات مستمرہ و درجات عالیہ و منازل  
بدیعہ میں نے ان کی شان میں اُن کے انعام کا  
امیدوار ہو کر کہا ، ۔

معدوم ہو کر کم تو کس کام کا نسب  
زر کا بھی میل ہو تو مقبول ہو وہ کب  
لیکن امیدوار رضا تجھ سے ہوں رضا  
اور تو علی ہے مجھ کو فے عالی قدر رب

فایقہ شریفہ منیفہ لطیفہ لطیفہ  
یقیۃ السلف حجۃ الخلف، ناصح  
الامۃ، کاشف الغمۃ، حامی حمی الرسالۃ عن کید  
اہل الضلالۃ، و ما قلت فی بابہ معتذرا  
الی جنابہ ۔

فواللہ لم یبلغ ثنائی کمالہ  
ولکن عجزی خیر مدحی لمالہ  
فذا البحر لولا ان للبحر ساحلا  
وذا البدر لولا البدر یخشی مالہ  
سیدی و مولائی و سندی و ما وای العالم  
العلم علامۃ العالم مولانا مولوی محمد تقی  
علی خاں قادری البرکاتی الاحمدی الہدوی  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه بالنضرۃ و السور  
لقاہ ابن العارف العریف السید الغطریفت  
شمس التقی بدر النقی نجم الہدای علامۃ الوری  
ذی البرکات المتکاثرۃ و الکرامات المتواترۃ  
و الترقات الرفیعۃ و التزللات البدیعۃ و  
قلت فی شانہ راجیا لاحسانہ ۔

اذا لم یکن فضل فما النفع بالنسب  
وہل یصطفیٰ خبث وان کان من ذہب  
ولکننی ارجو الرضا منك یا رضا  
وانت علی فازولی عالمی الرتب



حصنی و حرمی و ذخری و کنزی  
 ذی القدر السنی والفخر السنی  
 مولانا مولوی محمد رضا علی خان النقشبندی  
 قدس اللہ سرہ و افاض علینا برکۃ امین یا  
 رب العالمین، جملتی علی تصنیفہا و احسان  
 تالیفہا باحصان ترصیفہا ما سأت ان  
 قد نراغت اقدام و زلت اقوام وضلت انہام عا  
 رفعت لہ الرايات الح  
 ارفع الغایات، واشمغ النہایات  
 من توافر الايات و  
 تطافر الاخبار وتواتر الاثار من العترة الطہار  
 والصحابة الکبار والاولیاء الاخیار والعلماء  
 الابرار من تفضیل الشیخین علی ابی الحسنین  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہم، وجعلنا لہم ومنہم حتی  
 بلغنی ان بعض من قادة النخین والظن  
 غیر امین الی اقتداء العین فی ازدراء الثین واجتبا  
 المہین تعلق بشکوک سخیفة لا لطیفة  
 ولا نظیفة و انما ہی کطعام من  
 ضریع لا یسمن ولا یغنی من  
 جوع، فیہا توافق علیہ  
 سادة النقی وقادة التقی

میری حُر زبَان اور میری امان اور میرے کثر و ذخیرہ  
 صاحبِ قدر علی و فخر گرامی مولانا مولوی محمد رضا علی خان  
 نقشبندی اللہ ان کا باطن منزہ فرمائے اور ہم پر  
 اُن کا فیض جاری فرمائے، آمین یا رب العالمین!  
 مجھے اس کتاب کی تصنیف اور اس کی تالیف  
 خوب اور اس کی ترتیب کو محکم کرنے پر اس امر  
 نے اکسایا جو میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ منحرف ہوئے  
 اور کچھ قدم پھسلے اور کچھ ذہن اس سے گمراہ ہوئے  
 جس کے لئے نہایت بلند ہی تک علم بلند کئے گئے  
 آیات، اخبار اور آثار کی کثرت اور اس پر صحابہ کبار  
 اہل بیت اطہار، پیشوایانِ اخیار اور علماء ابرار کا  
 اجماع ہو چکا یعنی شیخین ابوبکر و عمر کی نصیحت ابوالحسنین  
 علی پر اللہ ہمیں ان کے لئے کمرے اور انھیں  
 میں ہمیں رکھے یہاں تک کہ مجھے خبر پہنچی کہ جن  
 لوگوں کو ظن نے کھینچا اور ظن امین نہیں اندھوں  
 کی اقتدار اور قیمتی چیز کی تحقیر اور ذلیل چیز کے  
 انتخاب کی طرف وہی شبہات کہ نہ لطیف  
 ہیں نہ نظیف سُتھرے، بلکہ آگ کے کانٹوں  
 کی غذا کی طرح ہیں کہ نہ فریب کریں نہ بھوک سے  
 بے نیاز کریں کا سہارا اس میں لیتا ہے جس  
 پر سردارانِ تقدس و تقویٰ کا اتفاق ہے یعنی

علہ یعنی عقیدہ صحیح موافق اہل سنت و جماعت علہ یعنی گمراہی

۱۰ القرآن الکریم ۸۸/۷۶

کریمہ و سیجنہا الا تلقی سے فضیلتِ صدیقی  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حجت قائم کرنا اور ان شہادت  
 کو ایک شخص نے جو اذکیار کے شمار میں و خیل  
 ہونا چاہتا ہے، فضلا میں سے ایک  
 ہمعصر پیش کیا اور مجھے معلوم نہ ہوا کہ تقریر مدعی  
 کی ہو چکی کب تک چلی اور اونٹ کس کروٹ بیٹھا  
 تو یہ مجھے دشوار گزرا اور اس کا معاملہ میرے  
 نزدیک بڑا ہو گیا تو میں نے اللہ سے استخارہ  
 کیا ایک کتاب کی تصنیف میں جو ہر شبہ کا  
 روشن جواب دے اور صواب کے چہرے سے  
 نقاب اٹھا دے باوجود یہ کہ میں اپنے قصور  
 طاقت اور بساط کی قلت اور کتب تفاسیر  
 سے بہت تھوڑا میسر ہونے سے واقف ہوں اور  
 اگر سوائے اندوہ و غم کے هجوم اور اغراض کی دوری  
 اور امراض کے ورودِ بہیم کے اور موزی کی ایذا  
 جس سے کسی مسلم کو چھٹکارا نہیں جیسا کہ نبی اکرم  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی، کچھ نہ ہو تو  
 اس کام سے یہی مانع ہوتا مگر اس فقیر ذلیل  
 نے دیکھا کہ معافی نفیسہ کا چشمہ اس کے قلب  
 پر سرائے سے ابل رہا ہے اور وہ بڑی مقدار  
 میں اس کی طرف بہہ کر آرہے ہیں تو میرا گمان  
 غالب ہوا کہ مالکِ توفیق (خدا) اس ضعیف کو  
 اس کی قوت دے گا جس کی اسے قدرت نہیں

من الاحتجاج بکریمة و سیجنہا  
 الا تلقی و قام بعرضها کلمها و بعضها  
 احد المتدخلین فی عداد الاذکیاء علی  
 بعض العصریین من النبلاء و  
 لم اعلم الام دارت سر حی التقریر، و علی  
 ائ شق برك البعیر، فاشتد ذلک علی  
 وعظم امره لدی فاستخرت اللہ  
 تعالیٰ فی عمل کتاب یبین  
 الجواب عن کل ارتیاب و یکشف  
 النقاب عن وجه الصواب، مع  
 اطلاعی علی قصور باع و قصر  
 ذراعی و عدم الظفر من اسفار  
 التفاسیر الا بشئ نزر یسیر و لو  
 لا اما اقا سیه من هجوم هموم و  
 عموم غموم و تباعد اغراض و توارد  
 اعراض و ما لا محیص عنه لمسلم  
 من ایذاء موز و ایلام مولم کما اخبر  
 النبی الاکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 بید أن الفقیر العافی عین عین اعیان  
 المعافی تفیض علی فیضا مدراً و تشج  
 الی ثجا کبار افقوع ظنی  
 ان صاحب التوفیق سیقوی الضعیف  
 علی ما یطیق فاخترت الفرصة



خمسة ايام من آخر الشهر المبارك  
 ذى الحجة المحرام حتى جاءت بحمد  
 الله كما ترى تروق الناظر وتجلو  
 البصائر وكاشفة عن وجوه  
 غواني من حسان معاني لم تقرر  
 الاذان ونفائس تحقيق وعرائس  
 تدقيق لم يطمئن قبلى انس ولا جان  
 فان صدق ظنى فكل ما فيه غير  
 ما انميه مما سمع به فكري الفاتر  
 وادى اليه نظري القاصر  
 والانسان كما تعلم مساوق  
 الخطاء والنيان، فما كان صوابا  
 فمن الله الرحمان، وانا امرجوا  
 لله سبحانه فيه، وما كان خطأ  
 فمضى ومن الشيطان وانا ابرئ  
 الى الله عن مساويه، ويأبى الله  
 العصمة في كل معنى  
 وكلمة الا لكتابہ الاعظم  
 وكلام رسوله الاكرم  
 صلى الله تعالى عليه وسلم، ولما كان  
 فض ختامها وطلوع بدر  
 تمامها لليلة بقيت  
 من المائة الثالثة  
 عشر من سني هجرة  
 سيد البشر عليه من الصلوات

تو میں نے ماہ مبارک ذوالحجۃ الحرام آخری پانچ دن  
 کی فرصت لی یہاں تک کہ یہ کتاب بحمد اللہ الہی  
 ظاہر ہوئی جیسی کہ تم دیکھتے ہو جو دیکھنے والے کو خوش  
 کرتی، بصیرتوں کو جلا بخشتی ہے اور ایسے خوشتر معانی  
 (جو کانوں سے نہ سنا کرے) سے پردے ہٹاتی ہے جو  
 خوابان بے نیاز آرائش کے چہرے ہیں اور تحقیق  
 کی نفیس صورتیں اور تدقیق کی دُہنیں ہیں جنہیں مجھ  
 سے پہلے کسی آدمی نے چھوانہ کسی جن نے، تو  
 اگر میرا گمان سچا ہو تو سوائے اس کے جس کی میں  
 کسی کی طرف نسبت کروں اس میں جو کچھ ہے وہ  
 میری فکر قاصر کی دین ہے اور اس تک میری  
 کوتاہ نظر پہنچی ہے اور انسان جیسا کہ تم جانتے  
 ہو خطا و نسیان کے ساتھ چلتا ہے، تو جو  
 درست ہو وہ خدائے رحمان کی طرف سے ہے  
 اور میں اس کے سبب اللہ سے امید وار ثواب  
 ہوں، اور جو خطا ہو تو وہ میری اور شیطان کی  
 جانب سے ہے اور میں اللہ کی طرف اس کی  
 بدلوں سے برأت کرتا ہوں، اور اللہ ہر معنی اور  
 ہر کلمہ میں عصمت (خطا سے محفوظ ہونا) اپنی  
 کتاب معظم اور اپنے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
 وسلم کے کلام کے ہوا کسی کے لئے نہیں چاہتا  
 اور جب اس رسالہ کی مہر اختتام کی شکست اور  
 اس کے تمام کا ماہ تمام اس ایک رات میں  
 طلوع ہوا جو سید البشر کی ہجرت کے سالوں میں  
 سے تیرھویں صدی میں باقی تھی ان پر درودوں



میں سب درودوں سے بڑھا درود اور تحیات میں  
سب سے فزوں تحیت ہو مناسب ہے کہ اس کا  
نام الزلال الانقی من بحر سبقة الاتقی  
رکھوں تاکہ نام سالی تصنیف کی نشانی ہو جائے  
اور اللہ تعالیٰ ہی ولی نعمت ہے اور یہ میری تصانیف  
سے پندرہویں تصنیف ہے علوم دین میں اللہ تعالیٰ  
مجھے اور باقی مسلمانوں کو اس سے نفع بخئے، اور  
اللہ تعالیٰ اسے میرے مابعد کیلئے نور بنائے اور میرے حق  
میں حجت نہ میرے خلاف وہ جو چاہے کر سکتا ہے  
اور قبول دعا اُسی کو سزاوار ہے  
اور اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز  
ہے اور بدی سے پھرنا اور نیکی کی طاقت اللہ علو  
وعظمت والے ہی سے ہے۔

### اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ۵

ہمارا رب تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: اے  
وہو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے  
پیدا کیا پھر تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں  
پہچان رکھو، بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ  
عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ بیشک  
اللہ جاننے والا خبردار ہے (ترجمہ رضویہ)  
اللہ تعالیٰ کی مراد اس طور کا رد ہے  
جس پر اہل جاہلیت چلتے تھے کہ باپ دادا پر  
فخر کرتے اور دوسروں کے نسب پر طعنہ زن ہوتے

انہا ومن التحیات انہا کا  
ناسب ان اسمیہا الزلال الانقی من  
بحر سبقة الاتقی" لیکون العلم  
علما علی العام واللہ تعالیٰ  
ولی الانعام، وهو الخامس  
عشر من تصانیفی فی علوم  
الدین نفعی اللہ تعالیٰ بہا و  
سائر المسلمین وجعلہا نوراً بین یدعت و  
حجة لی لاعلی، انہ علی ما یشاء قدیر و  
بالاجابة جدیر وحبیبنا اللہ ونعم  
الوکیل، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی  
العظیم۔

قال ربنا تبارک و تعالیٰ "یا ایہا الناس  
انا خلقنکم من ذکر و انثی وجعلنکم  
شعوباً و قبائل لتعارفوا ان  
اکرمکم عند اللہ اتقاکم  
ان اللہ علیم خبیر" اراد اللہ سبحانه  
و تعالیٰ مرد ما كانت  
علیہ الجاہلیة من  
التفاخر بالأباء و الطعن فی  
الانساب و تعلی النسب علی

اور نسب کی وجہ سے آدمی دوسرے آدمی پر ایسی  
تعلیٰ کرتا گویا کہ وہ اس کا غلام ہے بلکہ اس سے  
بھی زیادہ خوار ہے، اور اس ذلیل طریقہ کی ابتداء  
ذلیل خیس ابلیس سے ہوئی جس نے کہا تھا  
کہ اے رب! میں آدم سے بہتر ہوں تو نے مجھے  
آگ سے بنایا اور آدم (علیٰ نبینا وعلیہ السلام)  
کو مٹی سے بنایا، تو اللہ نے ان کا یوں رد فرمایا  
کہ تمہارا باپ ایک ہے اور تمہاری ماں ایک ہے  
اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک جان سے  
پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی کو بنایا اور ان  
دونوں سے بہتے سارے مرد اور عورتیں پھیلا دیئے  
تو تم میں ہر ایک اپنی اصل سے وہی اتصال رکھتا  
ہے جو دوسرا رکھتا ہے تو نسب میں ایک کو دوسرے  
پر فضیلت کی راہ نہیں اور ماں باپ سے ایک دوسرے  
پر فخر کی مجال نہیں رہا یہ کہ ہم نے تمہیں اصول پر مرتب  
کیا جن کے نیچے ان کی شاخیں ہیں اور ان کے نیچے  
قبیلے ہیں تو یہ محض اس لئے کہ آپس میں پہچان رکھو تو  
اپنے قریبی عزیزوں سے ملو اور کوئی باپ کے سوا  
اور کی طرف منسوب نہ ہو اس لئے کہ تم نسب پر  
گھمنہ کرو، اور ایک دوسرے کو حقیر جانے، ہاں  
اگر فضیلت چاہو تو فضیلت ہمارے یہاں تقویٰ  
(پرہیزگاری سے ہے تو جب انسان پرہیزگاری

غیرہ من الناس حتیٰ کانہ عبد لہ  
او اذل وکانت بدء هذه النزعة  
اللثیمة من الذلیل الخیس عدو اللہ ابلیس اذ  
قال انا خیر منه خلقتنی من نار  
وخلقته من طین لہ، فرد اللہ  
سبحنہ و تعالیٰ علیہم بات اباکم  
واحد و امکم واحدة فانه  
تعالیٰ "خلقکم من نفس واحدة و  
خلق منها زوجہا و بث منهما  
سراجا لا کثیرا و نساء" فما  
منکم من احد الا و هو یدلی  
بمثل ما یدلی بہ الآخر سواء  
بسواء، فلا مساع للفاضل  
فی النسب و التفاخر بالام  
والاب، و اما ما رتبناکم علی  
اجیال تحتہا شعوب تحتہا  
قبائل فانما ذلک لتعارفوا  
فصلوا امرحامکم ولا ینتمی  
احد الی غیر ابیہ، لا لان  
تتفاخروا و یزدری بعضکم بعضا  
نعم ان اردتم التفاضل  
فالفضل عندنا بالتقویٰ فکلما مراد



میں بڑھے اپنے رب کے یہاں عزت میں بڑھے۔  
تو ہمارے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے  
جو زیادہ پرہیزگار ہے نہ کہ وہ جو بڑے نسب والا  
ہے بیشک اللہ تعالیٰ نے نفوس کی عزت اور  
ان کی پرہیزگاری کو جانتا ہے اور نفوس کی اپنی  
خواہش میں کوشش سے خبردار ہے۔

امام بغوی نے فرمایا کہ حضرت ابن عباس  
(رضی اللہ عنہما) نے فرمایا یہ آیت حضرت ثابت  
بن قیس (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں اور اُن  
کے اُس شخص سے جس نے اُن کے لئے مجلس میں  
جگہ کشادہ نہ کی فلا فی کا بیٹا کہنے کے باب میں اُتری  
تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کون ہے  
جس نے فلا فی کو یاد کیا؟ حضرت ثابت نے عرض  
کیا، وہ میں ہوں یا رسول اللہ! تو حضور (علیہ  
الصلوة والسلام) نے فرمایا، لوگوں کے چہروں  
میں بغور دیکھو۔ تو انھوں نے دیکھا۔ پھر فرمایا،  
اے ثابت! تم نے کیا دیکھا؟ عرض کی، میں  
نے لال، سفید اور کالے چہرے دیکھے۔ سرکار  
(علیہ السلام والرحمة الممدار) نے فرمایا، تو  
بے شک تمہیں ان پر فضیلت نہیں مگر دین اور  
تقویٰ میں۔ تو حضرت ثابت کے لئے یہ آیت اُتری  
اور جنہوں نے مجلس میں کشادگی نہ کی تھی ان کے  
حق میں ارشاد نازل ہوا، اے ایمان والو!  
جب تم سے کہا جائے مجلسوں میں جگہ دو تو جبکہ دو۔  
اور مقاتل کا قول ہے کہ جس دن مکہ فتح ہوا رسول اللہ

الانسان تقویٰ خاد کرامة عند ربہ تبارک و  
تعالیٰ، فاکرمکم عندنا من کانت اتقی  
لا من کانت انسب۔ ان الله  
علیم بکرم النفوس و تقواها  
خبیر بہم النفوس فی  
ہواہا۔

قال البغوی قال ابن عباس  
نزلت فی ثابت بن قیس وقولہ  
للرجل الذی لم یفسح لہ  
ابن فلانة یعیترہ بامہ قال  
النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم "من الذاکر فلانة؟"  
فقال ثابت انا یا رسول اللہ،  
فقال انظر فی وجوہ القوم،  
فنظر، فقال ما رأیت  
یا ثابت؟ قال رأیت احمر  
وابيض واسود، قال  
فانک لا تفضلہ الا فی الدین  
والتقویٰ فنزلت فی  
ثابت ہذہ الایة و  
فی الذی لم یتفسح لہ  
یا یہا الذین امنوا اذا  
قیل لکم تفسحوا  
فی المجالس فافسحوا۔  
وقال مقاتل لما کان یوم فتح مکة



امرو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلالاً حتی علا علی ظہر الکعبۃ واذن ، فقال عتاب بن اُسَید بن ابی العیص: الحمد للہ الذی قبض ابی حتی لم یر هذا الیوم۔ وقال الحارث بن ہشام اما وجد محمد غیر هذا الغراب الاسود مؤذنا۔ وقال سہل بن عمرو ان یرد اللہ شیئاً غیرہ۔ وقال ابوسفینانی لا اقول شیئاً اخاف ان یربہ رب السماء، فاتی جبریل فاخبر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بما قالوا فداہم و سألہم عما قالوا فاقروا فانزل اللہ تعالیٰ ہذہ الایۃ و نجرہم عن التفاخر بالانساب و التکاثر بالاموال و الانسواء بالفقراء۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) کو حکم دیا (کہ اذان دیں) تو وہ کعبہ کی چھت پر چڑھے اور انھوں نے اذان کہی، تو عتاب بن اُسَید بن ابی العیص نے کہا: اللہ کے لئے حمد ہے جس نے میرے باپ کو اٹھا لیا اور انھوں نے یہ دن نہ دیکھا۔ اور حارث بن ہشام نے کہا: کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس کالے کوئے کے سوا کوئی اذان دینے والا نہ ملا۔ اور سہل بن عمرو نے کہا: اللہ کو اگر کوئی چیز نا پسند ہوگی وہ اسے بدل دے گا۔ اور ابوسفیان بولے: میں کچھ نہیں کہتا مجھے خوف ہے کہ آسمان کا رب انھیں خبردار کر دے گا۔ تو جبریل (علی نبینا وعلیہ السلام) نازل ہوئے پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان لوگوں کی باتیں بتادیں تو حضور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے ان سے ان کے اقوال کی بابت پوچھا تو انھوں نے اقرار کیا، تو اللہ نے یہ آیت اتاری اور انھیں نسب پر فخر اور اموال پر گھمنڈ اور فقر اور کی تحقیر سے منع فرمایا۔

علامہ نسفی نے زحمتی کی اتباع کرتے ہوئے مدارک میں یما یزیدین شجرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کے بازار میں گزے تو ایک سیاہ فام غلام دیکھا جو کہتا تھا مجھے جو خریدے تو اس شرط پر خریدے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

قال العلامة النسفی فی المدارک تبعاً للہم زحمتی فی الکشاف عن یزید بن شجرۃ مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی سوق المدینۃ فرأی غلاماً اسود یقول من اشترانی فعلى شرط ان لا یمنعنی

من الصلوات الخمس خلف رسول الله  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فاشترأه  
بعضهم فمرض فعاده رسول اللہ صلی  
اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ثم توفي  
فحضروه فنه فقبا لوانف ذلك  
شيئا فنزلت به

وبالجملة فمحصل الآية نفى  
التفاخر بالانساب وان الكرم عند  
الله تعالى انما ينال بالتقوى فمن  
لم يكن تقيا لم يكن له حظ من الكرامة وسلبه  
كلياً لا يصح الا عن كافر اذ كل  
مؤمن يتقى اكبر الكبائر الكفر و  
الشرك ومن كان تقيا كان  
كريما ومن كان اتقى كان  
اكرم عند الله تعالى ولعلك تظن ان  
سردنا تلك الروايات في شان النزول  
مما لا يغنيننا فيما نحن بصدده وليس  
كذلك بل هو ينفعنا في نفس  
الاحتجاج ونكسره سورة  
بعض الادهام ان شاء الله

وآلہ وسلم کے پیچھے بیگانہ نماز سے نہ رو گئے گا۔ تو  
اُسے کسی نے خرید لیا۔ پھر وہ بیمار پڑا تو رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی عیادت کو  
تشریف لائے، پھر اس کی وفات ہو گئی تو  
سرکار اس کے دفن میں رونق افروز ہوئے  
تو لوگوں نے اس بار میں کچھ کہا تو یہ آیت اتری۔  
مختصر یہ کہ آیت کریمہ کا حاصل نسب پر  
فخر کی نفی ہے اور یہ کہ اللہ کے یہاں عزت  
تقویٰ ہی سے ملتی ہے، توجہ متقی نہیں اس  
کے لئے عزت سے کچھ حصہ نہیں اور تقویٰ کا سلب  
کلی طور پر کافر کے سوا کسی سے نہیں اس لئے کہ  
ہر مومن اکبر الکبائر کفر و شرک سے بچتا ہے اور  
جو متقی ہو گا وہ با عزت ہو گا اور جو زیادہ  
تقویٰ والا ہو گا وہ زیادہ عزت دار اپنے  
رب کے یہاں ہو گا۔ اور شاید تمہیں گمان  
ہو کہ ہمارا ان روایتوں کو ذکر کرنا اس مدعی میں  
جس کے ثابت کرنے کے ہم درپے ہیں ہمیں  
نفع بخش نہیں حالانکہ بات یوں نہیں بلکہ وہ  
ہمیں نفس استدلال میں فائدہ دے گا اور  
ہم اس سے کچھ وہمیوں کا زور توڑینگے ان شاء اللہ

لہ مدارک التنزیل تفسیر لنسفی تحت الآیۃ ۴۹/۱۳ دارالکتب العربیہ بیروت ۴/۱۳



تعالیٰ، جیسا کہ تم عنقریب اس پر مطلع ہو گئے، تو  
انتظار کرو یہ ایک مقدمہ ہے

تعالیٰ، کماستطاع علیہ، فانتظر، هذه  
مقدمة

اور دوسرا مقدمہ یہ ہے

## والمقدمة الاخرى

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :  
اور بہت اس سے دُور رکھا جائے گا جو سب سے  
بڑا پرہیزگار جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو اور  
کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے  
صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے  
بلند ہے اور بیشک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا  
اہل سنت و جماعت کے مفسرین  
کا اجماع ہے اس پر کہ یہ آیت صدیق رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ کے حق میں اُتری اور الا تقی سے وہی  
مراد ہیں۔

ابن ابی حاتم و طبرانی نے حدیث روایت  
کی کہ ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان سات  
کو آزاد کیا جو سب کے سب اللہ کی راہ میں  
ستائے جاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنا فرمان  
(و سیجنہا الا تقی تا آخر سورۃ) نازل فرمایا۔  
بغوی نے فرمایا کہ ابن الزبیر کا قول ہے کہ ابو بکر

قال اللہ سبحنہ و  
تعالیٰ : و سیجنہا الا تقی الذی یؤتی  
مالہ یتزکی و ما لأجد عنده من  
نعمة تجزئ الا ابتغاء وجه ربہ  
الاعلیٰ و لسوف یرضی " ۱  
اجمع المفسرون من اهل السنة  
و الجماعة علی ان  
الآیة نزلت فی الصدیق رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ و انه هو المراد  
بالا تقی۔

اخرج ابن ابی حاتم والطبرانی  
ان ابا بکر اعتق سبعة کلہم یعذب  
فی اللہ فانزل اللہ تعالیٰ  
قوله و سیجنہا الا تقی الی  
آخر السورۃ ، قال  
البغوی قال ابن الزبیر و کان

۱۔ القرآن الکریم ۹۲/۲ تا ۲۱۴

۲۔ الصواعق المحرقة بحوالہ ابن حاتم و الطبرانی الباب الثالث الفصل الثانی دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۹۸  
الدر المنثور " " " تحت الآیۃ ۹۲/۲ تا ۲۱۴ دار احیاء التراث العربی ۸/۲۹۳  
الحاوی للفتاویٰ الفتاویٰ القرآنیۃ سورۃ اللیل الفصل الاول دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۳۲۷



ابوبکر یبتاع الضعفة فيعتقهم، فقال  
ابوہ: اعم بنی لو کنت نبتاع من  
یمنع ظہرک؟ قال منع ظہری  
اسرید، فنزل "وسيجنبها الاثق"  
الح آخر السورة، و ذکر محمد  
بن اسحق قال کان بلال  
لبعض بنی جمع وهو بلال  
بن رباح واسم أمه  
حمامة وکان صادق الاسلام  
وطاهر القلب، کان امیة بن  
خلف یخرجه اذا حیت الظهيرة  
فیطرحه علی ظہرہ بیطحاء  
مکة، ثم یامریا لصخرة  
العظيمة فتوضع علی صدرہ، ثم یقول  
له لا تزال هکذا حتی تموت او  
تکفر بمحمد (صلی اللہ علیہ وسلم)  
ویقول وهو ف ذلک البلاء، احد  
احد، وقال محمد بن اسحق عن  
هشام بن عروة عن ابیہ قال مر به  
ابوبکر یوما وهم یصنعون به ذلک و  
کانت داس ابی بکر فی  
بنی جمع فقال لامیة  
الاتقی فی هذا المسکین؟  
قال، انت  
افسدتہ فانقذه مما

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمزوروں کو خریدتے پھر انھیں  
آزاد کر دیتے۔ تو ان سے ان کے والدین نے  
کہا: اے بیٹے! ایسے غلاموں کو خریدتے ہوتے  
جو تمھاری حفاظت کرتے۔ ابوبکر نے فرمایا:  
میں اپنی حفاظت ہی چاہتا ہوں۔ تو یہ آیت  
سنا آخر سورت نازل ہوئی۔ اور محمد بن اسحق نے  
ذکر کیا بلال (رضی اللہ عنہ) قبیلہ بنی تمیم کے غلام تھے  
اور ان کا نام بلال بن رباح ہے اور ان کی ماں  
کا نام حمامہ ہے اور بلال (رضی اللہ عنہ) اسلام  
میں سچے تھے اور پاک دل تھے، اور امیہ بن  
خلف انھیں باہر لاتا جب گرم دوپہر ہوتی تو  
انھیں پیٹھ کے بل مکہ کے ریتے میدان میں ڈال  
دیتا پھر بڑی چٹان لانے کا حکم دیتا تو ان کے  
سینہ پر رکھ دی جاتی پھر کہتا: تم ایسے ہی پڑے  
رہو گے یہاں تک کہ مرجاؤ یا محمد (صلی اللہ  
علیہ وسلم) سے کافر ہو۔ اور حضرت بلال احد احد  
فرماتے حالانکہ وہ اس بلا میں ہوتے۔ اور محمد بن  
اسحق نے ہشام بن عروہ سے روایت کی انھوں  
نے اپنے باپ سے روایت کی انھوں نے فرمایا:  
ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا گزر ایک دن بلال  
(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس سے ہوا اور وہ  
لوگ بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ یہی  
برتاؤ کر رہے تھے اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کا  
گھر بنو تمیم میں تھا تو آپ نے فرمایا کہ کیا تو  
(امیہ بن خلف) اس بیچارے کے معاملہ میں

ترى ، قال ابوبكر افعل عندى  
غلام اسود واحبب منہ و اقوى  
على دينك اعطيكه ؟ قال قد  
فعلت فاعطاه ابوبكر غلامه  
واخذہ فاعتقه ، ثم اعتق  
معه على الاسلام قبل  
ان يهاجر يسترقاب بلال  
سابعهم ، عامر بن فہيرة  
(رضى الله تعالى عنه) شہد  
بدرًا و اُحدا و قتل  
يوم بدر معونة  
شہيدًا ، و ام عيسى و  
نہرة فاصيب بصرها  
و اعتقها فقال  
قریش ما اذهب بصرها  
الا اللات و العزى  
فقاتل کذبوا و بيت  
الله ما تضر اللات و  
العزى و ما تنفعان ،  
فرد الله تعالى اليها بصرها  
واعتق النہدية و ابنتها و كانت  
لامرأة من بنى عبد الدار  
فمر بهما و قد بعثتهما سيدتهما  
تطحنان لهما و هى تقول  
والله لا اعتقكما ابداً

اللہ سے نہیں ڈرتا، تو امیہ نے کہا آپ نے اسے  
بگاڑا ہے تو آپ اس گت سے اسے بچالیں جو آپ  
دیکھ رہے ہیں۔ ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے  
فرمایا: میں بچائے لیتا ہوں میرے پاس ایک  
غلام ہے سیاہ فام جو بلال (رضی اللہ عنہ) سے  
زیادہ قوی اور طاقتور ہے اور تیرے دین پر ہے  
وہ تجھے دے دوں۔ امیہ بولا: مجھے منظور ہے۔  
تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے امیہ کو اپنا غلام دے دیا  
اور بلال (رضی اللہ عنہ) کو لے لیا تو انھیں  
آزاد کر دیا پھر ان کے ساتھ اسلام کی شرط پر  
ہجرت پہلے چھ غلاموں کو آزاد کیا انکے ساتوں بلال ہیں۔  
عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ جو جنگ بدر و احد  
میں شریک ہوئے اور بدر معونہ کی جنگ میں قتل  
ہو کر شہید ہوئے، اور ام عیسیٰ و زہرہ  
کی آنکھ جاتی رہی، جب انھیں ابوبکر  
(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے آزاد فرمایا تو قریش بولے  
کہ انھیں لات و عزری نے اندھا کیا ہے، تو آپ  
بولیں: قریش کعبہ کی قسم جھوٹے ہیں لات و عزری  
نہ ضرر دے سکیں نہ فائدہ پہنچا سکیں۔ تو اللہ نے  
انھیں ان کی بینائی پھر دی۔ اور نہدیہ اور اس کی بیٹی  
کو آزاد کیا اور یہ دونوں بنی عبد الدار کی ایک عورت  
کی لونڈیاں تھیں تو صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)  
ان کے پاس سے گزرے اور ان کی آقا عورت  
نے انھیں بھیجا تھا کہ اس کا آٹا پیسیں اور وہ عورت  
کستی تھی کہ خدا کی قسم! تمھیں کبھی آزاد نہ کروں گی۔



تو ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: اے ام فلان! ہرگز نہیں۔ وہ بولی: ہرگز نہیں، آپ نے ان دونوں کو بگاڑا ہے تو آپ آزاد کریں۔ صدیق نے فرمایا: تو کتنے دام پر بچتی ہے؟ وہ بولی: اتنے اور اتنے دام پر۔ ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: میں نے ان دونوں کو لیا اور یہ دونوں آزاد ہیں۔ اور آپ کا گزر بنو مومل کی ایک لونڈی کے پاس سے ہوا جب اس پر ظلم ہو رہا تھا تو اسے خرید کر اسے آزاد کر دیا، اور سعید بن المسیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ مجھے خبر پہنچی کہ امیہ بن خلف نے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بلال کے معاملہ میں اس وقت جب انھوں نے اس سے پوچھا کہ کیا بلال کو فروخت کرے گا؟ کہا: ہاں میں اسے فسطاس سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام جو دس ہزار دینار اور بہت سے لونڈی اور غلام اور چوپایوں کا مالک تھا کے بدلے بیچتا ہوں اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاہا تھا کہ فسطاس اسلام لے لے اور اس کا مال اُسی کا رہے، تو وہ نہ مانا تو حضرت ابوبکر نے اس کو مغضوب جانا۔ پھر جب امیہ نے کہا: بلال کو میں آپ کے غلام کے بدلے دیتا ہوں۔ ابوبکر نے اس بات کو غنیمت جانا اور فسطاس کو امیہ کے ہاتھ بیچ دیا، تو مشرکین بولے: ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ایسا صرف اس لئے کیا ہے کہ بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ان پر کوئی احسان ہے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت

فقال ابوبکر کلا یا ام فلان، فقالت کلا انت افسدتہما فاعتقہما، قال فبکم؟ قالت بکذا وکذا، قال قد اخذتہما وھما حرتان، و مریجاریۃ بنی المؤمنین وہی تعذب فابتاعہما فاعتقہما۔ وقال سعید بن المسیب بلغنی ان امیۃ بن خلف قال لابی بکر فی بلال حین قال اتبیعہ؟ قال نعم اتبیعہ بنسطاس وکانت نسطاس عبد لابی بکر صاحب عشرة آلاف دینار، و غلمات و جوار و مواش وکانت مشرکاً حملہ ابوبکر علی الاسلام ان یکون مالہ لہ، فافج فابغضہ ابوبکر، فلما قال لہ امیۃ اتبیعہ بغلامک فسطاس، اغتنمہ ابوبکر و باعہ منہ فقال المشرکون ما فعل ذلک ابوبکر الالید، کانت لبلال عندک فانزل اللہ تعالیٰ

وما لاحد عنده من نعمة  
تجزى له

وذكر العلامة ابوالسعود في  
تفسيره قد روى عطاء والضحاک  
عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
(وذكر قصة شراء بلال واعتقائه  
قال) فقال المشركون ما اعتقه  
ابوبکر الا ليدکانت عنده فنزلت آه  
ملخصاً۔

وفي الاثر الة عن عروۃ ان  
ابابکر الصديق اعتق سبعة کلهم  
يعذب في الله بلائاً و عامربن  
فهيرۃ والنهدية وابنتها وزينة  
وامر عيسى و امة بنی المؤمن  
وفيه نزلت و سيجنبها  
الاتق ۱ الى اخر السورة۔

وعن عامربن عبد الله بن  
الزبير عن ابيه قال قال ابو تحافة  
لابی بکر اراك تعتق سراً باضعافاً  
فلوانک اذا فعلت ما فعلت  
اعتقت سراً جلاً يمنعونک

اتاری وما لاحد عنده الخ یعنی اور اس پر کسی  
کا کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔  
اور علامہ ابوالسعود نے اپنی تفسیر میں ذکر  
کیا کہ عطاء اور ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما  
سے روایت کیا (اس روایت میں خریداری  
بلال اور ان کے آزاد ہونے کا قصہ ذکر کیا  
پھر کہا) تو مشرکین بولے: ابوبکر نے بلال کو ان کے  
کسی احسان ہی کی وجہ سے آزاد کیا ہے تو یہ آیت  
(مندرجہ بالا) اُتری اہل مخلصاً۔

اور ازالمہ میں عروہ سے ہے کہ ابوبکر صدیق  
(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے سات کو آزاد کیا، ان  
سب پر اللہ کی راہ میں ظلم توڑا جاتا تھا وہ بلال و  
عامربن فہیرہ اور نہدیہ اور اس کی بیٹی اور زینہ  
اور ام عیسیٰ اور بنی مؤمل کی کنیزیں اور انھیں کیلئے  
آیت اُتری و سيجنبها الاتقی اور اس سے  
(دوزخ) بہت دور رکھا جائے گا جو سب سے  
بڑا پرہیزگار ہے۔ تا آخر سورت۔

اور عامربن عبد اللہ بن الزبیر سے روایت  
ہے وہ اپنے باپ سے راوی ہیں کہ اُنھوں نے  
فرمایا کہ حضرت ابو تحافہ نے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ) سے فرمایا: میں تمھیں دیکھتا ہوں کہ کمزور  
غلاموں کو آزاد کرتے ہو تو کاش! تم تندرست و

۱۔ معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآية ۹۲ / ۱ تا ۲۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۶۴/۴ - ۶۳/۴  
۲۔ ارشاد العقل سلیم " ۹۲/۱۹ دار احیاء التراث العربی ۱۶۸/۹  
۳۔ ازالة الخفا عن خلافة الخلفاء فصل ہشتم مقصود اول مسئلہ اول سبیل اکیڈمی لاہور ۳۰۱/۱



و یقومون دونک فقال یا ایت انما  
ارید وجه الله، فنزلت  
هذه الآية فاما من اعطی  
والقی الحقوله وما لاحد  
عنده من نعمة تجزى  
الا ابتغاء وجهه ربه  
الا اعطى و لسوف  
یرضی به

تو انا غلام آزاد کرتے جو تمہاری حفاظت کرتے  
اور جنگ میں تمہاری سپہ ہوتے۔ تو ابوبکر (رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ) نے فرمایا، اے میرے باپ! میں  
تو صرف اللہ کی رضا چاہتا ہوں تو یہ آیت نازل  
ہوئی فاما من اعطى والقی الحقولى جس نے  
دیا اور پرہیز گاری کی — اللہ تعالیٰ  
کے قول وما لاحد عنده من نعمة تجزى  
یعنی ان پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے  
صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب بلند ہے اور بیشک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔

اور سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ آیت کریمہ وما  
لاحد عنده من نعمة تجزى ابوبکر (رضی اللہ  
عنہ) کے بارے میں اُتری کہ انہوں نے کچھ لوگوں کو  
آزاد کیا ان سے نہ بدلہ چاہا نہ شکریہ گزاری، وہ  
آزاد شدہ چھ یا سات تھے، انہیں میں بلال  
وعامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
سے ”وسيجنبها الا تقى“ کی تفسیر میں ہے فرمایا  
وہ ابوبکر صدیق ہیں (آیت میں جن کا ذکر ہے)  
میں کہتا ہوں اور ابن ابی حاتم نے ابن مسعود  
رضی اللہ عنہ سے بسند خود روایت کی کہ امیہ  
بن خلف اور ابی بن خلف سے حضرت ابوبکر

وعن سعید بن المسیب  
قال نزلت وما لاحد عنده من  
نعمة تجزى “ فی ابی بکر  
عتق ناسا لم یلتمس منهم  
جزاء ولا شکورا ستة او سبعة  
منهم بلال وعامر بن  
فہیرة۔

وعن ابن عباس فی  
قوله تعالى ”وسيجنبها الا تقى“  
قال هو ابوبکر الصديق  
قلت وقد اخرج ابن ابی حاتم  
ابن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان  
ابا بکرا اشتري بلالا من امیة بن خلف

۱۔ ازالة الخفا عن خلافة الخلفاء فصل هشتم مقصود اول مسائل سیل اکیڈمی لاہور ۳۰/۱

۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔

جزى الله خيراً عن بلال وصحبه  
عتيقاً واخزى فاكها واباجهلاً  
عشية هما في بلال بسوءة  
ولم يحذرا ما يحذر المرء ذوالعقل  
بتوحيد رب الانام وقوله  
شهدت بان الله ربي على مهل  
فان تقتلوني فاقتلوني فلم اكن  
لامشرك بالرحمن من خيفة القتل  
فيا رب ابراهيم والعبد يونس  
وموسى وعيسى نجني ثم تمل  
لمن ظل يهوى الغي من ال غالب  
على غير مركات منه ولا عدل

نے حضرت بلال کو ایک چادر اور دس اوقیہ سونے کے عوض خریدا پھر انھیں خاص اللہ کے لئے آزاد کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری جس کا مطلب یہ ہے ”بے شک تمھاری کوشش مختلف ہے“ یعنی ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور امیہ اور ابی بن خلف کی کوششوں میں عظیم فرق ہے تو ان میں بون بعید ہے اور سردار بن سردار بن یا سر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ابوبکر صدیق کے بلال رضی اللہ عنہ کو خرید کر آزاد کرنے کے بارے میں یہ اشعار کہے جن کا ترجمہ درج ذیل ہے : اللہ جرنے خیر دے بلال اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے عقیق (ابوبکر) کو اور امیہ اور ابوجہل کو رسوا کرے ، وہ شام یاد کرو جب ان دونوں نے بلال کا بُرا چاہا اور اس سے نہ ڈرے جس سے ذی عقل آدمی ڈرتا ہے ، انھوں نے بلال کا بُرا اس لئے چاہا کہ بلال نے خلق کے خدا کو ایک جانا اور اس نے یہ کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ میرا رب ہے ، میں اس پر مطمئن ہوں تو اگر تم مجھے قتل کرو تو اس حال میں قتل کرو گے کہ میں رحمان کا شریک نہیں ٹھہراتا قتل کے ڈر سے تو اے ابراہیم اور اپنے بندے یونس اور موسیٰ و عیسیٰ کے رب ! مجھے نجات دے ، پھر اس مہلت نہ دے جو ناحق ظالمانہ آلِ غالب کی گمراہی کی آرزو کئے جاتا ہے ۔

٩٤ الصواعق المحرقة - بحواله ابن ابي حاتم الباب الثالث الفصل الثاني دار الكتب العلمية بيروت ص ٩٩  
٩٥ باب التأويل في معاني التنزيل (تفسير خازن) تحت الآية ١٢ / ١٤ " " " " " " م ٣٣٦



هذا وقد قال البغوي في  
الاتقي يعني ابا بكر الصديق في  
قول الجميع له

وقال الرازي في مفاتيح  
الغيب "اجمع المفسرون منا على  
ان المراد منه ابو بكر رضي الله تعالى عنه"  
ونقل ابن حجر في الصواعق  
عن العلامة ابن الجوزي اجمعوا  
انها نزلت في ابي بكر

حتى بلغني ان الطبرسي  
مع رفضه لم يسخ له انكاره  
في تفسيره مجمع البيان والفضل ما شهد  
به الاعداء، والحمد لله رب العالمين

ثم ان الامام الفاضل فخر الدين  
الرازي حاول في تفسيره اثبات ان  
الاية لا تصلح الا للصديق بطريق  
النظر والاستدلال على ما هو دأبه  
رحمه الله تعالى فقال "اعلم ان  
الشيعة باسرها ينكرون هذه الرواية  
ويقولون انها نزلت في حق علي ابن  
ابي طالب عليه السلام والدليل عليه  
قوله تعالى "ويؤتوا الزكوة وهم

اسے یاد رکھو اور امام بغوی نے الاتقی کی تفسیر  
میں کہا اس لفظ سے خدا کی مراد سب مفسرین کے  
قول کے بموجب ابو بکر صدیق ہیں۔

امام رازی نے مفاتیح الغیب میں فرمایا  
”ہم مفسرین کے مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ  
اتقی سے مراد ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں“  
صواعق میں ابن حجر نے علامہ ابن الجوزی سے  
نقل کیا، علماء اس پر متفق ہیں کہ یہ آیت ابو بکر  
کے حق میں نازل ہوئی۔

یہاں تک کہ مجھے خبر پہنچی کہ  
طبرسی کو باوجود رفض اپنی تفسیر مجمع البیان میں  
اس کا انکار نہ بن پڑا اور فضل وہی ہے جس کی  
شہادت دشمن دیں والحمد للہ رب العالمین۔

پھر امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے اپنی  
عادت کے مطابق اپنی تفسیر میں عقلی استدلال  
نظر کی راہ سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش  
فرمائی کہ آیت کا مفہوم صدیق اکبر کے سوا کسی  
کے لئے نہیں بنتا، تو انہوں نے فرمایا تمہیں  
معلوم ہو کہ تمام شیعہ اس روایت کے منکر  
ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ آیت علی بن ابی طالب  
کے حق میں اتری ہے اور اس کی دلیل اللہ کا  
فرمان ہے ویؤتوا الزکوة وهم راكعون یعنی وہ رکوع کی

۱۔ معالم التنزيل (تفسیر البغوی) تحت الآیہ ۱۴/۹۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/۲۶۳  
۲۔ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) ” المطبعة البیہ المصریہ مصر ۳/۲۰۵  
۳۔ الصواعق المحرقة الباب الثالث الفصل الثانی دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۹۸



حالت میں زکوٰۃ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا قول  
الاتقی الذی یؤتی مالہ یتزکی یعنی وہ سب  
سے بڑا پرہیزگار جو مستحقا ہونے کو اپنا مال دیتا  
ہے، اسی وصف کی طرف اشارہ ہے جو اس آیت  
میں مذکور ہوا یعنی اللہ کا یہ فرمانا "یؤتوتون  
الزکوٰۃ" (الآیۃ) اور جب ایک رافضی نے یہ بات  
میری مجلس میں کہی میں نے کہا میں اس پر دلیل  
عقلی قائم کروں گا کہ اس آیت سے مراد صرف  
ابوبکر ہیں اور تقریر دلیل یوں ہے کہ مراد اس بڑے  
پرہیزگار سے وہی ہے جو سب سے افضل ہے  
تو جب معاملہ ایسا ہے تو ضروری ہے کہ اس  
سے مراد بس ابوبکر ہوں، تو جب یہ دونوں مقدمے  
صحیح ہونگے دعویٰ درست ہوگا۔ اور ہم نے یہ  
اسی لئے کہا کہ اس بڑے پرہیزگار سے مراد  
سب سے افضل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول  
ہے "اللہ کے یہاں سب سے زیادہ عزت والا  
وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔"  
اور اکرم ہی افضل ہے۔ تو آیت نے بتایا کہ  
ہر وہ شخص جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہوگا ضروری  
ہے کہ وہ سب سے زیادہ مرتبہ والا ہو، تو ثبات  
ہو گیا کہ سب سے بڑا پرہیزگار جس کا یہاں (آیت  
میں) ذکر ہوا ضروری ہے کہ اللہ کے یہاں سب  
سے افضل ہو۔ اب ہم کہتے ہیں کہ ساری امت  
اس پر متفق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم کے بعد خلق سے افضل ابوبکر ہیں یا علی۔

س اکعون، فقوله "الاتقی الذی یؤتی  
مالہ یتزکی" اشارۃ الی ما فی تملک  
الآیۃ من قوله "یؤتوتون  
الزکوٰۃ وہم س اکعون" ولما  
ذکر ذلک بعضهم فی محضر  
قلت اقیم الدلالۃ العقلیۃ  
علی ان المراد من هذه  
الآیۃ ابوبکر، وتقریرها ان  
المراد من هذا الاتقی هو  
افضل الخلق، فاذا کان كذلك  
وجب ان یكون المراد هو ابوبکر،  
فهاتان المقدمات متی  
صحتا صح المقصود، انما  
قلنا ان المراد من هذا الاتقی  
افضل الخلق لقوله تعالیٰ "ان  
اکرمکم عند اللہ اتقاکم" والا کرم  
هو الافضل، فدل علی  
ان کل من کان  
اتقی وجب ان یكون الافضل  
فثبت ان الاتقی المذکور  
ههنا لابد وأن یكون  
افضل الخلق عند اللہ  
تعالیٰ، فنقول لابد و  
ان یكون المراد به ابوبکر لان الامۃ مجمعة  
علی ان افضل الخلق بعد رسول اللہ صلی اللہ



اور یہ ممکن نہیں کہ یہ آیت علیؑ پر محمول کی جائے تو ابوبکر کے لئے اس کا مصداق ہونا متعین ہو گیا اور ہم نے یہ اسی لئے کہا کہ آیت کو علیؑ پر محمول کرنا ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سبب سے بڑے پرہیزگار کی صفت میں فرمایا ہے وما لاحد عنده من نعمة تجزى یعنی اس پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے، اور یہ وصف علی بن ابی طالبؑ پر صادق نہیں آتا اس لئے کہ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تربیت میں تھے بایں سبب کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علیؑ کو ان کے باپ سے لے لیا تھا اور حضور انھیں کھلاتے پلاتے پہناتے اور پالتے تھے۔ اور حضور (رسول) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیؑ کے ایسے محسن ہیں کہ ان کے احسان کا بدلہ واجب ہوا۔ رہے ابوبکرؓ، تو حضور (نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا ان پر دنیوی احسان نہیں بلکہ ابوبکرؓ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خیر چ اٹھاتے تھے۔ ہاں کیوں نہیں ابوبکرؓ پر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دین کی طرف ہدایت و ارشاد کا احسان ہے۔ مگر یہ ایسا نہیں جس کا بدلہ دیا جائے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کی حکایت کرتے ہوئے) میں تبلیغ پر تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا۔ اور یہاں مطلق احسان کا ذکر نہیں بلکہ بات اس احسان کی ہے جس کا بدلہ

تعالیٰ علیہ وسلم اما ابوبکر او علیؑ ولا يمكن حمل هذه الآية على بن ابی طالب فتعین حملها على ابی بکر، وانما قلنا انه لا يمكن حملها على بن ابی طالب لانه تعالیٰ قال فی صفة هذا الاتق "وما لاحد عنده من نعمة تجزى" وهذا الوصف لا يصدق على بن ابی طالب لانه كانت فی تربية النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لانه اخذ من ابیه وكانت يطعمه ويسقيه و يكسوه ويربيه، وكانت الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منعما عليه نعمة يجب جزاءها أما ابوبکر فلم يكن للنبي عليه الصلوٰۃ والسلام نعمة دنيوية بل ابوبکر كان يتفق على الرسول عليه الصلوٰۃ والسلام بل كانت للرسول عليه الصلوٰۃ والسلام عليه نعمة الهداية والارشاد الى الدين، الا ان هذا لا يجزى لقوله تعالیٰ "ما اسئلكم عليه من اجر" والمذكور ههنا ليس مطلق النعمة بل نعمة تجزى، فعلمنا ان هذه الآية لا تصلح



دیا جائے تو ہم نے جان لیا کہ آیت کا یہ معنی  
 علی بن ابی طالب کے لئے نہیں بنتا، اور جب  
 یہ ثابت ہے کہ مراد اس آیت کی وہی ہے جو  
 افضل خلق ہے اور یہ ثابت ہے امت میں سب  
 سے افضل ابوبکر ہیں یا علی، اور یہ ثابت ہو چکا  
 ہے کہ مفہوم آیت علی کے شایاں نہیں اس کا  
 مصداق ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے متعین  
 ہو گیا اور آیت کی دلالت اس پر بھی ثابت ہو گئی  
 کہ ابوبکر ساری امت سے افضل ہیں اہل ملخصاً۔  
 میں کہتا ہوں کہ یہ بات جو فاضل  
 امام (فخر الدین رازی علیہ الرحمہ) نے فرمائی کہ علی  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 کی تربیت میں تھے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم نے انہیں ان کے والد سے لے لیا تھا  
 تو اس کا ذکر محمد بن اسحق و ابن ہشام نے کیا ہے  
 اور محمد بن اسحق کے الفاظ یوں ہیں، مجھ سے عبد اللہ  
 بن ابی نجیح نے حدیث بیان کی انہوں نے روایت  
 کی مجاہد بن جبر ابی النجاشی سے انہوں نے  
 فرمایا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ پر اللہ تعالیٰ کے احسان کے قریب سے وہ ہے  
 جو اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیا اور ان کی بھلائی  
 کا ارادہ فرمایا وہ یہ کہ قریش پر سخت تنگی پڑی اور  
 ابوطالب کی اولاد بہت تھی اس لئے رسول اللہ

لعلی بن ابی طالب، و اذا ثبت  
 ان المراد بهذه الآية من كان  
 افضل الخلق، و ثبت ان  
 ذلك الافضل من الامة  
 اما ابوبکر أو علی، و ثبت ان  
 الآية غیر صالحه لعلی  
 تعین حملها علی ابی بکر رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ، و ثبت دلالة الآية ایضا علی  
 ان ابابکر افضل الامة اھ ملخصاً۔

قلت اما ما ذكر الفاضل الامام  
 ان علياً رضي الله تعالى عنه  
 كان في تربية النبي صلى الله  
 تعالى عليه وسلم وأنه اخذه  
 من أبيه فقد ذكره محمد بن  
 اسحق وابن هشام وهذا لفظ  
 ابن اسحق "حدثني عبد الله  
 بن ابی نجیح عن مجاهد بن  
 جبر ابی الحجاج قال كان  
 من نعمة الله تعالى علی ابی  
 ابی طالب رضي الله تعالى عنه مما  
 صنع الله تعالى له و امراده به  
 من الخیر ان قریشاً اصابتهم ازمة  
 شديدة وكان ابوطالب ذاعیال كثير فقال



رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 للعباس عتہ، وکانت من البسر  
 بنحہ ہاشم یا عباس انت اخاک  
 اباطالب کثیر العیال وقد اصاب  
 الناس ما تری من هذا  
 الازمة فانطلق بنا الیہ ، فلنخفف  
 عنه من عیالہ ، آخذ من بنیہ رجلاً  
 وتأخذ انت رجلاً ، فنکلتہما عنہ  
 قال العباس نعم فانطلقا حتی  
 اتیا الح ابی طالب فقالا له انا  
 نوید انت نخفف عنک من  
 عیالک حتی ینکشف عن الناس ما ہم  
 فیہ ، فقال لہما ابوطالب اذا  
 ترکتما الح عقیلاً فاصنعا ما شئتما ،  
 فاخذ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
 وسلم علیا فضمہ الیہ  
 واخذ العباس جعفر ا فضمہ الیہ  
 فلم یزل علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مع  
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 حتی بعث اللہ تبارک وتعالیٰ نبیا فاتبعہ علی  
 وامن بہ علی وصداقہ ولم یزل  
 جعفر عند العباس حتی اسلم و  
 استغنی عنہ انتہی۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے چچا عباس (رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ) سے فرمایا اور وہ بنی ہاشم کے بڑے  
 مالداروں میں سے تھے، اے عباس! آپ کے  
 بھائی ابوطالب کی اولاد بہت ہے اور لوگوں پر  
 جو یہ سختی پڑی ہے وہ آپ دیکھ رہے ہیں تو ہمارے  
 ساتھ ابوطالب کے یہاں چلے کہ ہم ان کی اولاد  
 کا بوجھ کم کریں ان کے بیٹوں سے ایک آدمی میں لے لوں  
 اور ایک آدمی آپ لے لیں تو ہم دونوں ان کی  
 کفالت کریں۔ حضرت عباس نے عرض کی: جی ہاں۔  
 تو دونوں حضرات چل کر ابوطالب کے پاس تشریف  
 لائے تو ان سے کہا: ہم چاہتے ہیں کہ جب تک  
 لوگوں کی مصیبت (جس میں وہ مبتلا ہیں) دور ہو  
 آپ سے آپ کی اولاد کا بوجھ کم کر دیں۔ تو ابوطالب  
 ان سے بولے: اگر تم میرے لئے عقیل کو چھوڑ دو  
 تو تم جو چاہو کرو۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
 وسلم نے علی کو لے کر اپنے سینے سے لگایا اور  
 حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جعفر کو لیا  
 اور چمٹا لیا۔ تو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رہے یہاں  
 تک کہ اللہ تعالیٰ نے سرکار کو نبی مبعوث فرمایا  
 تو حضرت علی ان پر ایمان لائے اور ان کو سچا مانا  
 اور جعفر عباس کے پاس رہے یہاں تک کہ  
 اسلام لا کر ان سے بے نیاز ہو گئے اھ۔

لہ السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ذکر ان علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ دار ابن کثیر بیروت الجزء الاول الثانی ص ۲۴۶

قلت وتماز النعمة الكبرى  
بتزويج البتول الزهراء صلوات الله  
على ابيها الكريم وعليها وآما ما ذكر من  
ان ابا بكر كان ينفق على رسول الله صلى  
الله تعالى عليه وسلم فهذا اوضح و  
اظهر عند من له خبرة بالاحاديث  
والسير۔ اخرج الامام احمد و البخاري  
عن ابن عباس عن النبي صلى الله  
تعالى عليه وسلم قال : انه  
ليس من الناس احدٌ آمنٌ علق  
في نفسه و ماله من ابى بكر  
بن ابى قحافة ولو كنت متخذا  
من الناس خليلاً لا اتخذت  
ابا بكر خليلاً ولكن خلة الاسلام  
افضل سداً و اعنى كل خوخة  
في هذا المسجد غير خوخة ابى بكر  
واخرج الترمذى عن ابى هريرة عن  
النبي صلى الله تعالى عليه وسلم  
ما لأحد عندنا يد الا وقد كافينا  
ما خلا ابا بكر فان له عندنا  
بيداً يكافيه الله به يوم القيمة  
وما نفعنى مال احد قط ما نفعنى

میں کہتا ہوں اور نعمت کبریٰ کی تکمیل  
بتول زہرا (فاطمہ) صلوات اللہ علیٰ اہلہا الکريم و  
علیہا سے شادی ہو کر ہوئی۔ اور یہ جو ذکر کیا کہ  
حضرت ابو بکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
کا خرچ اٹھاتے تھے۔ تو یہ اس کے نزدیک  
جس کو احادیث و کتب سیرت سے واقفیت  
ہے بہت واضح اور خوب ظاہر ہے۔ امام احمد و  
بخاری نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے انھوں  
نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے  
روایت کیا کہ حضور نے فرمایا : لوگوں میں سے  
کوئی شخص نہیں جس کا اپنے جان و مال میں مجھ  
پر زیادہ احسان ہو سوا ابو بکر بن ابی قحافہ کے  
اگر میں لوگوں میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو  
خلیل بناتا، لیکن اسلامی نفلت اور محبت  
افضل ہے، اس مسجد میں ابو بکر کے دروازہ  
کے سوا سب دروازے بند کر دو۔ اور  
ترمذی نے (اپنی سند سے) ابو ہریرہ (رضی اللہ  
عنہ) سے حدیث ذکر کی وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں (کہ سرکار  
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا) : ہر شخص کے  
احسان کا بدلہ ہم نے اُسے دے دیا سوائے  
ابو بکر کے کہ ان کا ہم پر وہ احسان ہے جس کا

۱۔ صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب الخوخۃ والمر فی المسجد قدیمی کتب خانہ کراچی ۶۷/۱  
مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس المکتب الاسلامی بیروت ۲۷۰/۱



بدلہ انھیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دی دے گا، اور مجھے کسی کے مال نے وہ فائدہ نہ دیا جو فائدہ مجھے ابوبکر کے مال نے دیا، اور اگر میں کسی کو دوست بنانا تو ضرور ابوبکر کو دوست بنانا اور خیر دار تمھارے صاحب (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔“ اور ترمذی نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی حدیث ذکر کی انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرمائی: اللہ ابوبکر پر رحمت کرے مجھ سے اپنی بیٹی کا عقد کیا اور مجھے دارالہجرہ (مدینہ) میں لائے اور اپنے مال سے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو خرید کر آزاد کیا۔“

اور امام احمد و ابن ماجہ نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حدیث روایت کی: مجھے کبھی کسی کے مال نے وہ فائدہ نہ دیا جو ابوبکر کے مال نے مجھے دیا، تو ابوبکر رو دیئے اور عرض کی، یا رسول اللہ! میں اور میرا مال آپ ہی کا تو ہے۔“ اور طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ

مال ابی بکر ولو كنت متخذا خليلا لاتخذت ابا بكر خليلا الا وان صاحبكم (اعی محمدًا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) خلیل اللہ ہے۔“ و اخبرنا ایضاً عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: رحمہ اللہ تعالیٰ ابا بکر بنو جنی ابنتہ و حملتی الحی دار الہجرۃ و اعتق بلالاً من مالہ ہے۔“

و اخبرنا الامام احمد و ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ما نفعنی مال قط ما نفعنی مال ابی بکر، فبکی ابوبکر وقال هل انا و مالي الا لك يا رسول الله۔“ و اخبرنا الطبرانی عن ابن عباس

۱۔ جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ امین کمپنی دہلی ۲/۲۰۷  
 ۲۔ علی رضی اللہ عنہ ۲/۲۱۳  
 ۳۔ سنن ابن ماجہ باب فضل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰  
 مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۵۳

عنہما سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے  
یوں حدیث روایت کی: ”مجھ پر ابوبکر سے بڑھ کر کسی  
احسان نہیں اس نے اپنی جان مال سے میرا ساتھ دیا  
اور مجھ سے اپنی بیٹی کا نکاح کیا۔“

اور ابو یعلیٰ نے ام المؤمنین صدیقہ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث مرفوع حدیث ابن ماجہ  
روایت ابو ہریرہ کے مثل (یعنی انھیں الفاظ  
سے) روایت کی۔ ابن حجر نے فرمایا کہ ابن کثیر کا  
قول ہے کہ یہ حدیث علی و ابن عباس و جابر بن  
عبد اللہ و ابوسعید خدری سے بھی مروی ہے اور  
خطیب نے اسے ابن المسیب سے مرسل  
روایت کیا اور اتنا زیادہ کیا: ”اور آنحضرت  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابوبکر کے مال سے اپنا  
قرض ادا فرماتے جس طرح اپنے مال سے ادا  
فرماتے۔“ اور ابن عساکر نے متعدد سندوں  
سے حضرات عائشہ و عروہ سے روایت کیا ہے  
کہ ابوبکر جس دن اسلام لائے ان کے پاس  
چالیس ہزار دینار تھے، اور ایک روایت میں  
ہے چالیس ہزار درہم تھے، تو ابوبکر نے انھیں  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اٹھا دیا۔  
میں کہتا ہوں یہ حدیث سیدنا انس بن  
مالک سے بھی مروی ہے جیسا کہ امام عدی نے

رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی  
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما احدا  
اعظم عندی یداً من ابی بکر و اسانی  
بنفسہ و مالہ و انکحنی ابنتہ ۱۱

و اخرج ابو یعلیٰ من حدیث  
ام المؤمنین الصدیقہ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہما مرفوعاً مثل حدیث  
ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ، قال ابن حجر  
قال ابن کثیر وروی ایضاً من حدیث  
علی و ابن عباس و جابر بن عبد اللہ و  
ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم  
و اخرجہ الخطیب عن ابن المسیب مرسل  
و زاد و کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
یقضی فی مال ابی بکر کما یقضی فی مال  
نفسہ۔ و اخرج ابن عساکر من طرق  
عن عائشۃ و عروۃ ان ابابکر اسلم  
یوم اسلم لہ اربعون الف دینار  
وفی لفظ اربعون الف درہم فانفقہا  
علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم اھ۔

قلت و مروی ایضاً من حدیث  
سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ



کما اخرجہ الامام ابن عدی فی الکامل  
انبأنا المولى الثقة الحجة مفتى  
الحنفية بمكة المحمية امام الفقهاء و  
المحدثين سيدى واستاذى مولانا عبد الرحمن  
بن عبد الله بن عبد الرحمن السراج عن  
جمال العلماء السلف الخیر فی منصب الافتاء  
مولانا جمال بن عبد الله بن عمر المکی عن  
خاتمة الحفاظ والمحدثين مولانا محمد  
عابد بن الشيخ احمد علی السندی ثم  
الزبيدي ثم المديني عن المولى محمد صالح  
الفلافي العمري عن الشيخ محمد بن السنة  
الفلافي الفاروقي عن مولاى السيد  
الشريف محمد بن عبد الله عن الفاضل  
المحدث سيدى علی الاجهوري عن الامام  
شمس الدين الرهلي عن شيخ الاسلام  
نزين الدين زكريا الانصاري عن علامة  
المؤري جبل الحفاظ شهاب الدين ابی الفضل  
احمد بن حجر العسقلاني عن ابی علی محمد بن  
احمد المهدوي عن یونس بن ابی اسحق عن  
ابی الحسن علی بن المقيروانا ابوالکريم  
الشهرزوري انا اسمعيل بن مسعدة  
الجرجاني انا ابوالقاسم حمزة بن  
يوسف السهمي الجرجاني وابوعمر و  
عبد الرحمن بن محمد الفارسي  
انا ابو احمد عبد الله بن عدی الجرجاني

کامل میں اپنی سند سے روایت کیا ہے (سند  
حدیث مذکور) ہمیں خبر دی مولیٰ ثقہ حجة مفتی حنفیہ  
بمکہ محمدیہ پیشوائے فقہاء و محدثین سیدی واستاذی  
عبد الرحمن بن عبد الله بن عبد الرحمن السراج نے انھوں  
نے جمال علماء سلف خیر فی منصب الافتاء  
(یعنی منصب افتاء میں مفتیوں کے لئے اچھے  
پیشرو) مولانا جمال بن عبد الله بن عمر مکی سے  
روایت کی انھوں نے خاتمة الحفاظ والمحدثين  
مولانا محمد عابد بن شیخ احمد علی سندی ثم زبيدي  
ثم المديني سے روایت کی انھوں نے مولى محمد صالح  
فلافي عمري سے انھوں نے شیخ محمد بن السنة  
فلافي فاروقي سے انھوں نے مولاى سيد  
الشريف محمد بن عبد الله سے انھوں نے فاضل محدث  
سيدى علی اجهوري سے انھوں نے امام  
شمس الدين رهلي انھوں نے شيخ الاسلام  
زين الدين زكريا انصاري سے انھوں نے علامہ  
عالم کوہ حفظ شهاب الدين ابو الفضل احمد بن  
حجر عسقلاني سے انھوں نے ابو علی محمد بن احمد  
مهدوي سے انھوں نے یونس بن اسحاق سے  
انھوں نے ابو الحسن علی بن مقیر سے انھوں نے  
کہا ہمیں خبر دی ابوالکريم شهرزوري نے ہمیں خبر  
دی اسمعيل بن مسعدة بن جرجاني نے ہمیں  
خبر دی ابوالقاسم حمزه بن يوسف سهمي  
جرجاني اور ابو عمر و عبد الرحمن بن محمد الفارسي نے  
ہمیں خبر دی ابو احمد عبد الله بن عدی جرجاني

نے ہم سے حدیث بیان کی حسین بن عبدالغفار  
ازدی نے ہم سے حدیث بیان کی سعید بن  
کثیر بن غفیر نے ہم سے حدیث بیان کی  
فضل بن مختار نے ابان سے انھوں نے روایت  
کی انس سے انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو بکر سے فرمایا: تمہارا مال  
کتنا ستھرا ہے اسی سے میرا مؤذن بلال ہے اور  
میری اونٹنی ہے جس پر میں نے ہجرت کی اور تم نے  
اپنی دختر میرے نکاح میں دی اور اپنی جان مال  
سے میری مدد کی گویا میں تمہیں دیکھ رہا ہوں جنت  
کے دروازہ پر کھڑے ہو میری امت کیلئے شفاعت  
کر رہے ہو۔

یہ تو ہوا اور ہم نے ان دونوں فصلوں پر  
(یعنی صدیق کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدد  
جان و مال سے کرنا) جن کی طرف نبی صلی اللہ علیہ  
وسلم نے ان احادیث میں اشارہ فرمایا۔ کامل گفتگو  
اپنی کتاب کبیرہ جو باب تفضیل میں ہے کے  
باب دوم کی دو فصلوں میں نہایت تحقیق و  
تفصیل کے ساتھ کی ہے اس کا مطالعہ کرو  
اگر چاہو، یہ کلام اس کلام کی تائید ہے جو  
فاضل رازی نے ذکر کیا اور امام رازی کا یہ  
کلام امام ابن حجر میں صواعق محرقة بھی لائے

نا الحسن بن عبد الغفار الاندلسی نا  
سعید ابن کثیر بن غفیر نا الفضل بن  
مختار عن ابان عن انس قال قال رسول الله  
صلى الله تعالى عليه وسلم  
لا بى بكر ما طيب مالك منه بلال  
مؤذنى و ناقتى التى هاجرت عليها  
و نروجتى ابنتك و واسيتنى  
بنفسك و مالك كافى  
انظر اليك على باب  
الجنة تشفع لامتى

هذا وقد استقصينا الكلام  
على هذين الفصلين الذين  
اشار اليهما النبى صلى الله عليه  
وسلم فى تلك الاحاديث اعنى مواساة الصديق للنبى صلى الله  
تعالى عليه وسلم بنفسه و ماله فصلين من الباب  
الثانى من كتابنا الكبير فى التفضيل  
على غاية التحقيق و التفصيل فارجع  
اليه ان احببت هذا تقرير ما ذكر  
الفاضل الرازى وقد اورد الامام  
ابن حجر ايضا فى الصواعق



و امر تضاہ -

قلت ولما قش ان يناقش فيه  
بأربعة وجوه يندظمها وجهات  
الأول انا لانسلم أن ابابكر  
لم يكن عليه لأحد نعمة تجزى  
فان من اعظم المنعمين على  
الانسان والديه قال تعالى  
"ان اشكرم ولو الديك" و معلوم  
ان لا شكر الا بمقابلة النعمة و  
نعم الوالدين من النعم الدنيوية  
التي تجرى فيها المجازاة دون  
الدينية التح قال الله تعالى  
فيها قل ما اسئلكم عليه من اجر  
أن اجري الا على رب العلين  
على انا نعتقد أن النبي صلى الله  
تعالى عليه وسلم قد تمت له  
خلافة الله العظمى و نيابته الكبرى  
فيده الكريمة عليا و أيدي  
العلين سفلى جعل سبحانه و  
تعالى خزائن رحمته و نعمه  
و موائد جوده و كرمه طوع يدیه و  
مفوضة اليه صلى الله تعالى عليه و لم ينفق

اور اسے پسند فرمایا۔

میں کہتا ہوں کسی کو مجال ہے کہ اس  
میں چار وجہ سے بحث کرے جن کو دو وجہیں  
گھیرے ہیں پہلی وجہ یہ کہ ہمیں تسلیم نہیں کہ ابوبکر  
پر کسی کا ایسا احسان نہ تھا جس کا بدلہ دیا جائے  
اس لئے کہ انسان پر بڑے محسنوں میں اس کے  
یاں باپ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :  
حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا اور یہ  
معلوم ہے کہ شکر نعمت کے مقابل ہی ہوتا ہے  
اور والدین کے احسانات ان دنیوی احسانات  
سے ہیں جن میں بدلہ دینا جاری ہے اور دینی  
احسانات نہیں ہیں جن کی بابت اللہ کا فرمان  
ہے ( حضور اکرم نے فرمایا ) میں تم سے اس پر  
کچھ اجر نہیں مانگتا میرا اجر تو جہانوں کے  
پروردگار پر ہے۔ اس کے علاوہ ہمارا عقیدہ  
ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے  
اللہ تعالیٰ کی خلافت عظمیٰ اور نیابت کبریٰ کامل  
ہو چکی تو ان کا دست کرم بالا اور سب جہانوں  
کے ہاتھ پست ، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت  
اور کل نعمت کے فرائے اور اپنے فیض و کرم کے  
خوان ان کے ہاتھوں کے مطیع کر دیئے ، اور  
یہ سب انھیں سونپ دیا جیسے چاہیں خرچ کریں

۱۵ القرآن الکریم ۱۴/۳۱ ۱۵ القرآن الکریم ۵۴/۲۵ و ۸۹/۳۸  
۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰

**اقول والجواب عنه اما اولاً فلاته**

اور وہ رازِ الہی کا خزانہ اور اس کے حکم کی جتنی نفاذ  
ہیں تو برکت انھیں سے ملتی ہے اور خیر انھیں سے  
حاصل ہوتی ہے جیسا کہ حضور علیہ السلام نے  
فرمایا: "میں تو بانٹتا ہوں اور اللہ دیتا ہے۔" تو  
وہی خیرات و برکات اور ساری نعمتیں آسمان و  
زمین و ملک و ملکوت اول و آخر باطن و ظاہر  
میں بانٹتے ہیں اس پر فضلار عظام اور نے  
مشہور اولیائے کرام کے جمہور کا یقین ہے جیسا کہ میں  
اپنے رسالہ سلطنت المصطفیٰ میں تحقیق کی اس میں  
کچھ ایسے مباحث فاضلہ اور پسندیدہ دلائل ہیں کہ  
ان سے آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور کان لطف اندوز  
ہوتے ہیں اور سینے کھلتے ہیں، تو جب یہ بات ہے  
(کہ ساری برکت و نعمت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء  
کے سبب ہے) تو ابو بکر کو جو کچھ مال و منال حاصل  
ہوا وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عطا سے  
ہی حاصل ہوا لہذا نبوی احسانات علیٰ صاحبہما  
الصلوٰۃ والتحیۃ ان دینی احسانات میں منحصر نہیں  
جن کا بدلہ نہیں دیا جاتا تو جس طرح علی (رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ) آیت کے مصداق نہ ٹھہرے اسی طرح  
ابو بکر بھی کیساں طور پر آیت کے مصداق نہیں۔  
میں کہتا ہوں اس اعتراض کا جواب اول

۱۶/۱ صحیح البخاری کتاب العلم باب من یرد اللہ خیر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی  
۴۳۹/۱ " " " " " " " " " " " "  
۱۰۸۷/۲ " " " " " " " " " " " "



ان صح ما ذکرتم لتعطلت الآية رأساً  
ولم يوجد لها مصداق ابداً اذ ليس  
في الصحابة من يلده ابواه أو لم ينعم  
عليه النبي صلى الله تعالى عليه  
وسلم في دينه و دنياه -

واما ثانياً وهو الحل فلأن  
نعم الدنيا ليست كلها مما تجزى  
اذ المجازاة هو المكافاة وحاصل  
نعمة الوالدین أن الله سبحانه  
وتعالى جعلهما سبباً لا يجادة  
وخروجه من ظلمة العدم الى نور  
التكوت وبهما جعله بشراً  
حسيناً بعد أن كانت ماء مهیناً  
وهذا مما لا يمكن أن يجازی  
اذ ليس في وسع احد ان يحيى  
ابويه او يكوّنهما بعد ان  
لم يكونا ولذلك قال النبي  
صلى الله تعالى عليه وسلم  
لا يجزى ولد والده الا ان  
يجده مملوكاً فيشتريه فيعتقه  
اخرجه مسلم و ابوداؤد

تو یہ ہے کہ اگر یہ صحیح ہو تو آپ نے ذکر کیا تو آیت  
برے سے معطل ہو جائے گی اور کبھی اس کا کوئی  
مصداق نہ پایا جائے گا اس لئے کہ صحابہ میں  
کوئی ایسا نہیں جو اپنے ماں باپ سے پیدا  
نہ ہو یا اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے  
دین و دنیا کا کوئی احسان نہ فرمایا ہو۔

اور جواب دوم اور وہی حل ہے یہ کہ  
دنیا کے سب احسان ایسے نہیں جن کا بدلہ  
دیا جاتا ہو اس لئے کہ احسان کا بدلہ یہ ہے  
کہ احسان کے مساوی اس کی جزا دے، اور  
والدین کے احسان کا حاصل یہ ہے کہ اللہ سبحانہ  
و تعالیٰ نے انھیں بچہ کی ایجاد اور عدم کی ظلمت  
سے نور ہستی میں آنے کا سبب بنایا ہے اور  
ان کے سبب سے اس کے بعد کہ وہ بے وقعت  
پانی تھا خوبصورت انسان بنایا اور یہ  
احسان کا بدلہ نہیں ہو سکتا، یوں کہ کسی کی مجال  
نہیں کہ وہ اپنے والدین کو زندہ کر دے، یا عدم  
کے بعد انھیں موجود کر دے۔ اسی لئے  
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے  
فرمایا: کوئی بچہ اپنے ماں باپ کا بدلہ  
نہیں چکا سکتا مگر یہ کہ اُسے غلام پائے  
تو اسے خرید کر آزاد کر دے۔ یہ حدیث مسلم و ابوداؤد

۴۹۵/۱ قدیمی کتب خانہ کراچی  
۳۴۳/۲ سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی بر الوالدین آفتاب عالم پریس لاہور

والتزمذی ونسائی وابن ماجه  
فاشار صلى الله تعالى عليه وسلم الى  
بعض المجاناة على حسب  
ما يدخل تحت الامكان فان الرق  
موت حكما اذ به تتعطل الاهلية  
ويلتحق الانسان العاقل البالغ  
بالبهائم فالعتق كانه احياء له و  
اخراج من ظلمة البهيمية الى نور  
الانسانية فعن هذا عداداء لبعض  
حقوقهما وكذا لك النعم النبوية  
على صاحبها الصلوة والتحية على  
حسب ما قررنا عليك ليست مما تجزى  
وتجزي فيه ذلك به هذا لانه صلى الله  
تعالى عليه وسلم في ذلك المقام  
الرفيع والمنصب البديع انما يتصرف  
على خلافة الملك المقتدر تبارك و  
تعالى ولنعم الملك لا تجزى فان الاحسان  
لا يجازى الا بالاحسان كما نطق به القرآن  
العظيم وما يجازى به العبد لا بد وان  
يكون ايضا من عطايا صلى الله تعالى  
عليه وسلم فكان مكافآت عطائه

وترمذی ونسائی وابن ماجه نے اپنی سندوں سے  
روایت کی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تم کو  
بدلہ کی طرف (جو موافق مقدور بشر ہو) اشارہ  
فرمایا اس لئے کہ غلامی موت کے حکم میں ہے اس  
وجہ سے کہ اس کے سبب آدمی کی اہلیت معطل  
ہو جاتی ہے اور عاقل بالغ انسان جا نور کو مل جاتا  
لہذا اسے آزاد کرنا گویا کہ اس کو زندہ کرنا اور بہیمیت کی تاریکی  
سے انسانیت کی روشنی میں لے آئے اسی لئے ماں  
باپ کو آزاد کرنا ان کے بعض حقوق کی ادائیگی میں  
شمار ہوا، اسی طرح نبوی احسانات علی صاحبہا  
الصلوة والتحية جیسا کہ ہم نے تمہارے لئے ثابت  
کیا ایسے نہیں جن کا بدلہ دیا جائے اور ان میں یہ  
مقولہ جاری ہو کہ یہ اس احسان کا بدلہ ہے اس  
لئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو اس  
مقام رفیع اور اس منصب بے نظیر میں بادشاہ  
قادر تبارک و تعالیٰ کی خلافت پر فائز ہو کر منتف  
ہیں اور بادشاہ کی نعمتوں کا بدلہ نہیں ہوتا  
اس لئے کہ بدلہ بغیر احسان کے نہیں ہوتا، جیسا  
کہ اس پر قرآن عظیم ناطق ہے، اور بندہ احسان کا  
جو بدلہ دے گا لا محالہ وہ بھی سرکار علیہ الصلوۃ و  
السلام کی عطا سے ہوگا تو سرکار کی عطا کی مکافا

۱۳/۲ جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ما جاء في حق الوالدين امين محمدی دہلی  
سنن ابن ماجه ابواب الادب باب بر الوالدين ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۸  
مشکوۃ المصابیح کتاب العتق باب عتاق العبد المشرک الفصل الاول قیدی کتب خانہ کراچی ص ۲۹۴



بعطائه وهو غير معقول وعن هذا  
نعتقد ان اداء شكر الله سبحانه وتعالى  
بمعنى فراغ الذمة منه محال  
عقلاً اذ الشكر نعمة اخرى فليشكرها  
حتى يخرج عن عهدته ويتسلسل الى  
مالا يتناهي فثبت ان الدليل لا يغبار عليه  
من هذا الوجه -

**الثاني** ان المقدمة القائلة  
ان الامة مجمعة على ان افضل الخلق بعد  
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم  
اما ابو بكر او على رضى الله تعالى عنهما -

مدخول فيها اذ هناك فرقان  
اخرين تدعى احد لهما تفضيل  
سيدنا الفاروق رضى الله تعالى عنه  
على جميع الامة، ومستند ما يروى عن  
النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، انه قال ما طلعت  
الشمس على رجل خير من عمر وعنه صلى الله  
تعالى عليه وسلم، لو كان بعدى بنى لكان عمر بن خطاب  
وعنه صلى الله تعالى عليه وسلم  
انت الله تعالى باهى باهل عرفة  
عامية و باهى لعمر خاصة

سرکاری عطا سے ہوگی، اور یہ معقول نہیں ہیں  
سے ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ سبحنہ و تعالیٰ  
کا شکر بمعنی برارت ذمہ از شکر عقلاً  
محال ہے اس لئے کہ شکر نعمت دیگر ہے تو بندہ  
اس دوسری نعمت کا شکر کرے کہ عہدہ برآ  
ہو اور یہ سلسلہ شکر کا نہایت کو نہ پہنچے تو ثابت  
ہو کہ دلیل اس وجہ سے بے غبار ہے۔

**دوسری وجہ** یہ ہے کہ یہ مقدمہ جس کا مضمون  
یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
کے بعد افضل یا ابو بکر ہیں یا علی رضی اللہ تعالیٰ  
عنہما۔ اس پر اجماع امت ہے۔

اس پر اعتراض کو محال ہے اس لئے  
کہ یہاں دو فرقے اور ہیں، ان میں کا ایک عوی  
کرتا ہے کہ سیدنا فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
ساری امت سے افضل ہیں، اور اسکی دلیل وہ  
حدیث ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مٹری ہے کہ حضرت عمر  
بہتر کسی آدمی پر سورج طلوع نہیں ہوا، اور آپ مروی ہے  
کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر نبی ہوتے۔

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے  
روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرفات میں جمع  
ہونے والوں پر عام طور سے فخر فرمایا اور عمر سے خاص طور

۵۷۷/۱۱	مؤسستہ الرسالہ بیروت	حدیث ۳۲۷۳۹	کنز العمال
۲۰۹/۲	امین کمپنی دہلی	ابواب المناقب باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ	جامع الترمذی
۵۷۵/۱۱	مؤسستہ الرسالہ بیروت	حدیث ۳۲۷۲۵	کنز العمال
۵۹۶/۱۷	"	۳۵۸۵۸	"

وان كان الاستدلال بها و بامثالها  
لا يقوم على ساق اقاموا اية او داية  
او معاكستهم المفضلة بحديث  
على خير البشر وحديث الطير وحديث  
الاستخلاف في غزوة تبوك وماهاها  
فمنها كذب مختلق ومنها منكر  
واه ومنها ما لا يفيدهم شيئا  
وكذلك مضت سنة الله في  
كل مستدع يحتج ولا حجة  
ويجنع حيث لا محجة.

سے مباحث فرمائی۔ ”اگرچہ اس روایت سے  
اور اس کے مشابہ روایتوں سے دلیل پائے ثبات  
پر قائم نہیں ہوتی یا بلحاظ روایت یا بلحاظ درایت  
یا دونوں کے لحاظ سے، جیسے تفضیلیہ کا حدیث  
علیٰ خیر البشر علیٰ سب انسانوں سے  
افضل ہیں اور حدیث طیر اور غزوة تبوک کے  
زمانہ میں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علی  
(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اپنا خلیفہ مقرر فرمانے  
کی روایت سے تمسک کا حال ہے کہ ان میں  
کچھ تو بڑی تراشیدہ جھوٹ ہیں اور کچھ منکر و اہی  
(راویان ثقہ کے مقابل راویان غیر ثقہ کی روایات  
ضعیف ہیں) اور کچھ انھیں بالکل فائدہ مند نہیں  
اور یونہی اللہ تعالیٰ کی صفت ہر بد مذہب کے حق  
میں ہوتی کہ وہ استدلال کرے حالانکہ دلیل نہیں  
اور وہاں کا قصد کرے جہاں راستہ نہیں۔

اور دوسرا فرقہ سیدنا عباس بن عبد المطلب  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سب سے افضل کہتا ہے  
گویا انکے مد نظر اگرچہ انکی مراد نہیں دیتا اس بارے میں  
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عباس رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ کے بابت قول ہے کہ آدمی کا چچا  
اس کے باپ کی مثل ہے۔ اور یہ حدیث حسن  
ہے جسے ترمذی وغیرہ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ  
عنه سے روایت کیا۔ اور کچھ شک نہیں کہ

والفرقة الاخرى تدعى تفضيل  
سيدنا عباس بن عبد المطلب  
رضي الله تعالى عنهما وكان ملحقهم وان  
لم يعط ففضلهم قوله صلى الله تعالى  
عليه وسلم فيه ان عم الرجل صنو  
أبيه، وهو حديث حسن أخرجه  
الترمذی وغیره عن ابی هريرة  
رضي الله تعالى عنه ولا شك

۱۔ جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم العباس امین کینی دہلی ۲/۲۱۷



حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیخ المسلمین ہیں اور ان کے سردار ہیں اور ان کے صدر و قائد اور ان کی آبرو اور ان کے سروں کا تاج ہیں۔ اس وجہ سے چاروں خلفاء پر بھی انھیں فضیلت ہے۔ جیسے حضرت فاطمہ زہرا اور ان کے بھائی سید ابراہیم ان کے والد اور ان پر صلوٰۃ و سلام ہو، رُوئے نسب و جزئیات و کرامت جوہر و طینت تمام امت سے افضل ہیں۔

بالجملہ ان چار شقوق سے کوئی شق باقی تین وجوہ کو باطل کئے بغیر متعین نہیں ہوگی تو آپ نے کیونکر فرمایا کہ آیت کریمہ جب علی پر صادق نہ آئی تو ابوبکر اس کا مصداق متعین ہوئے علاوہ اس کے مسائل سمعیہ دلیل سمعی ہی سے حاصل ہوتے ہیں۔

تو صاحب نظر و جستجو کا کوئی مذہب اس سے پہلے نہیں ہوتا کہ وہ دلیل میں غور کرے تو کوئی راہ اس کو روشن ہو جائے تو اگر دلیل کا تمام ہونا کسی مذہب سازی پر موقوف ہو تو دور لازم آئے گا اور یہ اس جواب کی نظیر ہے جو ہم نے ائمہ شافعیہ کی اس دلیل کے جواب میں کہا جو انھوں نے وضو میں فرضیت ترتیب پر آیت کریمہ میں وجوہ

انہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیخ المسلمین و سیدہم و مقدمہم و قائدہم و عز نفوسہم و تاج رؤسہم حتی الخلفاء الامر بعة من هذا الوجه كما انت حضرة البتول الزهراء واخاها السيد الكريم ابراهيم علي ابیہما و علیہما الصلوٰۃ و التسليم افضل الامة مطلقاً من جهة النسب و الجزائیة و کرامة الجوہر و الطینة۔

وبالجملہ فلا يتعين احد من الشقوق الامر بعة الا باطال الثلاثة الباقية جميعا فكيف قلتم انت الآية لما لم تلتئم علی علی تعین ابوبکر مصداقا لهما علی ان المسائل السمعية لا تنال الا من قبل السمع۔

فالناظر المتفحص لا مذهب له قبل ان ينظر في دليل فيظهر له سبيل فان كان تمام الدليل موقوفا على (المذهب) بمذهب لزم الدوس وهذا نظير ما اجبنا به عن استدلال الائمة الشافعية على افتراض الترتيب في الوضوء بدخول الفاء

على الوجه وعدم القائل بالفصل كما هو  
مذكور في الخلافات -

اقول والجواب عنه ان مستندنا

الاول الذي عليه المعول في هذا الباب  
اجماع الصحابة والتابعين لهم باحسان  
رضي الله تعالى عنهم اجمعين كما نقله  
الامام الشافعي ثم البيهقي ثم اخرون  
ودلت عليه احاديث عند البخاري وغيره  
كما فصلته في الكتاب واقمت الدليل  
الجليل على ان اجماع تام كامل  
لم يثبت شذوذ منه ولا ندوروات  
الخلاف الذي ذكره ابو عمر بن عبد البر  
فليس مما يعرج عليه او يلتفت  
اليه لادوية ولا دراية وان سلمنا  
فالسواد الاعظم مبتوع واتباع  
الشاذ ممنوع، وهذا القدر  
يكفي للتمذهب فانتهى الدور  
نعم حديث الفرقتين قوي  
صحيح لكن لا يخل بالمقصود  
فان عمرو عباس رضي الله تعالى عنهما لو يكونا  
مسلمين كما يظهر بالرجوع  
الى التاريخ فلم يقصدا  
بالاية قطعاً وبه بطل  
الشك الباقيان وال دليل

پر دخول فار اور قائل بالفصل کے معدوم ہونے سے  
قائم کی جیسا کہ خلافت میں مذکور ہے۔

میں کہتا ہوں اور اس اعتراض کا جواب  
یہ ہے کہ اس باب میں ہماری اولین سند جس پر  
ہمارا اعتماد ہے جملہ صحابہ اور اچھے طریقے پر ان کے  
تمام پروان کار تابعین کا اجماع ہے جیسا کہ  
امام شافعی پھر بیہقی پھر دیگر ائمہ نے اسے نقل کیا  
اور اس پر بخاری وغیرہ کی احادیث دلالت کرتی  
ہیں جیسا کہ میں نے اپنی کتاب میں مفصل بیان  
کیا ہے اور اس امر پر میں نے دلیل جلیل قائم  
کی کہ اجماع تام کامل ہے اور اس سے کسی کا خلاف  
ثابت نہیں اور یہ کہ جو خلاف علامہ ابو عمر بن عبد البر  
نے ذکر کیا نہ روایت کے لحاظ سے نہ درایت کے  
لحاظ سے وہ اس قابل ہے کہ نظر اس پر گزرے  
یا اس کی طرف مڑ کے دیکھا جائے۔ اور اگر ہم مان  
لیں تو سواد اعظم ہی کی اتباع ہوگی اور شاذ و نادر  
کی اتباع ممنوع ہوگی اور اتنی بات ہمیں مذہب  
قرار دینے کو کافی ہے تو دور نہ رہا، ہاں ان  
دو فرقوں کی (جو حضرت عمرو عباس کی فضیلت  
پاتے ہیں) حدیث قوی و صحیح ہے، لیکن مقصود میں  
خلل انداز نہیں اس لئے کہ عمرو عباس آیت  
کے نزول کے وقت مسلمان نہ تھے، جیسا کہ  
مطالعہ تاریخ سے ظاہر ہے، تو یہ دونوں قطعی  
آیت کے مقصود ہی نہ ہوئے، اور اسی وجہ سے  
باقی دو شقیں باطل ہو گئیں اور آخر کار دلیل



مضبوط و مستحکم رہی، اس معاملہ کی نہایت کاریہ کہ  
فاضل مستدل کو قرآن و دونوں مذہبوں کا علم نہ ہوا  
یا اس وجہ سے کہ سقوط و ندرت میں حد کو پہنچے  
ہونے کی وجہ سے انھیں شمار ہی نہیں فرمایا، مزید  
برآں بحمد اللہ اس پر اجماع کہ صدیقی ہی مراد آیت  
ہیں کے ثابت ہونے کے بعد ہم ان تکلفات سے  
بے نیاز ہیں، جیسا کہ ظاہر ہے جب یہ بات ثابت  
ہو چکی تو ہم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے صدیقی کا  
وصف بیان فرمایا کہ وہ اتقی ہیں اور اتقی کا وصف  
بتایا کہ وہ اکرم ہے ان دو مقدموں نتیجہ دیا کہ صدیقی  
اللہ تعالیٰ کے نزدیک اکرم (سب سے افضل)  
ہیں اور افضل و اکرم اور ارفع درجہ اور اعلیٰ  
منزلہ یہ سب الفاظ ایک ہی معنی پر صادق  
آتے ہیں لہذا افضل مطلق کلی صدیقی کیلئے ثابت  
ہے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق کا مالک ہے اور  
تم جان لو کہ اس استدلال پر جملہ علماء سلف و خلف  
کا اتفاق ہے اور سب نے اسے پسند کیا اور قبول  
کے ہاتھوں لیا ہے اور کوئی شک نہیں کہ یہ  
اس کے قابل ہے، لیکن تفضیلیہ کو اس میں تین  
وجہ سے کلام ہے ہم ان وجہوں کو خدا کے بزرگ و  
برتر کی توفیق کے سہارے ذکر کرتے ہیں اور ان کا  
ایسا رد کرتے جو کوئی شبہ باقی نہ چھوڑے اور کوئی شک  
نہ رہے۔

ہم کہتے ہیں کہ پہلا شبہ یہ ہے کہ بعض  
مفسرین نے اتقی کی تفسیر اتقی (صفت

الی الاحسان والامران والمحمد لله  
ولی الاحسان غایۃ الامر ان الفاضل  
المستدل لم یطلع علی هذین القولین  
اولم یعتقد بہما لتناہیہما فی السقوط  
والشدوذ علی انا بحمد اللہ بعد ما  
ثبت الاجماع علی ان الصدیق هو  
المراد فی غنی عن هذه التجشعات  
کمالا یحقق اذا ثبت هذا فنقول وصف  
اللہ سبحنہ تعالیٰ الصدیقی بأنه اتقی و  
وصف الاتقی بأنه اکرم انتجت المقدمات  
أن الصدیق اکرم عند اللہ تعالیٰ والأفضل  
والاکرم والارفع درجۃ والاعلیٰ  
مکانہ کلہا الفاظ معتورة علی معنی  
واحد ثبتت الفضل المطلق کلی للصدیق  
واللہ تعالیٰ ولی التوفیق، هذا  
تقریر الدلیل بحیث یشفی العلیل ویروی  
الغلیل والمحمد للمولی الجلیل واعلم ان هذا  
الاحتجاج اطبقت علیہ کلمات العلماء سلفا  
وخلفا وارتضوه وتلقوه بالقبول تلیدا و  
طاسقا ولا شک انه لجدیر بذلك لکن  
المفضلة لهم کلام فیہ بثلاثة وجوه  
نذکرها نردھا بحیث لا یبقی ولا یندر  
بتوفیق اللہ العلی الاکبر۔

فنقول الشبهة الاولى ان من  
المفسرين من فسر الاتقی بالتقی



کما فی المعالم والبیضاوی وغیرہما  
من التفاسیر فسقط الاحتجاج  
عن اصله اقول ولا علینا  
ان فہد اولاً مقدمات  
تعینک ان شاء اللہ تعالیٰ  
فی الجواب عن هذا الامر تیاب  
ثم نرفع الحجاب عن  
وجه الصواب بتوفیق العلیم الوہاب  
فاستمع لما یلقی  
علیک۔

المقدمة الاولى ما تظافرت  
الادلة من العقل والنقل و  
ناهیك بہما امامین علی أن الالفاظ  
لا تصروف عن ظواہرہا ما لم تلمس حاجة  
شدیدة لا تندفع الابه واکا لم یکن  
هذا تاویلا بل تغیرا و تبدیلا، ولو فتح  
باب التصرفات من دون ضرورة تلجئ  
لاستفاد الامات عن النصوص کما  
لا یخفی وهذا بغایة ظہورہ اغنانا  
عن تبجہم اقامة الدلیل علیہ  
حق ان بعض العلماء ادر جوه  
فی متون العقائد، وانه لحقیق  
به فان قصاری هم المبتدعین  
عن اخرهم انما هو صرف النصوص عن  
الظواہر و امر تکاب تاویلات

مشبہ جس میں فضیلت دوسرے پر ملحوظ نہیں  
کہ صرف تقویٰ سے اوصاف ہے) سے کی  
جیسا کہ معالم و بیضاوی وغیرہما تفاسیر میں ہے  
تو استدلال جس کی بنیاد التقی کے اسم فضیل  
ہونے پر تھی (جڑ سے اکھڑ پڑا۔ میں کہتا ہوں  
ہمارا کوئی حرج نہیں اس میں کہ ہم پہلے کچھ  
ایسے مقدمات کی تمہید اٹھائیں جو جواب میں  
ان شاء اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کریں پھر ہم خدائے  
دانا و بخشنده کی توفیق کے سہارے چہرہ صواب  
سے حجاب اٹھائیں تو سنو جو تم سے کہا جائے۔  
پہلا مقدمہ عقل و نقل کی بکثرت دلیلیں  
(اور یہ دونوں امام تمہیں کافی ہیں) اس پر متفق  
ہیں کہ الفاظ کو اپنے ظاہری معنی سے پھیرنا  
منع ہے جب تک کہ سخت حاجت نہ ہو جو لفظ  
کو ظاہری معنی سے پھیرے بغیر دفع نہ ہو ورنہ  
یہ بے ضرورت پھیرنا تاویل نہ ہوگا بلکہ تغیر و تبدیل  
تھمرے گا اور اگر بے ضرورت پھیرنے کا دروازہ  
کھل جائے تو نصوص شرعیہ سے امان اٹھ جائے  
جیسا کہ پوشیدہ نہیں اور یہ مسئلہ چونکہ نہایت  
ظاہر ہے اس لئے اس نے ہمیں دلیل قائم  
کرنے کی زحمت سے بے نیاز کر دیا۔ بعض علماء  
نے اسے عقائد کے متون میں رکھا اور یہ مسئلہ اس کا  
سزاوار ہے اس لئے کہ سب بد مذہبوں کی  
ساری کوشش یہی ہے کہ عبارات شرعیہ کو  
ان کے ظاہری معنی سے پھیر دیں اور فاسد



تاویلوں اور کھوٹے احتمالات اور نہ چلنے والے پہاڑوں کے مرکب ہوں تو ہم پر واجب ہے کہ نصوص شرعیہ کو مقام ضرورت کے سوا ہمیشہ ان کے ظاہری معنی پر رکھنا واجب بتا کر ان تاویلات کا مادہ کاٹ دیں، اور یہ بات خوب ظاہر ہے۔

دوسرا مقدمہ بہت سی متداول تفسیروں میں جو مذکور ہوتا ہے وہ سب ایسا نہیں جس کا قبول کرنا ضروری ہو اگرچہ نہ کوئی دلیل عقلی اس کی معین ہو نہ کوئی دلیل شرعی اس کی مؤید ہو، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تفسیر مرفوع (جو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمائی) وہ بہت تھوڑی ہے جس کا مجموعہ دو جز بلکہ ایک جز کو بھی نہیں پہنچتا۔

امام جوینی کا قول ہے علم تفسیر مشکل اور کم ہے، اس کا مشکل ہونا تو کئی وجہ سے ظاہر ہے، ان میں روشن تر وجہ یہ ہے کہ وہ ایسے کلم (عز وجلالہ) کا کلام ہے جس کی مراد کو لوگ اس سے سن کر نہ پہنچے اور نہ اس کی طرف رسائی کا امکان ہے بخلاف امثال و اشعار اور ان جیسی اور باتوں کے کہ انسان کو بولنے والے کی مراد معلوم ہو سکتی ہے جب وہ بولے بایں طو کہ وہ اس سے خود سنے یا اس سے سنے جس نے اس سے سنا ہو۔ رہی قرآن کی قطعی طور پر تفسیر تو وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سننے بغیر معلوم نہ ہوگی اور وہ (جو سرکار

فاسدۃ و احتمالات کاسدۃ و اعذار باسردۃ فوجب علینا حسم ما دتھا با یحباب حمل النصوص علی ما یعطیہ ظاہرھا الا بضرورة ابداً و هذا ظاہر جہداً۔

المقدمة الثانية ليس كل ما يذكر في اكثر التفاسير المتداولة واجب القبول وان لم يساعد معقول ويؤيده منقول والوجه في ذلك ان التفسير المرفوع وهو الذي لا محيص عن قبوله ابداً انذر ليسير جديلاً لا يبلغ المجموع منه جزء أو جزئين۔

قال الامام الجويني علم التفسير عسير ليسير اما عسرة فظاهر من وجوه اظهرها انه كلام متكلم لم يصل الناس الى مراده بالسمع منه ولا امكن للوصول اليه بخلاف الامثال والاشعار ونحوها فان الانسان يمكن علمه منه اذا تكلم بان يسمع منه او ممن سمع منه، واما القرأت فتفسيرة على وجه القطع لا يعلم الا بان يسمع من الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم وذلك متعذر الا في

علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا گیا) چند گنتی کی آیتوں کے ماسوا میں متعذر ہے تو مراد الہی کا علم امارات و دلائل سے مستخرج ہوتا ہے اور حکمت اس میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اس کے بندے اس کی کتاب میں غور و فکر کریں لہذا اپنے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو اپنی تمام آیات کی مراد واضح طور پر بتانے کا حکم نہ دیا۔

اور امام زکریا نے برہان میں فرمایا جو شخص قرآن میں تفسیر کے حصول کی غرض سے اس کے لئے بہت سے مراجع ہیں جن کے اصول چار ہیں اول وہ تفسیر جنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہو اور یہی پہلا نمایاں طریقہ ہے لیکن اس میں ضعیف و موضوع سے استمرار واجب ہے اس لئے کہ وہ (ضعیف و موضوع) زیادہ ہے اور اسی طرح وہ تفسیر جو صحابہ کرام اور ان کے تابعین نیکو کار سے منقول ہے وہ ان بڑے طواریوں اور ان اقوال کے مقابل کم ہیں جو مختلف راہوں میں چلے گئے اور ان کے لئے کوئی حدیث یا صحابی و تابعی کا قول نہیں یہ اقوال تو صحابہ و تابعین کے بعد ظاہر ہوئے۔ جب خیالات بسیار ہوئے اور مذاہب میں

آیات متعددہ قلائل فالعلم بالمراد لیستنبط بأمارات ودلائل، والحكمة فيه ان الله تعالى اراد ان يتفكر عباده في كتابه، فلم يامر نبيه صلى الله تعالى عليه وسلم بالتصيص على المراد في جميع آياته۔

وقال الامام الزكركشي في البرهان للناظر في القرآن لطلب التفسير ماخذ كثيرة أهمها اربعة الأول النقل عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وهذا هو الطراز الاول لكن يجب الحذر من الضعيف فيه والموضوع فانه كثير الخلل قال الامام السيوطي الذي صرح من ذلك قليل جدا بل اصل الموضوع منه في غاية القلة، وكذلك الماثور عن الصحابة الكرام و التابعين لهم باحسان قلائل لهذه الطوامير الكبر والاقاويل الذاهبة مشذرة فيها الاخير ولا اثر وانما حدثت بعدهم لما كثرت الاسماء و تجاوزت الاهواء قام كل لغوى و تحوى و بيا في و كل من له

له الاتقان بحواله الجويني فصل الحاجة الى التفسير دار الكتاب العربي بيروت ۲/۴۳  
له البرهان في علوم القرآن فصل في امهات ماخذ التفسير للناظر في القرآن دار الفكر بيروت ۲/۱۵۶



کشا کش ہوئی تو ہر لغوی ہر نحوی اور ہر عالم بکاشت  
اور ہر وہ شخص جسے علوم قرآن کی قسموں سے  
کسی قسم کے علم کی عمارت تھی اس کلام سے  
کلام عزیز کی تفسیر کرنے لگا جو اس کی سمجھ تک  
تھا اور جس کی طرف اس کی نظر پہنچی۔ پھر لوگ  
رواں دواں اقوال کو جمع کرنے کے شائق  
ہوئے تو جو انھوں نے پایا اُسے نقل کر دیا اور  
تحقیق کم کی تو اسی سے اقوال کی کثرت اور حتیٰ  
کی ناحتی سے آمیزش آئی۔

اور ابن تیمیہ نے جیسا کہ امام سیوطی نے  
اس کا کلام یہ کہہ کر نقل کیا کہ وہ بہت نفیس  
ہے اس کی دو وجہیں ذکر کریں: پہلی وجہ وہ لوگ  
ہیں جنہوں نے کچھ معانی کو عقیدہ ٹھہرا لیا، پھر  
انہوں نے قرآن کے الفاظ کو ان پر رکھنا چاہا۔  
اور دوسری وجہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآن کی  
تفسیر محض ان الفاظ سے کی جو کسی عربی زبان بولنے  
والے کی مراد ہو سکتے ہیں انہوں نے قرآن کے  
متکلم (باری تعالیٰ) اور جس پر اُترنا اور جو اس کا  
مخاطب ہے کی طرف نظر نہ کی تو پہلی جماعت نے  
تو اس معنی کی رعایت کی جو ان کا عقیدہ تھا،  
انہوں نے قرآن کے الفاظ کی دلالت اور بیان  
جس کے وہ الفاظ سزاوار ہیں کو نظر انداز کر دیا۔  
اور دوسروں نے صرف لفظ اور جو عربی کی مراد  
ہو سکتا ہے اس کا لحاظ کیا قطع نظر اس سے  
کہ متکلم کے شایان کیا ہے اور سیاق کلام کیا ہے۔

ممارسة بشئ من انواع  
علوم القرآن يفسر الكلام  
العزیز بما سمح به فکرة  
و ادعى اليه نظره ثم جاء  
الناس مهرعين و بجمع  
الاقوال مولعين فنقلوا ما وجدوا  
و قليلا ما نقدوا فعن هذا  
جاءت كثرة الاقوال ختلاط الصواب  
بالأباطيل۔

و ذکر ابن تیمیہ کہا نقلہ الامام  
السیوطی قائلا انه نفیس جدا  
لذلك وجهين احدهما قوم  
اعتقدوا معاني، ثم  
اسرادوا حمل الفاظ القرآن عليها.  
والثاني قوم فسرُوا القرآن بمجرد  
ما يسوغ ان يريد به من كانت  
من الناطقين بلغة العرب  
من غير نظر الى المتكلم  
بالقرآن والمنزل عليه والمخاطب  
به، فالاولون اسرأوا المعنى الذي  
سأوه من غير نظر الى ما يستحقه  
الفاظ القرآن من الدلالة والبيان.  
والآخرون اسرأوا مجرد اللفظ و  
ما يجوز ان يريد به العربي من غير نظم  
الى ما يصلح للمتكلم و سياق الكلام۔



پھر یہ لوگ بسا اوقات لغت کے اعتبار سے لفظ کے اس معنی کو (جو انہوں نے مراد لئے) متحمل ہونے میں خطا کرتے ہیں جیسا کہ ان کے پہلے والے بھی یہی غلطی کرتے ہیں جس طرح یہ اگلے اسی معنی کی صحت میں غلطی کرتے ہیں جس سے انہوں نے قرآن کی تفسیر کی جیسا کہ دوسرے لوگ یہی خطا کرتے ہیں اگرچہ پہلے والوں کی نظر معنی کی طرف پہلے پہنچتی ہے اور دوسروں کی نظر لفظ کی طرف سبقت کرتی ہے اور پہلی جماعت دو صنف ہے کبھی تو لفظ قرآن سے اس کا مدلول و مراد چھین لیتے ہیں اور کبھی لفظ کو اس پر رکھتے ہیں جو اس کا معنی و مطلب نہیں اور دونوں باتوں میں کبھی وہ معنی جس کی نفی اثبات ان کا مقصود ہوتی ہے باطل ہوتا ہے تو ان کی خطا لفظ و معنی دونوں میں ہوتی ہے اور کبھی حق ہوتا ہے تو ان کی خطا لفظ میں ہوتی ہے نہ کہ معنی میں۔ (ابن تیمیہ نے یہاں تک کہا) محقر یہ کہ جو صحابہ و تابعین اور ان کی تفسیر سے پھر کر ان کا خلاف اختیار کرے گا وہ اس میں برسر خطا ہوگا بلکہ بد مذہب ہوگا اس لئے کہ صحابہ و تابعین کو قرآن کی تفسیر اس کے مطالب کا علم سب سے زیادہ تھا، جس طرح انہیں اس حق کی جس کے ساتھ اللہ نے اپنے رسول کو بھیجا خبر سب سے زیادہ تھی اہ ملخصاً۔

ثم هؤلاء كثيراً ما يغلطون في احتمال اللفظ لذلك المعنى في اللغة كما يغلط في ذلك الذين قبلهم كما ان الاولين كثيراً ما يغلطون في صحة المعنى الذي فسروا به القرأت كما يغلط في ذلك الآخرون وان كان نظر الاولين الى المعنى اسبق ونظر الآخريين الى اللفظ اسبق والاولون صنفان تاسرة يسلبون لفظ القرأت ما دل عليه واسريده و تاسرة يحملونه على ما لم يدل عليه ولم يرد به وفي كلا الامرين قد يكون ما قصدوا نفيه او اثباته من المعنى باطلا فيكون خطأهم في الدليل والمدلول وقد يكون حقاً فيكون خطأهم فيه في الدليل لا في المدلول (الى ان قال) وفي الجملة من عدل عن مذاهب الصحابة والتابعين وتفسيرهم الى ما يخالف ذلك كان مخطئاً في ذلك بل مبتدعاً لانهم كانوا اعلم بتفسيره ومعانيه كما انهم اعلم بالحق الذع بعث الله به رسوله اھ ملخصاً۔

آلہ الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الكتاب العربی بیروت ۲/ ۴۴۱ و ۴۴۲



اور اسی لئے امام ابو طالب جبریلؑ نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں آداب مفسر کے بیان میں فرمایا کہ ضروری ہے کہ مفسر کا اعتماد اس پر ہو جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین سے منقول ہے اور نئی باتوں سے بچے۔ نیز ابن تیمیہ کا قول ہے صحابہ کے درمیان قرآن کی تفسیر میں بہت کم اختلاف تھا اور تابعین میں اگرچہ اختلاف صحابہ سے زیادہ ہوا مگر ان کے بعد والوں کی بہ نسبت تھوڑا تھا، اور سیوطی علیہ الرحمہ نے قدامہ کی تفسیروں کا ذکر فرما کر فرمایا: پھر تفسیر میں بہت لوگوں نے کتابیں تصنیف کیں تو انہوں نے سندوں کو مختصر کر دیا اور ناتمام اقوال نقل کئے تو اس وجہ سے بخیل گھسا اور صحیح و غیر صحیح مخلوط ہو گئے پھر ہر شخص جس کے دل میں کوئی بات آئی اس کو ذکر کرنے لگا۔ اور جس کے فکر میں جو خطرہ گزرا وہ اس پر اعتماد کرنے لگا۔ پھر اس کے بعد جو آثار باوہ اس کے یہ خیالات نقل کرتا رہا اس گمان میں کہ اس کی کوئی اصل ہے، سلف صالحین اور ان لوگوں سے جو تفسیر میں مرجع ہیں جو وارد ہوا اس کی تحقیق کی طرف توجہ نہ کی یہاں تک کہ میں نے

عنه سقطت هذا الواو من قلم الناسخ وزدناها في القوسين بعد ما رأينا الالتفات  
فوجدناها فيه. الا زهرى غفر له

١٤ الاتقان في علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الكتب العربي بيروت ٢/٢٣٥  
١٥ " " " " بوالهبة تميم " " " " ٢/٢٣٤

ایسے شخص کو دیکھا جس نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کی تفسیر میں تقریباً دس قول نقل کئے حالانکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام صحابہ و تابعین و تبع تابعین سے یہی منقول ہے کہ اس سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں یہاں تک کہ ابن ابی حاتم نے فرمایا کہ مجھے مفسرین کے درمیان اس میں کسی کا اختلاف معلوم نہیں (یہاں تک انھوں نے کہا) اب اگر تم کہو تو کون سی تفسیر کی طرف آپ رہنمائی فرماتے ہیں اور ناظر کو کس پر اعتماد کا حکم دیتے ہیں۔

میں کہوں گا تفسیر امام ابو جعفر بن جریر طبرانی کی تفسیر معتمد علماء نے جس کے لئے بالاتفاق فرمایا کہ تفسیر میں اس جیسی کوئی تالیف نہیں ہوتی الخ اور مقاصد، بیان اور اتقان وغیرہ میں امام اجل احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا، تین کتابوں کی کوئی اصل نہیں، کتب سیر و غزوات و تفسیر زاد میں کہتا ہوں اگرچہ یہ بات اپنے اطلاق پر جاری نہیں جیسا کہ واقعہ اس کا گواہ ہے مگر یہ بات

من حکي في تفسير قوله تعالى "غير المغضوب عليهم ولا الضالين" نحو عشرة اقوال، وتفسيرها باليهود والنصارى هو الوارد عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وجميع الصحابة والتابعين واتباعهم حتى قال ابن ابی حاتم لا اعلم في ذلك اختلافاً بين المفسرين (الخ) ان قال (فان قلت فاعى التفسير ترشد اليه وتأمر الناظر ان يعول عليه۔

قلت تفسير الامام ابی جعفر بن جریر الطبری الذی اجمع العلماء المعتبرون علی انه لم یؤلف فی التفسیر مثله الخ وفي المقاصد والبرهان والاتقان وغيرها عن الامام اجل احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ثلثة ليس لها اصل المغازی والملاحم والتفسير الخ قلت وهذا ان لم يكن جاسراً على اطلاقه لما يشهد به الواقع الا انه

عہ لعلہ کہا۔ الازہری غفرلہ

۱	الاتقان فی علوم القرآن	النوع الثمانون فی طبقات المفسرین دار الکتاب العربی بیروت	۴/۲۴۷ و ۴۵۰
۲	"	"	۲/۴۶
۳	"	النوع الثامن والسبعون	۲/۴۴۰



لم يقله مالم ير المخط غالبا عليها كما  
لا يخفى وهذا في زمانه  
فكيف بها بعدة وفي مجمع  
بحار الانوار عن رسالة  
ابن تيمية "وفي التفسير من  
هذه الموضوعات كثيرة كما يرويه  
الثعلبي والواحدى والزمخشري  
في فضل السور الثعلبي في نفسه  
كان ذا خير ودين لكن كان حاطب  
ليل ينقل ما وجد في كتب  
التفسير من صحيح وضعيف وموضوع  
والواحدى صاحبه كان البصر  
منه بالعربية لكن هو ابعد عن  
اتباع السلف ، والبعوى تفسيره مختصر  
من الثعلبي لكن صارت تفسيره  
عن الموضوع والبدع<sup>له</sup> وفيه عن  
جامع البيان لمعين بن صيفي  
قد يذكر محي السنة البعوى في  
تفسيره من المعاني والحكايات ما  
اتفقت كلمة المتأخرين على ضعفه بل على  
وضعه<sup>له</sup> وفيه عن الامام احمد  
رحمة الله تعالى عليه انه قال في تفسير الكلي

٢٣١/٥ مكتبة دارالايمان مدينة المنورة



آفر تک جھوٹ ہے اس کا مطالعہ حلال نہیں۔

اور بیشک غلیلی نے ارشاد میں تھوڑے  
تفسیر کے جُز۔ ایسے شمار کئے جن کی سندیں صحیح ہیں اور  
ان کا اکثر بلکہ وہ سب اب نہیں ملتا۔ الہی! تیری  
مدد ہو، مگر چند نقول ان کی متاخرین کی کتابوں میں  
ہیں، ابن تیمیہ نے کہا اور یہ لمبی تفسیریں جن کی  
نسبت لوگوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ  
عنہما سے کی ہے ناپسندیدہ ہیں اور اس کے  
راوی مجہول ہیں جیسے تفسیر جویر بروایت صھاک  
عن ابن عباس الخ۔ اور کہا رہے ابن جریر تو  
انہوں نے صحیح روایتوں کا قصد نہ کیا انہوں نے  
ہر آیت کی تفسیر میں جو کچھ صحیح و سقیم مذکور ہوا روایت  
کر دیا۔ اور مقاتل بن سلیمان کو علماء نے فی فہمہ  
ضعیف بتایا حالانکہ انہوں نے اکابر تابعین  
سے اور امام شافعی سے ملاقات کی یہ اشارہ  
ہے کہ ان کی تفسیر لائق قبول ہے اھ امام سیوطی  
قدس سرہ نے فرمایا اور تفسیر ابن عباس رضی اللہ  
تعالیٰ عنہما کی سب سے کمزور سند کلبی عن ابی صالح  
عن ابن عباس ہے پھر اگر اس کے ساتھ محمد  
بن مروان صدی صغیر کی روایت مل جائے

[illegible]



الصغير فهي سلسلة الكذب وكثيراً ما يخرج منها التعليل والواحدى. ولكن قال ابن عدى فى الكامل للكلبى احاديث صالحة وخاصة عن ابى صالح وهو معروف بالتفسير وليس لاحد تفسير اطول منه ولا اشبه، وبعده مقاتل بن سليمان الا ان الكلبى يفضل عليه لما فى مقاتل من المذاهب الرديئة وطريق الضحاك بن مزاحم عن ابن عباس منقطعة فان الضحاك لم يلقه فان انضم الى ذلك رواية بشر بن عمار عن ابى روق عنه فضيفة لضعف بشر، وقد اخرج من هذه النسخة كثير ابن جرير وابن ابى حاتم وان كان من رواية جوير عن الضحاك فاشد ضعفاً لان جويراً شديداً الضعف متروك الخ قال ورايت عن فضائل الامام الشافعى لابي عبد الله محمد بن احمد بن شاكر القطان انه اخرج بسنده عن طريق بن عبد الحكم قال سمعت الشافعى يقول لم يثبت عن ابن عباس فى التفسير الا شبيهه

توبه جھوٹ کا سلسلہ ہے، اور ایسا بہت ہوتا ہے کہ ثعلبى اور واحدى اس سلسلہ سے روایت کرتے ہیں۔ لیکن ابن عدى نے کامل میں فرمایا کلبى کی احادیث قابل قبول ہیں اور خصوصاً ابو صالح کی روایت سے اور وہ تفسیر کے سبب معروف ہیں اور کسی کی تفسیر ان سے زیادہ طویل اور بھرپور نہیں، اور ان کے بعد مقاتل بن سلیمان ہیں، مگر کلبى کو ان پر اس لئے فضیلت ہے کہ مقاتل کے یہاں ردی خیالات ہیں اور سند ضحاك بن مزاحم عن ابن عباس منقطع ہے اس لئے کہ ضحاك نے ابن عباس سے ملاقات نہ کی پھر اگر اس کے ساتھ روایت بشر بن عمار عن ابى روق مل جائے تو بوجہ ضعف بشر ضعیف ہے، اس نسخہ سے بہت حدیثیں ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے تخریج کیں اور اگر جویر کی کوئی روایت ضحاك سے ہو تو سخت ضعیف ہے اس لئے کہ جویر شدید الضعف متروک ہے، انھوں نے کہا اور میں نے فضائل امام شافعى مصنف ابو عبد الله محمد بن احمد بن شاكر قطان میں دیکھا کہ انھوں نے اپنی سند بطریق ابن عبد الحكم روایت کیا کہ ابن عبد الحكم نے فرمایا میں نے امام شافعى کو فرماتے سنا کہ ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی تفسیر میں تقریباً سو حدیثیں



## بہانہ حدیث

ثابت ہیں۔

میں کہوں گا اور یہ معالم التنزیل ہے جو امام بغوی کی تصنیف ہے، باوصف یہ کہ بہت سی رائج تفسیروں کے مقابل غلیظوں سے محفوظ ہے اور طرفہ حدیث سے قریب ہے بہت ضعیف و شاذ اور وہابی مکرر دایتوں پر مشتمل ہے اور ایسا بہت ہوتا ہے کہ اس کی روایت کی سندیں ان پر دورہ کرتی ہیں جن کا نام ضعیف و جرح کے ساتھ لیا جاتا ہے جیسے تعلبی، واحدی، کلبی، سدی اور مقاتل وغیرہم جن کا ہم نے تم سے بیان کیا اور جن کا بیان نہ کیا تو تمہارا گمان انکے ساتھ کیسا ہے جنہیں علم حدیث کا اہتمام نہیں اور ستھرے کو میلے سے الگ کرنے کی قدرت نہیں جیسے قاضی بیضاوی اور ان کے علاوہ جو بیضاوی کے طریقہ پر چلتے ہیں، تو ان کے پاس ان باطل اقوال کا حال نہ پوچھو جن کے لئے نہ نکام ہے نہ بندش کی رستی، اس خیال کو اپنے سے دور رہنے دو، کاش یہ لوگ اسی پر بس کرتے، مگر ان میں سے کچھ لوگ اس سے آگے بڑھے اور ایسے رستے چلے جو ہلاکتوں کی طرف بھیج کر لے جائیں تو انہوں نے قرآن کی تفسیر میں ایسی باتیں داخل کر دیں جن سے روٹ گئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل انہیں ناپسند کرتے اور کان انہیں بھینکے بیٹھ لے

قلت وهذه معالم التنزيل للإمام  
البغوي مع سلامة حالها بالنسبة إلى  
كثير من التفاسير المتداولة ودونها  
إلى المشرع الحديثي يحتوى على قناطير  
مقنطرة من الضعاف والشواذ والواهيات  
المنكرة وكثيرا ما تدور أسانيدنا على هؤلاء  
المذكورين بالضعف والجرح  
كالعلبي والواحدى والكلبى والسدى  
ومقاتل وغيرهم ممن قصصنا  
عليك أولم نقصص فما ظنك  
بالذين لا اعتناء لهم بعلم الحديث  
ولا اقتدار على نقد الطيب من  
الخبث كالقاضي البيضاوى وغيره ممن  
يخذو وحذوه، فلا تسئل عما عندهم  
من باطل لا نمام لها ولا خطام دع  
عنك هذا أيا ليتهم اقتصروا على ذلك  
لكن بعضهم تعدوا ما هنالك وسلكوا  
مسالك تجبر إلى مهالك فادلجوا  
في تفسير القرأت ما تقف  
له الشعور وتنكرة القلوب وتمجه  
الأذان اذ قرروا وقصصوا  
الأنبياء الكرام والملئكة العظام  
عليهم الصلوة والسلام

له الاتقان في علوم القرآن النوع الثامن

دار الكتاب العربی بیروت

۴۴۲/۲



انبیاء کرام و ملائکہ عظام کے قصوں میں ایسی باتوں کو مقرر رکھا جن سے اس کی عصمت نہیں رہتی اور جاہلوں کے دل میں ان کی عظمت کم ہو جاتی ہے یا زائل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ یہ بات آدمؑ حوا و داؤد و اوریہ اور سلیمان اور ان کی کرسی پر پڑے ہوئے جسم اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تلاوت کے دوران شیطان کے القار او غرائق علی کے واقعات اور ہاروت و ماروت اور بابل کا ماجرا کا مطالعہ کرنے والے پر ظاہر ہے تو اللہ ہی کی پناہ اور اسی سے انکی شکایت ہے تو ان کو ان باتوں سے وہ مرض لگا جو مصنفین واقعات سیرت و مغازی کو صحابہ کے اختلافات کو نقل کرنے سے لگا اس لئے کہ بہت باتیں دین کے مخالف اور ایمان کو کمزور کرنے والی ان لوگوں سے ظاہر ہوئیں اور فساد پر فساد اور خطاؤں پر خطائیں یوں بڑھ گئیں کہ ان لوگوں کے کلام کی اطلاع کچھ ان لوگوں کو ہو گئی جن کے پاس نہ کچھ بچا کچھا علم تھا نہ عقل کی پختگی، تو وہ خود گمراہ ہوئے اور اوروں کو گمراہ کیا یا تو ان کے کلمات سے دھوکا کھا کر اس کے وبال شدید و سخت عذاب سے بے خبری میں یا ظلم و سرکشی کی وجہ سے اس لئے کہ ان باتوں سے انہیں اس کے اظہار کی جرأت ہوئی جو انبیاء کی تنقیص اور ادنیٰ کی تفسیق ان کے دل میں تھی تو اس پر بڑے گزرے اور چھوٹے پروان چڑھے اور یہ

بما ینقص عصمتہم و ینقص او ینزیل عن قلوب الجہال عظمتہم کما ینظہر علی ذلک من راجع قصۃ آدم وحواء و داؤد و اوریہ و سلیمان و الجسد الملقی و الالقاء فی الامنیۃ و الغرائق العلی و ہاروت و ماروت و ما بابل جری فی اللہ التعوذ و الیہ المشتکی فاصابہم فی ذلک ما اصاب اهل السیر و الملاحم فی نقل مشاجرات الصحابة، اذ جاء کثیر منها مناقضاً للدين و موہناً للیقین و اذ اردخنا علی وخن و ہنات علی ہنات ان اطلع علی کلامہم بعض من لیس عندہ اشارۃ من علم و لامتانة من حلم فضل و اُضل اما اغتراراً بکلماتہم جہلاً منہ بما فیہ من الوبال البعید و النکال الشدید و اما ظلماً و علواً لا حیتراراً بذلک علی ابانۃ ما فی قلبہ المرض من تنقیص الانبیاء و تفسیق الاولیاء فمضی علیہ اکبیر و نشاء علیہ الصغیر



فاختل دين كثير من الناقصين وصاروا  
 شراً من العوام العامين اذ لم يقدروا على  
 مطالعتها فنجوا عن فتنتها وقد بذل  
 علماءنا النصيح للثقلين فشدوا النكير  
 على كلا الفريقين اعنى التفاسير الواهية  
 والبير الداهية فاعلنوا انكارها وبتوا اعوارها  
 كالقاصص في الشفاء والقارى  
 في الشرح والخفاجي في  
 النسيم والقسطلاف في المواهب  
 والزرقات في الشرح والشيخ  
 في المدارج وغيرهم في غيرها  
 رحمة الله عليهم اجمعين والحمد  
 لله رب العالمين ولقد انزل  
 القول ابوحيات اذ قال كما  
 نقل الامام السيوطي ان المفسرين  
 ذكروا ما لا يصح من اسباب  
 نزول واحاديث في الفضائل و  
 حكايات لا تناسب وتواريخ اسرائيلية  
 ولا ينبغي ذكرها في علم  
 التفسير انتهى ، واعلم ان هناك  
 اقواما يعتريهم نزعة فلسفية لما افنوا  
 عندهم فيها وظنوها شيئاً شهياً  
 فيولعون بابتداء احتمالات

عامی لوگوں سے بدتر ہو گئے  
 کہ عامیوں کو ان کتابوں کے مطالعہ کی  
 قدرت نہ تھی تو وہ ان کے فتنہ سے بچے رہے اور  
 بے شک ہمارے علمائے دونوں فریقوں کو بھرپور  
 نصیحت کی چنانچہ انھوں نے دونوں فریقوں کی  
 سخت مذمت کی یعنی وہی تفاسیر اور سیرت  
 کی ناپسندیدہ کتابوں کی تو انھوں نے ان کتابوں کا  
 ناپسندیدہ ہونا ظاہر کیا اور ان کا عیب کھولا جیسے  
 علامہ قاضی عیاض نے شفا میں اور علامہ خفاجی  
 نے نسیم الریاض میں اور علامہ قسطلافی نے مواہب  
 میں اور علامہ زرقانی نے اسکی شرح میں اور علامہ قاری  
 نے شرح شفا میں اور شیخ (محقق عبدالحی محمد شہ  
 دہلوی) نے مدارج میں اور دوسروں نے دوسری  
 تصانیف میں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین والحمد للہ رب  
 العلمین ، اور یقیناً ابوحیان نے بات کو سہل و نرم  
 کیا کہ انھوں نے کہا جیسا کہ امام سیوطی نے نقل  
 کیا کہ مفسرین نے ایسے اسباب نزول اور فضائل  
 میں وہ حدیثیں ثابت نہیں اور نامناسب حکایات  
 اور تواریخ اسرائیلی کو ذکر کیا ہے حالانکہ اس کا ذکر  
 تفسیر میں مناسب نہیں اور تم جان لو کہ اس جگہ  
 کچھ لوگ ایسے ہیں جنھیں فلسفی و سوسے آتے ہیں  
 اس لئے کہ انھوں نے اپنی عمر اس میں فنا کی  
 اور اسے مرغوب شے گمان کیا تو ان کو دور از کار



احتمالوں کو ظاہر کرنے کی لت ہے اگرچہ ان میں شیرینی ہو نہ ان پر رونق ہو، یہاں تک کہ کسی نے قول باری تعالیٰ وانشق القسم (اور چنانہ شق ہو گیا) کی تفسیر میں وہ بات ذکر کی جس سے جاہل نصرانی اور دوسرے وہ لوگ جو ایمان میں ثابت نہیں اس لئے زبان سے کلمہ اسلام پڑھتے ہیں حالانکہ ان کے دلوں میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عداوت اور ان کے معجزات کے انکار کے بڑے پہاڑ ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون (ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہمیں اسی کی طرف پھرنا ہے) یہی سبب تھا کہ سیوطی اس درجہ عاجز ہوئے کہ تمام تفسیروں سے بیزاری فرمائی اور صرف تفسیر ابن جریر کی طرف رہنمائی پر بس کیا جیسا کہ اس کی حکایت گزری جس طرح ذہبی سیرت اور تاریخ کی اکثر کتابوں کی بے شرمی سے پریشان ہوئے تو انھوں نے اول سے آخر تک سب کو چھوڑا اور دلائل بیہقی پر مطمئن ہوئے اور فرمایا وہ سراسر نور ہے، اور یہ شدید فتنہ اور ہمہ گیر بلا بہت سے متاخر متکلمین کی طرف سرایت کر گئی (جن کی زیادہ توجہ غبیث فلسفہ پر تھی) اور انھوں نے فن حدیث میں بصیرت حاصل نہ کی یہاں تک کہ یہ لوگ کچھ مسائل میں چہ جائیکہ دلائل میں باتیں ذکر کرتے ہیں جو باتیں سنت سے نہیں رہ گیا

بعیدۃ ولولم یکن فیہا حلاوۃ  
ولا علیہا طلاوۃ حتی ذکر بعضہم فی  
قولہ تعالیٰ "وانشق القسم"  
ما تعلقت بہ جہلۃ النصاری  
واخرون ممن یتدلج الجون فی  
الایمان فیلہجون بکلمۃ الاسلام  
وفی قلوبہم من بغض النبی صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم وانکار معجزاتہ  
جبال عظام فان اللہ وانا الیہ راجعون  
هذا الذی اعیى السیوطی حتی تبرأ  
عنہا کلہا واقصر علی الامر شاد  
الح تفسیر ابن جریر کما  
صرقلہ کما تضجر الذہبی عن  
خلاعة اکثر السیرو والتواریخ  
فعافہا عن اخرہا واطمأنت  
الح دلائل البیہقی قائلانہ  
النور کله وقد دبت ہذہ  
الفتنۃ الصماء والبلیۃ العمیاء  
الح کثیر من متاخری المتکلمین  
الذین اشتد عنایتہم بالتفلسف  
النجیث ولم یحصلوا بصیرۃ فی صناعۃ الحدیث  
حتی انہم یدکرون فی بعض المسائل فضلاعن  
الدلائل ما لیس من السنۃ فی شئ واما



ما بینہم من قیل وقال وكثرة السؤال و  
الشبه والمجدال  
فكن حذراً ولا تسئل عن الخير او على الله  
الشكوى۔

فلقد بلغ الامر الى ان الناظر في تلك  
الكتب لا يكاد يعرف ان هذا ما  
جاء به ارسطو و افلاطون او ما جاء  
به محمد رسول الله صلى الله تعالى  
عليه وسلم وقد ثقل صنيعهم  
هذا على العلماء المحتمنين  
للدین ان الامام العامل بعلمه سیدی  
الشیخ المحقق لما رأى ذلك منهم  
في مسألة المعراج لم يمالك نفسه ان  
اغلف القول فيهم الى ما هم ان سماهم ضالین  
مضلین ولم یکن بداعاً في ذلك بل سبقه في اقامة  
الطامة الكبرى عليهم ائمه تشار  
اليهم بالبنان وتقوم بهم اسكان  
الايمان كما فصله الملا على القاری  
في شرح الفقه الاکبر ان شئت  
فطالع فانك اذا رأيت ثم رأيت  
عجبا کبیراً ومن هذا القبیل  
ما ذکره بعضهم في مشاجرات  
الصحابه رضی الله تعالی عنهم  
اذ نسب القول بتفسيق کثیر منهم  
حتى بعض العشرة المبشرة ایضاً

جو کچھ ان کے درمیان قیل و قال اور کثرت سوال  
شبهات وجدال ہیں۔

ان سے بہت ڈرتے رہو اور ان کی حالت پوچھو  
آہ اللہ ہی سے فریاد ہے۔

اس لئے کہ نوبت یہاں پہنچی کہ ان کتابوں کو دیکھنے والا  
یہ جانتا ہوا نہیں لگتا ہے کہ یہ بات ارسطو اور  
افلاطون لائے یا یہ وہ ہے جسے محمد رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لائے اور ان کا  
یہ معاملہ دین کے لئے حجت والے علماء پر  
شاق گزرا یہاں تک کہ امام عالم باعمل  
سیدی شیخ محقق (عبدالحی محدث دہلوی) نے  
مسئلہ معراج میں جب ان کی یہ روش دیکھی تو  
انہیں اپنے اوپر قابو نہ رہا انہوں نے ان لوگوں کے  
بابت سخت کلام فرمایا یہاں تک کہ انہیں گمراہ و  
گمراہ گرد نام دیا اور اس میں وہ نت نئے  
نہیں بلکہ ان سے پہلے ان پر قیامت کبریٰ ان  
پیشواؤں نے قائم کی جن کی طرف انگلیاں اٹھتی ہیں  
اور جن سے ایمان کے ستون قائم ہیں جیسا کہ  
ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں اس کو مفصل  
بیان فرمایا ہے تم چاہو تو اس کا مطالعہ کرو اس  
لئے کہ جب تم اس مقام کو دیکھو گے تو بڑی عجیب  
بات دیکھو گے، اور اسی قبیل سے وہ ہے جو  
بعض لوگوں نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے  
اختلافات میں ذکر کیا ہے کہ انہوں نے بہت  
صحابہ کے یہاں تک کہ دس صحابہ فزودہ یا فنگان



جنت میں سے کچھ کے فسق کا قول بہت سُنی علماء کی طرف غصوبہ کیا حالانکہ انہوں نے قطعاً خدا کی قسم یہ بات نہ کہی نہ کسی کے لئے روارکھی تو حق یہ ہے کہ دین کا نظام تو حدیث سے ہے اور حدیث سے فقیہ کے سوا سب کو مگر اہی کا اندیشہ ہے اور فقہ اثبات شبہات اور نادان عقل کو حاکم بنا کر حاصل نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب مسلمانوں کو جہل کی شر اور علم کی شر سے بچائے اس لئے کہ علم کی شر بہت سخت اور بہت تلخ ہے اور برائی سے پھرنا اور نیکی کی قدرت اللہ ہی سے ہے جو غلبے والا حکمت والا ہے اور ہم نے اس مقام میں کلام طویل سنت کی حفاظت کے لئے اور اس بات کی کراہیت کے سبب کیا کہ فتنے مسلمانوں میں رواج پائیں یا دین کی طرف چلے آئیں تو ایمان بگڑ جائے، سُنا ہے تو اس کو مضبوطی سے پکڑ لو کہ نصیحت پکڑنے والا گمراہ نہیں ہوتا، اور خبردار اس کی مخالفت نہ کرنا اگرچہ فتویٰ دینے والے فتویٰ دیں۔

### ضروری تنبیہ : میں تمہیں اللہ

کی پناہ میں دیتا ہوں اس بات سے کہ تمہیں وہم اس بات سے ڈگمگا دے جو ہم نے تم پر القاء کیا، تو تم ہم پر اس سے جُدا بات کا بہتان باندھو یا فہم کی کمی یہ وسوسہ ڈالے کہ ہم تفسیر کی پرواہ نہیں کرتے اور

الى كثير من اهل السنة والجماعة وهم والله ما قالوا ولا اذنوا فالحق ان الدين لا يقوم الا بالحديث والحديث مضلة الا للفقهاء والفقهاء لا يحصل بالتباعد الشبه وتحكيم العقل السفيه نجانا الله والمسلمين عن شر الجاهل و شر العلم فان شر العلم ادهى وأمر ولا حول ولا قوة الا بالله العزيز الحكيم وانما اطينا الكلام في هذا المقام خوفاً على السنن وكرهاة للفتن ان تروج على المؤمنين او ترعع الى الدين فيفسد اليقين الا فعض عليه بالتواجد فالنصيح غير مفتون و اياك ان تخالفه وان افك المفنون .

### ایقاظمہم اعیذک باللہ

ان لیستفزک الوہم عن الذی القینا علیک فتفتزع علینا غیرہ او یوسوسک قلة الفہم انالانکثر للتفسیر ولا تلحق له

اسی کا ہمیں کوئی خیال نہیں اور ہم اس کی اچھی بات بھی نہیں مانتے، مقصد صرف اتنا ہے کہ اکثر کتب متداولہ ذیل سے محفوظ نہیں اور وہ ہر صحیح و سقیم قول کو اکٹھا کرتی ہیں تو ان کتابوں میں کسی قول کی مجرد حکایت اس کو مان لینا واجب نہیں کرتی اور پرکھنے والوں کو کھوٹے کی پرکھ سے نہیں روکتی تو یہ ان کتابوں کا حال ہمارے نزدیک حدیث کی اکثر کتابوں سے زیادہ بُرا نہیں اس لئے کہ ہم ان کے ساتھ کبھی کسی قول کو چھوڑنے اور کبھی کسی کو حجت بنانے کا معاملہ کرتے ہیں یوں کہ ہمیں معلوم ہے کہ یہ ہر گھاٹ پر اترتی ہیں تو کبھی میٹھا پانی اٹھا لیتی ہیں اور کبھی سخت کھاری پانی جس سے منہ جل جائے لاتی ہیں، بالجلہ مدارِ کار حدیث کی نفاخت (پاکیزگی) سند و متن کے لحاظ سے ہے تو جہاں کہیں ہم میٹھا پھل پائیں گے اسے چن لیں گے اگرچہ وہ کسی خراب جگہ کا ہو اور جہاں کہیں کڑوا پھل دیکھیں تو اس کو چھوڑ دیں گے اگرچہ شہد کی نہر میں اگا ہو۔

اور یقیناً تمہیں معلوم ہے کہ اس کے علاج مرض کا بیشتر حصہ تفاسیر میں جہالت سند کے دروازہ سے گھسا اور ایسے مقامات میں جب سند معروف نہ ہو مالِ کار بات کو پرکھنا ہے تو جو بات نصوص سے کرا تی اور منصوص کو رد کرتی ہو یا اس میں رُسل و انبیاء کی تنقیص ہو یا اور کوئی بات جو قابلِ قبول نہ ہو ہم جان لیں گے کہ یہ قول دھودینے کے قابل ہے اور اگر

بالأولاً نسلم له خيرة وانما المعنى أن غالب الزبر المتداول لا تسلم من الدخيل وتجمع من الأقوال كل صحيح و عليل فمجرد حکایتها لا یوجب التسليم ولا یصد الناقد عن نقد السقیم فما هی عندنا أسوء حالا من اکثر کتب الاحادیث اذ نعاملها مرة بالترك ومرة بالاحتجاج لما نعلم انها ترد كل مورد فتحمل تامة عذبا فراتا و تاق مرة بملح احجاج، و بالجمله فالامر يدور على نظافة الحديث سندا و متنا فاینها وجدنا الرطب اجتنبنا وان كان فی منابت الحنظل و حیثما رأینا الحنظل اجتنبنا وان ثبت فی مسیل العسل۔

ولقد علمت أن اکثر هذا الداء العضال انما دخل التفاسیر من باب الاعضال و فی امثال تلك المحال اذا لم يعرف السند یؤل الاموالی نقد المقال فما كان منها یناضل النصوص و یرد المنصوص او فیہ اذراء بالرسول والانبیاء او غیر ذلك مما لا یحتمل علمنا انه قول مغسول



وان كان بريئاً من الآفات نقياً من  
الغاهات قبلناه على تفاوت عظيم  
بين قبول وقبول وليس هذا من  
باب ما نهيناه عنه من الاجترار على  
التفسير بالآراء و معاذ الله ان  
نجترع عليه فان علم التفسير  
اشد عسير ويحتاج فيه الى ما  
ليس بحاصل ولا ميسر كما قد  
فصل بعضه العلامة السيوطي  
رحمة الله تعالى عليه وكذلك اذا اتانا  
منها ما فيه العدول عن ظاهر  
المدلول فصح ذلك عن لا يسعنا  
خلافه او كلنت هناك خلة لا تنسد  
الا به تعين القبول والا فدلالة  
كلام الله تبارك وتعالى احق بالتعويل من قال  
وقيل هذا الذي قصد فلا تنقص ولا تزد.  
قال الامام السيوطي قال بعضهم  
في جواز تفسير القرأت بمقتضى  
اللغة روايتان عن احمد و قيل  
الكراهة تحمل على صرف  
الاية عن ظاهرها الى معان خارجة  
محتملة يبدل عليها القليل  
من كلام العرب ولا يوجد غالباً الا في  
الشعر ونحوه و يكثر المتبادر  
خلافها اهـ.

اور اگر خرابیوں سے بری، علتوں سے پاک ہو ہم  
اسے قبول کر لیں گے یا جو دیگر اسے قبول کرنے میں دوسرے قول کو قبول کرنے  
میں عظیم تفاوت ہے اور یہ تفسیر بالرائے کے  
باب سے نہیں ہے جس سے ہمیں روکا گیا اور  
اللہ کی پناہ اس سے کہ ہم اس پر جرأت  
کریں اس لئے کہ علم تفسیر سخت دشوار ہے اور اس  
میں اس کی حاجت ہے جو ہمیں حاصل نہیں اور اس  
کا حاصل ہونا آسان ہے جیسا کہ ان علوم ضروری میں  
سے بعض کی تفصیل علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ  
نے فرمائی ہے اور یونہی جب ہمیں ان میں کوئی قول ایسا  
پہنچے جس میں ظاہر معنی سے عدول ہو اور وہ اس سے  
ثابت ہو جس کا خلاف ہمیں نہیں پہنچتا یا کوئی حاجت  
ہو جو ظاہر سے عدول کے بغیر پوری نہ ہو تو اسے  
قبول کرنا متعین ہے ورنہ کلام الہی کی دلالت  
قلیل و قال سے اعتماد کی زیادہ حقدار ہے یہی ہمارا  
مقصود ہے تو اس سے نہ کم کرو نہ زیادہ۔

امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا بعض علماء  
نے فرمایا کہ مقتضائے لغت کے مطابق قرآن کی  
تفسیر کے جواز میں امام احمد سے دو روایتیں ہیں  
اور کچھ کا قول یہ ہے کہ کراہت اس پر محمول ہے کہ  
آیت کو اس کے ظاہری معنی سے پھیر کر ایسے معانی  
خارجہ محتملہ پر محمول کرے جن پر قلیل کلام عرب دلالت  
کرتا ہو اور وہ غالباً اور اس کے مثل کلام کے سوا  
عام بول چال میں نہ پائے جائیں اور ذہن کا  
تبادر اس کے خلاف ہوا۔

لے الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الکتب العربیہ بیروت ۴/۴۴۴



المقدمة الثالثة كثيراً  
ما ترى المفسرين يذكر بعضهم  
تحت الآية وجهاً من التاويل  
والبعض الآخرون وجهاً آخر بما جمعوا  
وجوها كثيرة وغالبه ليس من باب الاختلاف

اور فرمایا: علماء کا قول ہے کہ مفسر پر واجب ہے کہ وہ تفسیر میں یہ تجویز کرے کہ تفسیر لفظ مفسر کے مطابق ہو اور اس سے کم کرنے سے بچے جس کی حاجت توضیح مراد کے لئے ہو اور ایسے لفظ کو زیادہ کرنے سے احتراز کرے جو مقصد کے مناسب نہ ہو، اور اس بات کی احتیاط رکھے کہ تفسیر میں معنی سے انحراف اور اس کی راہ سے عدول نہ ہو، اور اس پر لازم ہے کہ معنی حقیقی و مجازی کی رعایت کرے اور ترکیب اور اس غرض کی جس کے لئے کلام ذکر کیا گیا رعایت رکھے۔

مقدمہ سوم مفسرین کو تم بہت  
دیکھو گے کہ ان میں سے کوئی آیت کے تحت  
کوئی وجہ تاویل ذکر کرتا ہے اور بعض دوسرے  
دوسری وجہ ذکر کرتے ہیں اور کبھی بہت سی وجہ  
جمع کر دیتے ہیں اور بیشتر وجہ اختلاف و تردید کے



او التردد المانع عن التمسك بأحدها  
 لا سيما الاظهر الانور منها وانما هو  
 تفنن في المرام او بيان لبعض ما ينظمه  
 الكلام وذلك ان القراءات ذو  
 وجوه وفنوت و لكل حرف  
 منه غصوت وشجوت و  
 له عجائب لا تنقضي و معان  
 تمد ولا تنتهي فجاز الاحتجاج  
 به على كل وجوه و  
 هذا من اعظم نعم الله سبحانه  
 وتعالى علينا ومن ابلغ  
 وجوه اعجاز القراءات ولو  
 كان الامر على خلاف ذلك لعادت  
 النعمة بلية والاعجاز عجزا والعياذ  
 بالله تعالى وقد وصف الله سبحانه وتعالى  
 القرآن بالمبين فليس تنوع معانيه  
 كذبذب المحتملات في كلام مبهم  
 مختلط لا يستبين المراد منه، ولقد  
 قال الله تبارك وتعالى قل لو كان البحر مداخا  
 لكلمات ربي لنفد البحر قبل ان تنفذ كلمات  
 ربي ولو جئنا بمثله مددا - وقال  
 رسول الله صلى الله تعالى عليه  
 وسلم على ما اخرج ابو نعيم وغيره

باب سے نہیں جس میں سے کسی کو اخذ کرنا دوسری سے  
 تمسک کا مانع ہو خصوصاً ان میں جو ظاہر تر اور  
 روشن تر ہو بلکہ یہ وجہ بیان مقصد میں تفنن عبارت  
 ہے یا کلام جن وجوہ کو شامل ہے اس میں سے کچھ  
 کو بیان کر دینا ہے اور یہ اس لئے کہ قرآن  
 مختلف وجوہ رکھتا ہے اور اس کے ہر لفظ کے  
 متعدد معانی ہیں اور اس کے عجائب ختم نہیں  
 ہوتے اور معانی بڑھتے ہیں اور کسی حد پر نہیں جھٹکتے،  
 لہذا اس کی تمام وجوہ کو حجت بنانا جائز ہے اور  
 یہ ہمارے لئے اللہ کی بڑی نعمتوں میں سے ایک  
 ہے اور قرآن کے اعجاز کے اسباب بلیغہ سے  
 ایک سبب ہے، اور اگر معاملہ اس کے برخلاف  
 ہوتا تو نعمت مصیبت ہو جاتی اور اعجاز عجز  
 ہو جاتا والعیاذ باللہ تعالیٰ، اور اللہ تعالیٰ  
 نے قرآن کا وصف مبین فرمایا ہے تو اس کے معانی  
 کا قسم قسم ہونا کلام مبہم میں جس کی مراد ظاہر ہو  
 محتملات کے تردد کی طرح نہیں اور یقیناً اللہ تبارک  
 تعالیٰ فرماتا ہے، اے محبوب! تم فرماؤ اگر سمندر  
 میرے رب کی باتوں کے لئے روشنائی ہو جائے  
 تو سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم  
 نہ ہوں گی اگرچہ ہم اس جیسا اور اس کی مدد  
 کو لے آئیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
 وسلم نے فرمایا جیسا کہ ابو نعیم وغیرہ نے حضرت



ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا  
قرآن نرم و آسان ہے مختلف وجوہ والا ہے  
تو اسے اس کی سب سے اچھی وجہ پر محمول کرو۔  
اور سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
نے فرمایا جیسا کہ ابن ابی حاتم نے ان سے روایت کی  
قرآن مختلف معانی و مطالب اور نظا ہری و باطنی  
پہلو رکھتا ہے، اس کے عجائب بے انتہا ہیں اس کی  
بلندی تک رسائی نہیں (الحديث)۔

سیوطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ابن سبع نے شفاء الصدور میں فرمایا کہ ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ آدمی اس وقت تک کامل فقیہ نہیں ہوتا جب تک کہ قرآن کے مختلف وجوہ نہ جان لے، اور بعض علماء کا قول ہے کہ ہر آیت کے ساٹھ ہزار مفہوم ہیں اور امام بوصیری کی خوبی اللہ ہی کے لئے ہے کہ وہ فرماتے ہیں قرآنی آیات کے وہ معانی کثیر ہیں جیسے سمندر کی موج افزائش میں۔ اور وہ حسن و قیمت میں سمندر کے گہر سے بڑھ کر ہیں تو ان کی تلوں کے عجائب کی نہ گنتی ہو سکے نہ شمار میں آئیں، اور اس کثرت کے باوجود ان سے اکتانے کا معاملہ نہیں کیا جاتا۔

لها معان كموج البحر في مدد  
وفوق جوهرة في الحسن والقيم  
فلا تعد ولا تحصى عجائبها  
ولا تسام على الاكثار بالسام

[illegible]



اب بھدا اللہ ثابت ہوا کہ اس قرآن کا کوئی  
معنی دوسرے کے متافی نہیں اور کوئی وجہ دوسری جو کہ  
چھوڑ دینا واجب نہیں کرتی اسی وجہ سے  
تم دیکھو گے کہ علماء ایک تاویل پر بنائے دلیل  
رکھتے ہیں اور اس بات سے باز نہیں رکھتا انھیں  
ان کا یہ علم کہ اس جگہ دوسری وجہ بھی جن کو ان کے  
مقصد سے تعلق نہیں اور کا ہے کو  
باز رکھے حالانکہ انھیں خبر ہے کہ قرآن اپنی تمام  
وجہ پر حجت ہے اور یہ اختلاف وجہ تو محض  
تفہن کلام و تلون عبارت ہے۔ یہیں خبر دی  
مولیٰ سراج نے مفتی جمال سے انھوں نے سند  
سندی سے انھوں نے شیخ صالح سے انھوں  
نے محمد بن السنہ اور سلیمان درعی سے انھوں  
نے شریف محمد بن عبد اللہ سے انھوں نے سراج  
بن الالحجائی سے انھوں نے بدر کرخی و شمس علقمی  
سے، ان سب نے جلال الملہ والدین سیوطی  
سے روایت کی کہ انھوں نے اتقان میں ابن تیمیہ  
سے نقل فرمایا کہ تفسیر میں سلف کے درمیان  
اختلاف کم ہے اور اکثر اختلاف جو سلف سے  
ثابت ہے اختلاف طرز تعبیر کی طرف لوٹا ہے  
متضاد باتوں کا اختلاف نہیں اور یہ (تعبیروں  
کا اختلاف) دو صنف ہے:  
ان میں سے ایک صنف یہ کہ ان  
لوگوں میں سے کوئی اپنی مراد کی تعبیر ایک عبارت  
سے کرے جو اس کے ساتھی کی عبارت سے  
جدا گانہ ہو اور معنی ایک ہو جیسے علماء نے

ثبت بحمد اللہ ان بعض معانیہ  
لاینا فی بعضا ولا یوجب وجہ لوجہ  
سرفضا من جراء هذا تری  
العلماء لمریزالو محتجین علم  
احد التاویلات ولم یمنعہم عن  
ذلك علمہم بان هناك وجوہا  
اخر لا تعلق لہا بالمقام و علام  
کانت یصدہم وقد علموا ان  
القرآن حجة بوجوہہ جمیعہ  
ولیس هذا الا تفتنا وتنویعاً هذا  
هو الاصل العظیم الذی یجب  
المحافظة علیہ انبأنا المولی السراج عن  
المفتی الجمال عن السند السندی عن الشیخ  
صالح عن محمد بن السنہ و سلیمان الدرعی  
عن الشریف محمد بن عبد اللہ عن السراج  
بن الالحجائی عن البدر کرخی و الشمس  
علقمی کلہم عن الامام جلال الملہ و  
الدین السیوطی قال فی الاتقان ناقلاً عن  
ابن تیمیۃ الخلاف بین السلف فی التفسیر  
قلیل وغالب ما یصح عنہم من الخلاف  
یرجع الی اختلاف تنوع لا اختلاف تضاد۔ و  
ذلك صنفان

احد ہما ان یعبّر و  
احد منہم عن المراد بعبارة غیر عبارة  
صاحبہ تدل علی معنی فی المسمی  
غیر المعنی الاخر مع اتحاد المسمی



الصراط المستقیم کی تفسیر کسی نے قرآن کہا  
یعنی قرآن کی پیروی اور کسی نے اسلام تو یہ دونوں  
قول ایک دوسرے کے موافق ہیں اس لئے کہ  
دین اسلام تو قرآن کی پیروی ہے۔ لیکن ان دونوں  
نے ایک دوسرے کے وصف سے جہاں ایک  
وصف پر متنبہ کیا جیسے کہ لفظ صراط تیسرے  
وصف کی خبر دیتا ہے اسی طرح اس کی بات  
جس نے یہ کہا تھا کہ صراط مستقیم مسک المہنت  
جماعت ہے اور اس کی بات جس نے کہا کہ وہ  
طریق بندگی ہے اور اس کا قول جو بولا کہ وہ اللہ  
و رسول (جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)  
کی اطاعت ہے اور جیسے اس طرح کے دوسرے  
اقوال اس لئے کہ ان سب نے ایک ذات کی  
طرف رہنمائی کی لیکن ہر ایک نے اس کی ایک  
صفت اس کی صفات سے بیان کر دی۔

دوسری صنف یہ ہے کہ ہر عالم لفظ عام  
کی کوئی قسم مثال کے اوپر ذکر کرے اور مخاطب  
کو اس نوع پر متنبہ کرے اور اس نوع کو ذکر  
کرنا ذات اس کے عموم و خصوص میں ذات کی  
حد تمام و تعریف تمام کے طور پر نہ ہو اس کی  
مثال وہ جو اللہ تعالیٰ کے قول ثم اور ثنا  
الکتاب الذین اصطفینا الا یہ کی تفسیر میں  
منقول ہوا اس لئے کہ معلوم ہے کہ اپنے نفس  
پر ظلم کرنے والا اس کو شامل ہے جو واجبات  
کو ضائع کرے اور محرمات کو توڑے اور مقتصد

کتفسیرہم "الصراط المستقیم" بعض  
بالقرآن أعب اتباعہ و بعض بالاسلام  
فالقولان متفقان لأن دین الاسلام  
هو اتباع القرأت، ولكن كل  
منها نبه على وصف غير الوصف الآخر  
كما ان لفظ الصراط يشعر بوصف  
ثالث، وكذلك قول من قال هو  
السنة والجماعة وقول من قال  
هو طريق العبودية وقول من  
قال هو طاعة الله ورسوله و  
أمثال ذلك فهم لاء كلهم اشاروا  
الى ذات واحدة ولكن وصفها  
كل منهم بصفة من  
صفاتها

الثاني ان يذكر كل منهم  
من الاسم العام بعض انواعه  
على سبيل التمثيل وتنبيه  
الستمع على النوع، لا على سبيل  
الحد المطابق للمحدود في عمومته و  
خصوصته مثاله ما نقل في قوله تعالى  
"ثم اورثنا الكتاب الذین اصطفینا الا یہ"  
فمعلوم أن الظالم لنفسه يتناول  
المضیع للواجبات والمنتهك للحرمت  
والمقتصد يتناول فاعل



واجبات کی تعمیل اور محرمات کو ترک کرنے والے کو شامل ہے اور سابق میں وہ داخل ہے جو سبقت کرے تو واجبات کے ساتھ حسنات سے اللہ کی قربت حاصل کرے تو مقصد لوگ دہنے ہاتھ والے ہیں اور سابق سابق ہیں وہی اللہ کے مقرب ہیں پھر ان میں سے ہر عالم اس مثال کو انوار عبادات میں سے کسی قسم میں ذکر کرتا ہے جیسے کسی نے کہا، سابق وہ ہے جو اول وقت میں نماز پڑھے اور مقصد وہ ہے جو درمیان وقت میں پڑھے اور ظالم وہ ہے جو عصر کو سورج زرد ہونے تک مؤخر کر دے۔ اور کوئی کہے، سابق وہ ہے جو صدقہ نفل زکوٰۃ کے ساتھ دے کر نیکی کرے، اور مقصد وہ ہے جو صرف زکوٰۃ فرض دے، اور ظالم وہ ہے جو زکوٰۃ نہ دے۔

اور سیوطی نے زرکشی سے نقل کیا بسا اوقات علمائے مختلف عبارات منقول ہوتی ہیں جو فہم نہیں رکھتے یہ گمان کرتا ہے کہ یہ اختلاف حقیقی ہے تو وہ اس کو کبھی قول بنا کر حکایت کرتا ہے حالانکہ بات یوں نہیں، بلکہ ہوتا یہ ہے کہ ہر عالم آیت کا ایک معنی ذکر کرتا ہے اس لئے کہ وہ اس کے نزدیک ظاہر تر یا حال سائل کے زیادہ شایاں ہوتا ہے اور کبھی کوئی عالم شے کا لازم یا اس کی نظیر بتاتا ہے اور دوسرا اس کا مقصود

الواجبات وتارك المحرمات، و السابق يدخل فيه من سبق فقرب بالحسنات مع الواجبات فالمقصد واصحاب اليمين والسابقون السابقون اولئك المقربون، ثم ان كلا منهم يذكر هذا في نوع من انواع الطاعات كقول القائل السابق الذي يصلي في اول الوقت، و المقصد الذي يصلي في اثنا عشر والظالم لنفسه الذي يؤخر العصر الى الاصفرار او يقول السابق المحسن بالصدقة مع الزكاة، و المقصد الذي يؤدى الزكاة المفروضة فقط، والظالم مائع الزكاة اهـ۔

وعن الزركشى "ربما يحكى عنهم عبارات مختلفة الالفاظ فيظن من لا فهم عنده ان ذلك اختلاف محقق فيحكيه اقوالاً، و ليس كذلك بل يكون كل واحد منهم ذكر معنى من الآية لكونه اظهر عنده أو اليق بحال السائل وقد يكون بعضهم يخبر عن الشئ بلازمه ونظيره والاخر بمقصوده

وٹمرہ بتاتا ہے اور اکثر سب کا بیان ایک ہی معنی کی طرف لوٹتا ہے الخ۔

اور سیوطی علیہ الرحمۃ نے بغوی و کواشی وغیرہا سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا کہ تاویل براہ استنباط آیت کو ایسے معنی کی طرف پھیرنا ہے جو اس کی اگلی آمد کھلی آیت کے موافق ہو، اور آیت اس کا احتمال رکھتی ہو، اور وہ معنی کتابی سنت کے مخالف ہو، ایسی تاویل ان لوگوں کو منع نہیں تھیں تفسیر کا علم ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کے قول "انفسوا خفا واثقلا" (یعنی کوچ کرو ہلکی جان سے چاہے بھاری دل سے) میں کسی نے کہا: بڑھے اور جوان۔ اور کسی نے کہا: غنی و فقیر۔ اور کسی کا قول ہے: شادی شدہ اور مجرد۔ اور کسی کا قول ہے: چست و سست۔ اور کسی نے کہا: صحت مند و بیمار (یعنی یہ سب کوچ کریں) اور یہ تمام وجوہ بنتی ہیں اور آیت سب کی مختل ہے اور یہ فصل وسیع و عریض ہے اگر ہم اس میں مفصل کلام کریں تو وہ کلام ہمیں ہمارے اس مقصود سے باہر کر دے گا جس کے ہم درپے ہیں اور جو ہم نے ذکر کیا اس میں سمجھ والوں اور ان کے لئے جن کی نظر کلمات مفسرین اور علماء کے قرآن سے تمسکات میں روا ہے کفایت ہے۔

١٤ الاتقان في علوم القرآن    النوع الثامن والسبعون    دار الكتاب العربي بيروت

٢ / ٣٣٣  
٢ / ٣٣٣



## المقدمة الرابعة هذا

التاويل الذي فتحنا ابواب الكلام على  
ايها انه اعني تفسير الاتقي بالتقي  
انما هو مروى عن ابى عبيدة كما صرح  
به العلامة النسفي رحمه الله تعالى  
في مدارك التنزيل وحقائق التأويل  
وابو عبيدة هذا رجل نحوي لغوي من  
الطبقة السابعة اسمه معمر بن المثنى كان  
يروي رأى الخوارج وكان سليط اللسان  
وقاعاً في العلماء وتلميذه ابو عبيد القاسم  
بن سلام احسن منه حالاً و ابصر منه بالحدیث  
ابن انا مفتي مكة سيدى عبد الرحمن عن جمال  
بن عمر عن الشيخ محمد عابد بن احمد على عن ابي  
عن ابن السنّة عن المولى الشريف عن محمد  
ابن اركماش الحنفى عن حافظ ابن حجر  
العسقلاني قال في التقريب  
معمر بن المثنى ابو عبيدة  
التيمنى مولا هم البصرى  
النحوى اللغوى صدوق اخبارى  
قد روى رأى الخوارج من السابعة  
مات سنة ثمان ومائتين  
وقيل بعد ذلك وقد قارب  
المائة انتهى.

## چوتھا مقدمہ یہ تاویل جس کے ضعف

بتانے کے لئے ہم نے کلام کے دروازے کھولے  
(یعنی اتقی کی تفسیر تقی سے کرنا) یہ صرف ابو عبيد  
سے منقول ہے۔ چنانچہ اس کی تصریح علامہ نسفی  
نے مدارک التنزيل میں کی ہے اور یہ ابو عبيدہ  
ایک آدمی ہے نحو و لغت کا عالم، جو ساتویں طبقہ  
پر ایک فرد ہے، اس کا نام معمر بن المثنیٰ ہے،  
خارجیوں کا عقیدہ رکھتا تھا، اور یہ بد زبان علماء  
کا بدگو تھا، اور اس کے شاگرد ابو عبيد قاسم بن  
سلام کا حال اس سے اچھا تھا اور انھیں حدیث  
میں اس سے زیادہ بصیرت تھی۔ مجھے مفتی مکہ  
سیدی عبد الرحمن جمال بن عمر نے خبر دی انھوں نے  
شیخ محمد عابد بن احمد علی عن اعلانی سے روایت کی  
انھوں نے ابن السنّة سے انھوں نے مولیٰ  
شریف سے انھوں نے محمد بن اركماش حنفی سے  
انھوں نے حافظ ابن حجر عسقلانی سے روایت  
کی کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے تقریب میں فرمایا  
معمر بن مثنیٰ ابو عبيدہ تیمی بنو تیم کا آزاد کردہ،  
بصری نحوی لغوی سچا ہے تاریخ کا راوی ہے  
اور خوارج کے مذہب سے متہم کیا گیا، طبقہ  
ہفتم کے علماء سے ہے ۲۰۸ھ میں انتقال  
ہوا، اور بعض کا قول ہے کہ اس کے بعد  
وفات ہوئی اور عمر تقریباً سو سال ہوئی انتہی۔

۱ مدارک التنزيل (تفسیر النسفی) تحت الآية ۹۲/۱۷ دار الکتب العربیہ بیروت ۳۶۳/۴  
۲ تقریب التہذیب ترجمہ ۶۸۳۶ معمر بن المثنیٰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۰۳/۲



اور ابن خلکان نے کہا جیسا کہ فاضل  
عبدالحی نے مقدمہ ہدایہ میں کہا ابو عبیدہ بغیر تار  
کتاب الحج کے باب الجنایات میں مذکور ہوا ان  
کا نام قاسم بن سلام ہے ادب کے  
فنون وفقہ میں بڑی دسترس رکھتے تھے۔  
قاضی احمد بن کامل نے فرمایا ابو عبیدہ اپنے  
دین میں فاضل مختلف علوم قرارت وفقہ و  
عربیت و تاریخ کے ماہر تھے ان کی روایت  
حسن ہے اور نقل صحیح ہے انھوں نے ابو زید  
والصمعی و ابو عبیدہ و ابن الاعرابی و کسائی و  
فرار و غیر جم سے روایت کی اور لوگوں نے ان  
کی تصنیفات سے حدیث و قرارت و امثال  
و معنی شعر و احادیث غریبہ و غیر ہا میں تنسیل  
سے انتسب<sup>۱</sup> تمک کتابوں کو روایت کیا، اور  
کہتے ہیں قاسم بن سلام نے سب پہلے غریب  
الحديث میں تالیف فرمائی۔ اور ہلال نے فرمایا  
اللہ تعالیٰ نے اس امت پر اپنے اپنے زمانہ  
میں چار شخصوں سے منت رکھی، شافعی سے  
فقہ حدیث میں اور احمد بن حنبل سے ان کی  
آزمائش کے سبب (یعنی وہ آزمائش جس  
میں حضرت امام احمد بن حنبل زمانہ مامون  
میں مخالفت عقیدہ خلق قرآن کے سبب مبتلا  
ہوئے) اور اگر امام احمد نہ ہوتے تو لوگ

وقد قال ابن خلکان کما  
نقل الفاضل عبدالحی فی مقدمۃ الہدایۃ  
ابو عبیدہ بغیر تاء مذکور فی باب الجنایات  
من کتاب الحج اسمہ القاسم بن سلام  
ذاباع طویل فی فنون الأدب والفقہ،  
قال القاضی احمد بن کامل کان  
ابو عبیدہ فاضلاً فی دینہ متفناً فی  
اصناف العلوم من القراءات والفقہ  
والعربیۃ والأخبار حسن الروایۃ صحیح  
النقل مروی عن ابی زید والاصمعی و ابی  
عبیدہ و ابن الاعرابی و الکسائی و الفراء  
و غیرہم و روی الناس من کتبہ المصنفۃ  
بضعة وعشرین فی الحدیث والقراءات و  
الامثال ومعانی الشعر وغریب الحدیث وغیر  
ذلك ویقال انه اول من صنف فی  
غریب الحدیث، وقال الہلال من اللہ  
تعالیٰ علیٰ هذه الامۃ باربعة فی زمانہم  
بالشافعی فی فقہ الحدیث  
و باحمد بن حنبل فی المحنة  
ولولاه لکفر الناس و بیحی  
بن معین فی ذب  
الکذب عن الاحادیث  
و باجب عبیدہ القاسم بن



کافر ہو جاتے۔ اور یحییٰ بن معین سے یوں منت رکھی کہ اُنھوں نے احادیث سے دروغ کو الگ کر دیا اور ابو عبید بن قاسم بن سلام سے غریب احادیث کو جمع کرنے میں، ان کی وفات تک میں ہوئی، اور ایک قول پر مدینہ میں ۲۲۳ھ یا ۲۲۲ھ میں ہوئی اور بخاری نے سن وفات ۲۲۴ھ میں فرمایا، اور ہادیہ کے بعض نسخوں میں یوں ہے موضع مذکور میں ابو عبیدہ بالتار اور ان کا نام معمر بن مثنیٰ ہے اور ہم نے اس کے حالات اصل میں ذکر کئے اور عینی نے شرح ہادیہ میں فرمایا ابو عبیدہ معمر بن مثنیٰ بن تمیمی ہے۔ اور بعض نسخوں میں ابو عبیدہ بالتار ہے اور ان کا نام قاسم بن سلام بغدادی ہے۔ اور پہلا قول اصح ہے۔ اور یہ بات اس کے مخالف ہے جو تاریخ خلکان وغیرہ تواریخ معتدہ میں کہ عبیدہ بغیر تار قاسم کی کنیت ہے اور تار کے ساتھ معمر کی کنیت ہے۔

رہے علمائے متقدمین جیسے علم سے بھرے ہوئے ظرف حامل تاج مسلمانان نقشب پائے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا عبد اللہ بن مسعود اور عالم امت سلطان المفسرین عبد اللہ بن عباس اور عروہ بن زبیر اور ان کے سگے بھائی عبد اللہ اور افضل التابعین سعید بن المسیب رضی اللہ عنہم

سلام فی غریب الحدیث و کانت وفاته بمكة وقيل بالمدينة سنة اثنتين او ثلث وعشرين ومائتين وقال البخاری سنة اربع وعشرين. ویوجد فی بعض نسخ الهدایة فی الموضع المذكور ابو عبیدة بالتاء واسمه معمر بن المثنی وقد ذکرنا ترجمته فی الاصل وقال العینی فی شرحه ابو عبیدة اسمه معمر بن المثنی التیمی، وفی بعض النسخ ابو عبیدة بالتاء واسمه القاسم بن سلام البغدادی، والأول اصح انتهى، وهذا مخالف لما فی تار یخ ابن خلکان وغیرة من التوار یخ المعتمدة من ان ابا عبیدة بغیر التاء کنیة القاسم وبالتاء کنیة معمر والله اعلم واما قدماء العلماء ککنیف صلی علما حامل تاج المسلمین نعال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا عبد الله بن مسعود وحببر الامة سلطان المفسرین عبد الله بن عباس وعروة بن زبیر وشقیقہ عبد الله وافضل التابعین سعید

تو ہم آیت کریمہ کی تفسیر میں ان کے اقوال تھا کہ  
لئے روایت کر چکے۔

**پانچواں مقدمہ** اے تفضیلہ شلیہ  
تو خوش ہو اور فخر کرے کہ یہ مفسرین اتقی سے  
تقی کی طرف اسی لئے پھرے کہ صدیق رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ کی فضیلت ان کے ماہر و دوسرے  
صحابہ پر لازم نہ آئے اور وہ اس خیال سے  
بری ہیں۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ انہوں نے جس  
طرح اتقی کی تفسیر تقی سے کی یونہی اشقی کی  
تاویل شقی سے کی تو مفسرین کی اس روش کو  
تیرے اس بد ارادے سے کیا علاقہ ہے جس  
کے لئے تو قرآن عظیم کو بدلنا چاہتا ہے، ان  
کے لئے اس تفسیر پر ابو عبیدہ کا قول مذکور  
باعث ہوا۔

ہیں سراج العلماء نے خردی مفتی ابن عمر  
سے انہوں نے روایت کی عابد سند سے  
انہوں نے یوسف مزجاجی سے روایت کی  
انہوں نے اپنے باپ محمد بن عمار سے انہوں  
نے حسن العجمی سے روایت کی  
انہوں نے خیر الدین رملی سے انہوں نے علامہ احمد  
بن امین الدین بن عبد العالی سے انہوں نے  
اپنے باپ سے پھر اپنے دادا سے انہوں نے  
عز عبد الرحیم بن فوات سے انہوں نے ضیاء الدین  
محمد بن محمد صنعانی سے انہوں نے قوام الدین  
مسعود بن ابراہیم کرمانی سے انہوں نے مولے

بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین فقد  
سروینا لك ما قالوا في الآية۔

**المقدمة الخامسة** لعلك يا  
من يفضل عليا على الشيخين رضی اللہ  
تعالیٰ عنہم اجمعین تفرح و تفرح انت  
هؤلاء المفسرين انما عدلوا عن الاتقی  
الى اتقی كيلا يلزم تفضيل الصديق رضی اللہ  
اللہ تعالیٰ عنہ علی من عداہ و حاشا لهم  
عن ذلك الاتقی انهم كما فسروا  
الاتقی بالتقی كذلك اولوا الاشقی  
بالشقی فاین هذا من قصدك الذم  
الذي تريد لاجله تغيير  
القرأت العظیم وانما الباعث لهم علی  
ذاك ما ذكره ابو عبیدة بنفسه۔

انبأنا سراج العلماء عن المفتی  
ابن عمر عن عابد سند عن  
یوسف المزجاجی عن ابيه محمد  
بن العلاء عن حسن العجمی عن  
خیر الدین الرملی عن العلامة  
احمد بن امین الدین بن عبد العالی  
عن ابيه عن جده عن  
العز عبد الرحیم بن  
الفرات عن ضیاء الدین  
محمد بن محمد صنعانی عن  
قوام الدین مسعود بن ابراہیم کرمانی عن



حافظ الدین ابوالبرکات محمود نسفی سے روایت کیا کہ (علامہ نسفی نے) مدارک التنزیل میں فرمایا ابو عبیدہ نے کہا اشقی بمعنی شقی کے ہے اور وہ کافر ہے اور اتقی تقی کے معنی میں ہے اور اس سے مراد مومن ہے، اس لئے کہ آگ میں جانا سب اشقیاء سے بڑھ کر شقی کی خصوصیت نہیں ہے اور نجات پانا سب پرہیزگاروں سے افضل کے لئے مخصوص نہیں ہے اور اگر تم کہو کہ اللہ تعالیٰ نے نار کو نکرہ فرمایا (اور نکرہ جب محل اثبات میں ہو تو اس سے مراد فرد مخصوص ہوتا ہے) تو اللہ تعالیٰ کی مراد ایک مخصوص نار ہے تو تم (یعنی اس سے بہت دور رکھا جائے گا سب سے بڑا پرہیزگار) کے ساتھ کیا کرو گے اس لئے کہ ہر متقی اس نار مخصوص سے دور رکھا جائے گا نہ کم خاص کر سب سے بڑا متقی۔

**مقام تلخیص یہ ہے کہ اللہ سبحانہ**  
و تعالیٰ کے قول فانذار تکم نارا تسلطی لا یصلہا الا الاشقی الذی کذب و تولى (تو میں تمہیں ڈراتا ہوں اس آگ سے جو پھر دک رہی ہے نہ بجائے گا اس میں مگر بڑا بد بخت جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا) کو اس کے ظاہری معنی پر جاری رکھنا ممکن نہیں اس لئے

۱۵ مدارک التنزیل (تفسیر الملیلک) تحت الآیۃ ۱۴/۹۲ دارالکتاب العربی بیروت ۳۶۳/۴  
۱۶ القرآن الکریم ۹۲/۱۴ تا ۱۶

المولیٰ حافظ الدین ابی البرکات محمود النسفی قال فی مدارک التنزیل قال ابو عبیدة الاشقی بمعنی الشقی وهو الکافر، والاتیقی بمعنی اتقی وهو المؤمن لانه لا یختص بالصلی اشقی الاشقیاء ولا بالنجاة اتقی الاتقیاء وان نرعت انه تعالیٰ نکر الناس فاسر اد ناراً مخصوصة بالاشقی فما تصنع لقوله وسیجنبها الاتقی الذی لأن التقی یجنب تلك الناس المخصوصة لا الاتقی منهم خاصة انتہی۔

**وتلخیص المقام ان قوله**  
سبحنه وتعالیٰ فانذار تکم نارا تسلطی لا یصلہا الا الاشقی الذی کذب وتولى لا یمکن اجراءه علی ظاہرہ لانه یقتضی قصر دخول الناس علی اشقی الاشقیاء من الکفار فیلزم ان

کہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ دوزخ میں وہی جائے جو کافروں میں سب بد نصیبوں سے بڑا بد نصیب ہو تو لازم آئے گا کہ وہ فجار و کفار بد نصیبی اور گنہگار میں اس سے کم رتبے کے بد نصیب ہوں دوزخ میں نہ جائیں، اور یہ قطعاً باطل ہے، لہذا واحدی و رازی و قاضی و محلی و ابوالسعود اور دیگر مفسرین نے یہ اختیار کیا جن میں یہ لحاظ ہے کہ اشقی سے مراد کوئی خاص نہیں جو سب سے بڑا اشقی ہو بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شقاوت میں حد کو پہنچا ہوا ہو اور

لا یدخلہا احد غیرہ کالفجار  
والکافرین القاصرین عنہ  
فی الشقاء والاستکبار و هذا  
باطل قطعاً فاختر الواحدی و  
الرازی والقاضی و المحلی  
و ابوالسعود و آخرون ما ملحظہ  
أن لیس المراد بالاشقی رجل  
مخصوص یکون أشقی الاشقیاء  
بل المعنی من کان بالغاً فی الشقاء

(قولہ بدبختی میں حد کو پہنچا ہوا الخ) تم خبردار ہو کہ ہم نے ان علماء کے کلام کی تقریر اس طور پر کی جس سے وہ قوی اعتراض جو میرے سینے میں مرتد و متحاذق ہو جائے۔ اس اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ مومن فاجر کے لئے بدبختی سے ایک حصہ ہے جیسا کہ اس کے لئے سعادت سے عظیم بہرہ ہے اور ایسا نہیں کہ بدبختی کافروں کے لئے خاص ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس غیث شعی عبد الرحمن بن عوف کو جس نے سید کریم مرتضیٰ (علی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا اور ان کی ریش مبارک کو اُن کے سر اقدس کے خون سے رنگین کیا پچھلوں کا سب سے بڑا بدبخت فرمایا جیسا کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے متعدد سندوں سے روایت ہے اور یہ غیث (باقی بر صفحہ آئندہ)

عہ قولہ بالغاً فی الشقاء الخ انت خبیر  
بانا قریرنا کلامہم بحیث یندفع عنہ  
یراد قوی کان یتخالج فی صدری  
تقریر الایراد ان المؤمن الفاجر لہ  
قسط من الشقاوة کما ان لہ قسطاً عظیماً من  
السعادة، و لیس ان الشقاء یختص بالکفرة،  
ألا ترى أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم سمی الخبیث الشقی عبد الرحمن  
بن ملجم الذی قتل السید  
الکریم المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
و خضب لجمۃ الکریمۃ بدمہ اسہ  
الا قد س اشقی الاخرین کما و مراد  
بطریق عدیدۃ عن سیدنا علی کرم اللہ  
تعالیٰ وجہہ و انما کانت ہذا ک



اس مفہوم کے مصداق سارے کافر ہیں اور وہ

متناہیافیه وهم الکفار عن

(بقیہ ماثیہ صفحہ گزشتہ)

✓ تو خارجیوں میں کا ایک شخص تھلا یعنی کافر نہ تھا بلکہ  
مگراہ تھا) اور جب بات ایسی ہے تو ان لوگوں کو  
کیا ہوا جنہوں نے اشقی کی تاویل شقی سے  
کی پھر اسے کافر کے لئے مخصوص کیا تو اعتراض  
لوٹا کہ فاجر مسلمان اس حکم سے نکل گئے حالانکہ  
بعض فاجر مسلمان یقیناً جہنم میں جائیں گے تو اگر

النجیث سراجاً من الخوارج واذا كان  
الامر هكذا فما للهؤلاء اولوا الاشقي  
بالشقي ثم خصوه بالكفار حتى  
عاد الاعتراض بخروج الفجار  
مع ان بعضهم يدخل  
النار قطعاً، فلو انهم  
اجروه على العموم لیسلموا من ذلك  
وتقرير الجواب انهم لما فطموا  
الافعل عن معناه الحقيقي اعنى  
النائد في الاتصاف بالمبدء على كل  
من عدا اكرهوا ان يذهبوا  
به مذهباً بعد من حقيقته كل  
البعد فاسادوا به البالغ  
في الشقاء المتناهي فيه  
ابقاء لمعنى الزيادة المدلول  
عليها بصيغة التفضيل والوجه في  
ذلك ان هناك ثلاثة امور، الاول  
الاتصاف بالمبدء وهو مفاد اسم  
الفاعل والثاني الكثرة فيه و  
هو مدلول صيغة المبالغة، و  
الثالث الزيادة فيه عن غيره و

انہوں نے حکم عام رکھا ہوتا تو اس اعتراض سے  
بچ جاتے، اور جواب کی تقریر یہ ہے کہ جب انہوں نے  
افعل (اسم تفضیل) کو اس کے حقیقی معنی سے  
مجرد کیا یعنی جو مصدر سے متصف ہونے میں  
اپنے ہر ماسوا سے زائد ہو تو انہیں یہ پسند نہ ہوا  
کہ اسم تفضیل کو ایسے مذہب پر لے جائیں جو  
اس کے حقیقی معنی سے بالکل دور ہو لہذا انہوں  
نے اشقی سے مراد لیا کہ بدبختی میں حد کو پہنچا ہوتا کہ  
زیادتی کا مفہوم جس پر صیغہ افعل تفضیل دلالت کرتا  
ہو باقی رکھیں، اور اس کی وجہ  
یہ ہے کہ اس جگہ تین امور ہیں پہلا مصدر سے موصوف  
ہونا اور یہ اسم فاعل کا مفاد ہے اور دوسرا امر  
اس وصف میں کثرت اور یہ مبالغہ کے صیغہ کا مفہوم  
ہے، اور تیسرا امر اس وصف میں دوسرے سے  
بڑھ جانا اور یہ وہ مفہوم ہے جس کے لئے اسم تفضیل  
(باقی بر صفحہ آئندہ)

سعادت سے بالکل محروم ہیں۔ رہا مومن فاجر تو اس کا ایک پہلو شقاوتِ فانیہ کی طرف ہے تو دوسرا ابدی سعادت کی طرف ہے اور وہ سعادتِ ابدی ایمان ہے۔ اور ان لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ اعتراض کا مادہ بالکل ختم نہ ہوا اس لئے کہ بعض بد عمل مسلمانوں کا دوزخ میں جانا ہی قطعی امر ہے۔ لہذا یہ لوگ صلی کی تاویل لزوم سے کرنے کی طرف راغب ہوئے۔ واحداً نے کہا کہ لزوم اس کا حقیقی معنی ہے جیسا کہ امام رازی نے نقل کیا ہے کہ ”لا یصلاھا“ کا معنی حقیقت لغت میں ”لا یلزمھا“ ہے۔ کہتے ہیں کہ صلی الکافر الناس جب وہ اس حال میں آگ کو لازم پکڑے در انحالیکہ اس کی شدت و حرارت کو برداشت کرے اور ہماری رائے یہ ہے کہ یہ لازم فقط کافر کیلئے ثابت ہے رہا فاسق تو وہ یا تو اس میں داخل ہی نہ ہو گا یا داخل تو ہو گا مگر اس سے چھٹکارا پالے گا انتہی۔

آخرهم لانسلاخهم عن السعادة  
بالمرة، اما المؤمن الفاجر فان كان  
له وجه الى الشقاء الزائل فوجهه  
الاخر الى السعادة الابدية وهي الايمان،  
وهؤلاء العائلون لهما ما اوامادة الايراد  
لهنحسم اذ دخول بعض الفجار ايضا مقطوع  
فزعوا الى تاويل الصلي باللزوم، و  
نعم الواحدى انه معناه المحقيقى  
فقال كما نقل الرازى ”معنى“ لا يصلاحها“  
لا يلزمها في حقيقة اللغة.  
يقال صلى الكافر الناس اذا لزمها  
مقايئسا شدتها وحرها وعندنا  
ان هذه الملازمة لا تثبت  
الا لكافر اما الفاسق فاما  
ان لا يلد خلها او ان  
دخلها تخلص منها انتهى.

(بقية حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کی وضع ہے تو دوسرا جیسے اول و سوم کے درمیان ہے اور ایک کنارے سے دوسرے کنارے کی طرف پھرنا ایک کنارے سے درمیان کی طرف مائل ہونے سے زیادہ دور ہے تو میرے گمان میں یہی ان کو اس پر باعث ہوا، واللہ تعالیٰ اعلم منہ عفا اللہ تعالیٰ عنہ آمین!

هو الموضوع له اسم التفضيل فالثاني  
كالوسط بين الاول والثالث و  
العدول عن طرف الى طرف  
البعده من الميل عن طرف الى  
الوسط فهذا الذى حملهم على ذلك فيما اظن  
والله تعالى اعلم منه عفا الله تعالى عنه آمين.

لہ مفاتیح الغیب (التفسیر البکیر) تحت الآیہ ۹۲/۱۵ و ۱۶ المطبوعۃ البیہ المصریۃ مصر ۳/۲۰۲



**اقول وما احسن هذا تاويلًا**  
او اصفاه لولان يكدره ما ساذكره  
قريبًا فارتقب وركن الرأزي الى  
وجه اخر مت تاويل وهو ان  
يخص عموم هذا الظاهر بالآيات  
الدالة على وعيد  
الفساق له

میں کہتا ہوں کہ یہ تاویل کس قدر  
اچھی ہے اور یہ رنگ کتنا صاف تھا اگر اس کو  
اس بات نے مکدر نہ کیا ہوتا جو میں عنقریب  
ذکر کروں گا، تو انتظار کرو، اور رازی ایک  
دوسری تاویل کی طرف مائل ہوئے، اور وہ  
یہ کہ اس کے ظاہری معنی کا عموم ان آیات کے  
ساتھ خاص ہو جو فساق کی وعید پر دلالت  
کرتی ہو۔

میں کہتا ہوں یہ تاویل تخصیص کو یکجا  
کرنا ہے اور اس کی حاجت نہیں اس لئے کہ  
اگر تخصیص کا قول کیا گیا تو جس طرح آیات فساق  
کی وعید پر دلالت کرتی ہیں یونہی تمام کافروں کی  
وعید پر روشن اور صاف تر دلالت فرماتی ہیں۔  
الہی! تو مدد فرما، مگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس میں  
بہت زیادہ تخصیص لازم آئے گی، اور ایک فرد پر  
منحصر کر دینا بہت زیادہ مستبعد ہے یہ لو، اور

**اقول هذا جمع بين التاويل و**  
والتخصيص وهو مستغنى عنه اذ  
لوقيل بالتخصيص فكما دلت الآيات  
على وعيد الفساق كذلك دلت على ايعاد  
سائر الكفار بدلالة اظهر واجلى.  
اللهم ألا تيقال فيه تكثير التخصيص  
جدا والقصر على فرد واحد  
اشد بعدا هذا ولقد سلك

تمہیں معلوم ہو کہ بندہ ناتواں جب ان پانچ  
مقدمات کی تحریر سے فارغ ہوا اور پہلے شبہ کے  
جواب میں جو ہم نے لکھا اس کے آخر تک پہنچا تو  
ایک دوست سے تفسیر فتح العزیز جو جو  
عمريتساء لون سے متعلق ہے عاریت لی تو  
(باقی بر صفحہ آئندہ)

عن اعلام العبد الضعيف لما فرغ  
من تحرير هذه المقدمات  
الخمس وبلغ الى اخر ما كتبنا في جواب  
الشبهة الاولى استعار تفسير فتح العزيز  
المتعلق بجزء عمريتساء لون من

القاضی الامام ابو بکر کما قاضی امام ابو بکر نے جیسا کہ امام خزاز نے مفاتیح الغیب

(بقیہ ماضیہ صفحہ گزشتہ)

بعض الاصدقاء فطالعت فیہ من  
هذا المقام ورايت المولى الفاضل  
استاذ استاذى عبد العزيز ذكر الدفع  
هذا الايراد اعنى نقض الحصر  
فى الكفار بدخول بعض الفجار  
النار بوجهين آخرين جيتدين  
الاول ان المراد بالناس نار  
مخصوصة بالكفار، والثاني ان دخول  
بعض المومنين لما كان تطهيرا، وتأديبا  
كان كلا دخول وانما الدخول كل  
الدخول دخول ليس بعده خروج  
فالحصر بهذا المعنى وهو حق صحيح  
بلا امتراء انتهى

بالحاصل اقول ما انعمها من وجهين  
وادفعهما لكل شئ لکنک یا عریف  
انت خیر بانھما یجریان ایضا بعد  
شئ من تغیر العبارة فیما اذا حملنا  
الاشقی علی معناه الحقیقی  
كما ستسمع منا ان شاء الله تعالی  
فی الیمت المولى الفاضل لما تنبه  
علی هذین كما تنبهنا تجنب  
التاویل كما اجتبینا اذ البدایة  
بتاویل الاشقی بالاشقی ثم التحصن  
بہذین الحصنین المانعین

میں نے اس میں اس مقام کا مطالعہ کیا اور میں  
نے دیکھا کہ مولیٰ فاضل استاذ استاذی عبد العزیز  
نے اس اعتراض کے دفع کے لئے یعنی اس  
حصر کا کفار میں بعض فجار کے آتش جہنم میں داخل  
ہونے سے منقوض ہونا دو اور بہتر وجہیں  
ذکر کیں، پہلی یہ کہ نار سے مراد وہ نار ہے جو  
کافروں کے لئے مخصوص ہے۔ دوسری یہ کہ  
بعض مسلمانوں کا آگ میں جانا جبکہ ان کی تطہیر و  
تہذیب کے لئے ٹھہرا۔ تو یہ آگ میں جانا نہ جانے  
کے مثل ہے اور آگ میں بالکل جانا وہ جلتے جس  
کے بعد آگ سے نکلنا نہ ہوگا تو آیت کا حصر  
کفار میں اس معنی پر ہے اور بے شک حق و  
صواب ہے۔

الحاصل میں کہتا ہوں یہ دونوں وجہیں کس قدر  
اچھی ہیں اور ہر خرابی کی کیسی دفع ہیں، لیکن اے  
جاننے والے! تم خبردار کہ یہ دونوں وجہیں  
عبارت کی قدرے تفسیر کے بعد اس صورت  
میں بھی جاری رہتی ہیں جب ہم اشقی کو اس کے  
معنی حقیقی پر رکھیں جیسا کہ تم ہم سے سنو گے  
ان شاء اللہ۔ تو کاش مولائے فاضل جب ہماری  
طرح ان دونوں وجہوں پر متنبہ ہوئے اسی طرح  
تاویل سے بچتے جیسے ہم بچے، اس لئے کہ پہلے  
اشقی کی تاویل شقی سے کرنا پھر ان دو محکم  
وجہوں جو اصل تاویل سے مانع ہیں سے تمسک  
(باقی صفحہ آئندہ)



میں نقل کیا ہے ایک اچھا مسلک اختیار کیا اس لئے  
کہ انھوں نے اشتی کو اس کے حقیقی معنی پر باقی  
رکھنے کی کوشش کی اور حصر کی صحت کیلئے دو جہیں  
ایسی ذکر کیں جن سے دانشمند چین پائے اور  
دھوکے میں ڈالنے والا ہر شک زائل ہو جائے،  
پہلی وجہ یہ کہ قول خدا تعالیٰ نَارًا تَلْقٰی سے  
دوزخ کی آتشوں سے ایک مخصوص آتش مراد ہو  
اس لئے کہ آگ کے مختلف طبقے ہیں کہ اللہ تعالیٰ  
فرماتا ہے کہ ”بے شک منافق آگ کے سب سے نچلے  
طبقے میں ہیں“ اب آیت اس پر دلالت کرتی ہے  
کہ مخصوص آگ میں یہی اشتی جائے گا اور اس کا  
یہ معنی نہیں کہ اس بڑے بدنصیب کے سوا دوسرے  
کافر اور فاسق آگ کے باقی طبقوں میں نہ جائیں  
انتہی۔

میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کے فرمان ”وَيَتَجَنَّبُهَا  
الْأَشْقَى الَّذِي يَصْلِي النَّارَ الْكُبْرَى“ (دور سے) گا  
اس سے وہ بڑا بدنصیب جو بڑی آگ میں دھنسے گا  
یعنی ایک تاویل پر سب سے بڑی آگ دلیل ہو گئی

ایسی چیز ہے جو تعجب کا سبب ہے تو یہ ایسا ہوا  
جیسے کوئی ایک نشانہ چاہے اور دوسرے کو مارے  
تو نشانہ پر تیر پہنچنے کے قریب ہو کر چوک جائے  
اور میری توفیق اللہ ہی سے ہے اس پر میں  
بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی طرف جھکتا ہوں۔

۱۔ مفاتیح الغیب (التفسیر البکیر) تحت الآیۃ ۹۲/۱۴ و ۱۵۱۴ المطبعة البیہیۃ المصریۃ مصر ۳/۲۰۴  
۲۔ القرآن الکریم ۸۴/۱۱ و ۱۲

اشرعنه الفخر الرازی فی مفاتیح الغیب ص ۸۸  
اذ حاول ابقاء الاشقى على معناه  
الحقیقی اعنى من لا یدانیہ احد  
فی الشقاء و ذکر لتصحیح المحصر و جہیں یتاح  
بہما البیب و یند حفص کل شک مریب،  
الاول ان یکون المراد بقوله  
تعالیٰ ”نَارًا تَلْقٰی“ نَارًا مخصوصة من  
النیرات لانہا درکات بقوله تعالیٰ  
”ان المنفقین فی الدرك الاسفل من  
النار“ فالآیۃ تدل علی ان تلك  
النار المخصوصة لا یصلہا سوى هذا  
الاشقى ولا تدل علی ان الفاسق و غیر  
من هذا صفتہ من الکفار لا یدخل  
سائر النیرات انتہی۔

۱۔ قول فکان کقوله تعالیٰ ”وَيَتَجَنَّبُهَا  
الْأَشْقَى الَّذِي يَصْلِي النَّارَ الْكُبْرَى“  
اعظم النیرات جمیعاً  
علی احد وجوه التاویلات

(بقیہ ماثیہ صفحہ گزشتہ)

عن اصل التاویل مہایف فی الی العجب  
فکان کمن تمنی غرضاً و رمی غرضاً فخطأ  
بعد کاد ان یصیب ، و ما  
توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و  
الیہ اُنیب ۱۲ منہ عفا اللہ تعالیٰ عنہ امین۔

وردة الرازی بان قوله تعالى "نَارًا تَلْقَى"   
 یحتمل ان یکون ذلك صفة لكل   
 النیرات وان یکون صفة لنار   
 مخصوصة لکنه تعالى وصف کل نار جهنم   
 بهذا الوصف فی آية اخرى فقال   
 "انها لظی نزاعة للشوی"

أقول یتزای من هذه العبارة   
 للإیراد وجهتان :

الاولی ان الموراد كانه ظن   
 ان القاضی الامام یدعی تخصیص   
 النار بصفة التلظى كما یتخصص الغلام   
 فی قولنا جاء فی غلام عاقل بصفة   
 العقل ومن هذا الطريق   
 یقول ان المراد نار مخصوصة اعظم   
 النیرات فالایراد ظاهر المورد   
 اذ الاوصاف انما تخص اذا كانت   
 خصائص توجد فی فرد دون آخر   
 والتلظى لا یختص بنار دون   
 نار الا ترى ان الله سبحانه   
 وتعالى وصف النار   
 مطلقا بانها لظی نزاعة للشوی   
 ولكن لم یکن القاضی الامام

اور رازی نے اس قول کو یوں رد کیا کہ اللہ تعالیٰ   
 کے قول ناراً تَلْقَى میں احتمال ہے کہ وہ سب   
 آتشوں کی صفت ہو اور ممکن ہے کہ مخصوص آتش   
 کی صفت ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جہنم کی سب   
 آتشوں کا یہی وصف دوسری آیت میں فرمایا اس کا   
 ارشاد گرامی ہے "انها لظی نزاعة للشوی"   
 (وہ تو بجھ گئی آگ ہے کمال اتار لینے والی)

میں کہتا ہوں اس عبارت سے   
 اعتراض کی دو جہتیں نظر آتی ہیں :

پہلی تو یہ ہے کہ گویا معترض نے یہ گمان کیا   
 کہ قاضی امام ابو بکر آتش جہنم کے لپٹ   
 مارنے کی صفت سے مخصوص ہونے کے مدعی ہیں   
 اس طور پر جیسے غلام ہمارے قول جاء فی   
 نرید عاقل میں صفت عقل سے مخصوص   
 ہے — اور اس طریقے سے وہ فرماتے   
 ہیں کہ مراد خاص آگ ہے جو سب سے بڑی آگ   
 ہے، تو اعتراض کا ورود اس صورت میں ظاہر ہے   
 اس لئے کہ اوصاف ذات کے ساتھ اسی وقت خاص ہوتے ہیں جبکہ   
 وہ اس فرد کا خاصہ ہوں کہ دوسرے میں نہ پائے جائیں   
 اور لپٹ مارنا ایسا نہیں کہ ایک آگ کی خاص صفت   
 ہو دوسری کی نہ ہو، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ سبحانہ   
 و تعالیٰ مطلقاً آتش جہنم کا وصف بیان   
 فرماتا ہے، "انها لظی نزاعة للشوی" (یعنی وہ تو



بھڑکتی آگ ہے کمال اتار لینے والی)  
 لیکن حضرت قاضی امام یہی مراد لینے والے نہیں  
 ان کا اشارہ تو اس طرف ہے کہ نکرہ تعظیم کیلئے  
 ہے تو اللہ تعالیٰ کے فرمان ناسراً کا مطلب  
 یہ ہے کہ وہ بڑی آگ ہے اس جیسی کوئی آگ نہیں  
 گویا وہ اپنی حالت کی شہرت اور اس کی ہیبت  
 کے عام چرچے اور اس کی ہونا کیوں کی پورے  
 دلوں پر پکڑ کے سبب اس مقام پر ہے کہ ذہن اسی  
 کی طرف سبقت کرتے ہیں تو اس کی شہرت اور  
 اس کے عام ذکر نے اس سے بے نیاز کر دیا کہ اس  
 کا نام لے کر اسے معین کیا جائے، جس طرح یہی  
 فائدہ لفظ ملیک اللہ تعالیٰ کے قول "فی  
 مقعد صدق عند ملیک مقتدر" (یعنی  
 سج کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے  
 حضور) کا نکرہ ہونا دیتا ہے اور لفظ  
 ظلم اللہ تعالیٰ کے قول "الذین آمنوا  
 ولم یلبسوا ایمانہم بظلم" میں یہی فائدہ دیتا  
 ہے یعنی ایسا ظلم کہ کوئی ظلم اس جیسا نہیں اور  
 وہ ظلم شرک ہے۔

ہیں خبر دی مولانا سید حسین جمال اللیل  
 نے جو مکہ میں امام شافعیہ ہیں وہ روایت کرتے  
 ہیں خاتمة المحدثین محمد عابد سندھی سے انہوں نے  
 روایت کیا صالح فلائی سے انہوں نے روایت کی

لیرید هذا وانما ملحظه الح ائت  
 التنکیر للتعظیم فقوله تعالى ناسراً  
 ای ناسراً عظیماً لیس کمثله ناسراً کانہ  
 اشیر بالتنکیر الح انہا بشہرة  
 امرہا وشیوع فزعہا واخذ  
 اھوالہا بمجامع القلوب  
 صارت بمثابة لا تسبق الاذھات  
 الا الیہا فاغنت شہرتہا و  
 انتشار ذکرہا عن تعریف  
 اسمہا کما یفید ذلک تنکیر  
 الملک فی قوله تعالى  
 فی مقعد صدق عند ملیک  
 مقتدر و تنکیر الظلم فی  
 قوله تعالى الذین آمنوا  
 ولم یلبسوا ایمانہم بظلم  
 ای ظلم لا ظلم کمثله و  
 هو الشریک۔

أبنائنا مولانا السید حسین  
 جمال اللیل امام الشافعیة بمكة  
 المحمية عن خاتمة المحدثین محمد عابد  
 السندی عن صالح الفلائی عن

محمد بن حسنہ عن احمد بن حنبل  
عن قطب الدین النہروالی عن ابی الفتح  
عن یوسف الهروری عن محمد  
بن شاہ بخت عن ابی  
النعیم الختلافی عن الفربری  
عن محمد بن اسمعیل البخاری  
ثنا ابو عدی ثنا شعبہ عن  
سلیمان بن ابراہیم عن  
علقمة عن عبد اللہ لما نزلت  
الذین آمنوا ولم یلبسوا  
ایمانہم بظلم اولئک لہم الامن  
وہم مہتدون ، قال  
اصحاب رسول اللہ صلی اللہ  
تعالی علیہ وسلم  
اینا لم یظلم فنزلت  
اللہ ان الشریک لظلم  
عظیم۔

محمد بن حسنہ سے انھوں نے احمد بن حنبل سے انھوں نے  
قطب الدین نہروالی سے انھوں نے ابو الفتح  
سے انھوں نے یوسف ہروی سے انھوں نے  
محمد بن شاہ بخت سے انھوں نے ابو النعمان ختلافی  
سے انھوں نے فربری سے انھوں نے محمد بن  
اسمعیل بخاری سے بخاری نے فرمایا ہم سے  
ابو عدی نے حدیث بیان کی انھوں نے کہا ہم سے  
شعبہ نے حدیث بیان کی انھوں نے سلیمان سے  
انھوں نے ابراہیم سے انھوں نے علقمہ سے علقمہ  
نے عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی کہ جب یہ  
آیت کریمہ ”الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانہم  
اولئک لہم الامن وہم مہتدون“ (یعنی  
وہ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ناحق  
کی آمیزش نہ کی انھیں کے لئے ایمان ہے اور  
وہی راہ پر ہیں) نازل ہوئی ، رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب یوں ہم میں  
کون ایسا ہے جس نے ظلم نہ کیا ، اللہ تعالیٰ  
نے آیت کریمہ ”ان الشریک لظلم عظیم“ (بیشک  
شرک بڑا ظلم ہے۔ ت) نازل فرمائی۔

ہمیں شیخ العلماء مولانا سید احمد زینی دحلان  
مکی شافعی نے خبر دی انھوں نے علامہ عثمان بن حسن  
دمیاطی شافعی ازہری سے انھوں نے امیر کبیر

ابنا نا شیخ العلماء مولانا السید  
نرین دحلان المکی الشافعی  
عن العلامة عثمان بن حسن الدمیاطی

۱۔ صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ الانعام باب قولہ تعالیٰ ولم یلبسوا ایمانہم بظلم قیدی کتب خانہ کراچی ۲/۶۶۶  
انوار التنزیل واسرار التأویل (تفسیر البیضاوی) ۶/۸۲ دار الفکر بیروت ۲/۴۲۵ و ۴۲۶



علامہ محمد مالکی ازہری اور شیخ عبد اللہ شرفائی  
 الشافعی اور سیدی محمد شنوانی شافعی اور دیگر  
 علماء سے ان کی سندوں کے ساتھ جو امام مسلم  
 بن حجاج نیشاپوری تک پہنچتی ہیں انہوں نے  
 عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اپنی  
 سند سے روایت کیا کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ نے فرمایا صحابہ نے عرض کی ہم میں  
 کسی نے ظلم نہ کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم نے فرمایا وہ ظلم نہیں جو گمان کرتے ہو  
 یہ تو اس طرح ہے جیسے لقمان نے اپنے بیٹے سے  
 کہا: اے بیٹے! اللہ کا کسی کو شریک نہ کرنا  
 کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ اور مسلم کی حدیث  
 کے مثل امام احمد و ترمذی نے بھی روایت کیا اور  
 خود رازی نے توجیہ اللہ تعالیٰ کے قول "الذی  
 الذی ینہی عبداً اذا صلی" (بجلا دیکھو تو  
 جو منع کرتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھتے۔ ت)  
 میں اختیار کی انہوں نے فرمایا کہ عبد اللہ کا ٹکڑہ ہونا  
 اس پر دلالت کرتا ہے کہ تمام جہان حضور صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقت کے بیان اور عبودیت  
 میں ان کے اخلاص کی توصیف کا حق ادا نہیں

الشافعی الانزہری عن الامیر الکبیر  
 العلامة محمد مالکی الانزہری  
 والشیخ عبد اللہ الشرفائی الشافعی  
 وسیدی محمد الشنوانی الشافعی  
 و آخرین باسانید ہم الم الامام  
 مسلم بن الحجاج النیشاپوری بسند  
 الی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ قال فیہ قالوا ینال یظلم  
 نفسه فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم لیس ہو کما تظنون  
 انما ہو کما قال لقمان لابنہ "یا بنی  
 لا تشرک باللہ ات الشرک لظلم  
 عظیم" وھکذا اخرجہ الامام  
 احمد والترمذی وقد اختار  
 الرازی ینفسہ عین ھذا  
 التوجیہ فی قوله تعالیٰ "ارایت الذی  
 ینہی عبداً اذا صلی" قال التکیرو فی  
 عبداً یدل علی کونہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 کاملًا فی العبودیۃ کانه تعالیٰ انہ صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وسلم عبد لا یفی العالم بشرح

۱۔ صحیح مسلم کتاب الایمان باب صدق الایمان و اخلاصہ  
 جامع الترمذی ابواب التفسیر سورة الانعام  
 سنن احمد بن حنبل عن ابن مسعود المکتب الاسلامی بیروت  
 ۲۔ مفتاح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۹۶/۱۰۹ المطبعة البیہ المصریۃ مصر ۲/۲۶



بیانہ وصفہ اخلاصہ فی عبودیتہ انتہی۔  
 والثانیۃ أن توصیفہ بالتلفی  
 ینا فی هذا التخصیص لانه وصف  
 مطلق النار لا نار مخصوص - أقول  
 ولس بشئ اذ لا یمتنع توصیف  
 فرد عظیم من جنس بوصف عام  
 نشترك فیہ الأفراد جمیعاً و  
 انما الممتنع عکسہ اعنی توصیف  
 جمیع الأفراد بما یختص به فرد  
 خاص، الا ترى الى قوله تعالى  
 "ما محمد الا رسول" مع انه  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 اعظم الرسل واکرمهم بالاطلاق،  
 والربالة وصف عام یشترك فیہ  
 المرسلون جمیعاً ولس فی الآية  
 ما یدل علی القصر ینا فی العموم،  
 علی ان التلفی مقول بالتشکیک  
 فیجوز ان یراد هنا تلفظ خاص لیس  
 کمثله تلفظ كما قال اللہ سبحانه  
 و تعالیٰ "یا ایہا الذین امنوا  
 علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل  
 اذا اهتدیتم" اطلق الضلال و

کر سکتا۔  
 دوسری یہ کہ آگ کو تلفی (بھڑکنے)  
 سے موصوف فرمانا اس تخصیص کے منافی ہے  
 اس لئے کہ بھڑکنا مطلقاً ہر آگ کی صفت ہے  
 نہ کہ کسی خاص آگ کی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اعتراض  
 کوئی چیز نہیں اس لئے کہ کسی جنس کے عظیم فرد  
 کو ایسے عام وصف سے جس میں سارے افراد  
 شریک موصوف کرنا ممتنع نہیں، ممتنع تو اس کا عکس ہے  
 یعنی تمام افراد کو ایسی صفت سے موصوف کیا جائے  
 جو کسی خاص فرد کی صفت ہو گیا تم نہیں دیکھتے اللہ  
 تعالیٰ کے اس قول کی طرف "اور محمد صلی اللہ علیہ  
 وسلم تو ایک رسول ہیں" حالانکہ حضور صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وسلم سب رسولوں سے مطلقاً افضل  
 علی ہیں اور رسالت ایک وصف عام ہے  
 جس میں سب رسول شریک ہیں، اور آیت میں  
 کوئی لفظ ایسا نہیں جو حصہ پر دلالت کرتا ہو  
 کہ عموم کے منافی ہو، مزید برآں تلفی (بھڑکنا)  
 کلی مشکک ہے لہذا جائز ہے کہ اس جگہ خاص  
 تلفی (بھڑکنا) مراد ہو جس کے مثل کوئی تلفی  
 نہ ہو، جیسے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: "اے  
 ایمان والو! تم اپنی فکر رکھو تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا  
 وہ جو گمراہ ہوا جب کہ تم راہ پر ہو"

۱۰۹/۹۶ المطبعة البیہ المصریة مصر ۲۰۳۲

۱۴۴/۳

۱۰۵/۵



ضلال بولا اور ضلال بعید مراد لیا  
اور وہ کفر ہے۔

امام احمد و طبرانی وغیرہما نے ابو عامر  
اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی انھوں  
نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم سے دریافت کیا اس آیت کے بارے  
میں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا  
تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا وہ جو گمراہ ہوا یعنی  
کافر لوگ (جبکہ تم راہ پر ہو۔

اور تعجب تو یہ ہے کہ فخر رازی خود اس کے  
قریب توجیہ کی طرف مائل ہوئے اللہ تعالیٰ کے  
قول نادر حامیۃ کی تفسیر میں انھوں نے فرمایا  
کہ مطلب یہ ہے کہ ہر آگ جہنم کی آگ کے مقابل  
گویا گرم ہی نہیں اور اتنی بات آتش جہنم کی سخت  
گرمی پر مستغنیہ فرمانے کو کافی ہے ہم اللہ کی اس پناہ  
مانگتے ہیں جو کھایا جائے اور بُرا بھی کہا جائے۔

میں کہتا ہوں اور تمہیں پہنچتا ہے کہ تم  
کہو کہ لفظی مجرد کے قبیل سے ہے اور تلفظی فزید  
کے قبیل سے ہے اور لفظ کی زیادتی معنی کی  
زیادتی پر دلالت کرتی ہے، جیسا کہ رحمٰن و رحیم  
وغیرہ میں علماء نے فرمایا اس کے ساتھ تلفظی

اسرار الضلال البعید وهو  
الکفر۔

اخرج الامام احمد والطبرانی  
وغیرہما عن ابی عامر الاشعری  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سألت  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم عن هذه الآية فقال لا یضرکم  
من ضل من الکفر اذا  
اھتدیتم لہ

والعجبات الرازی جنح  
بنفسہ الی نحو من هذا فی قوله  
تعالیٰ "نارٌ حامیۃ" قال والمعنی  
ان سائر النيران بالنسبة الیہا کانھا  
لیست حامیۃ وهذا القدر کاف  
فی التنبیہ علی قوة سخونتها نعوذ  
باللہ منہا الذی فمما للشعیر یوکل ویذم۔

اقول لك ان تقول ان لفظی  
من المجرّد وتلفظی من المزیّد و  
من یأید اللفظ تعدل علی من یأید  
المعنی كما قالوا فی الرحمن والرحیم  
وغیر ذلک مع فیہ من التشدید

۱۔ مسند احمد بن حنبل حدیث ابی عامر الاشعری المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۲۹ و ۲۰۱

مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی کتاب التفسیر سورة المائدة دار الکتاب ۱۹/۷  
۲۔ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیة ۱۰۱/۱۱ المطبعة البیہیة المصریة مصر ۳۲/۷۴

لفظاً المنبئ عن الشدة معنی کما فی  
قتل وقتل وقاتل وقاتل مع أن باب  
الادعاء واسع وقصر الوصف على اعظم  
من یوصف شائع قال تعالیٰ فی المهاجرین  
اولئک هم الصادقون ویکن أن  
تجعل من هذا القبیل امثال قوله  
تعالیٰ انه هو السميع العليم وقد  
حققنا المسألة فی خاتمة رسالتنا  
سلطنة المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم بما لا مزید علیہ هذا  
وکانت قلب اخی عبیدة  
مرکت الی هذا الوجه  
الذی ذکر القاضی  
الامام شیخا قلیلاً ثم بدالہ ما بدا  
فانحجم کما حکینا لک کلامه ستسمع  
مناجوابه ان شاء اللہ تعالیٰ۔

الثانی من وجهی القاضی أن  
المراد بقوله تعالیٰ نارا تلظى النیران  
اجمع، ویکون المراد بقوله تعالیٰ  
لا یصلیٰها الا الاشقی ای هذا الاشقی  
به احق وثبوت هذه  
الزیادة فی الاستحقاق

میں لفظی شدت ہے جو معنوی شدت کی خبر دیتی ہے  
جیسے لفظ قتل اور قاتل و قاتل و قاتل میں، اس کے  
ساتھ یہ بھی ہے کہ ادعاء کا باب واسع ہے اور صفت  
کو سب موصوفین سے بڑے موصوف پر مقصود رکھنا  
عرف شائع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مهاجرین کے بارے  
میں ارشاد ہے اولئک هم الصادقون (یہی لوگ سچے ہیں)  
اور ممکن کہ تم اللہ تعالیٰ کے قول (بیشک وہی ہے سُنّا  
جانتے) کو اس قبیل سے قرار دو اور ہم نے اس  
مسئلہ کی تحقیق اپنے رسالہ سلطنة المصطفیٰ صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم کے خاتمہ میں ایسے کلام سے جس  
میں زیادتی نہیں ہو سکتی کی ہے اور اس توجیہ  
کی طرف جو قاضی امام نے بیان فرمائی ابو عبیدہ  
کا دل کچھ مائل ہوا تھا پھر اس کو سوچھی جو سوچھی  
تو وہ اس سے منحرف ہو گیا جیسا کہ ہم تم سے اس  
کا کلام ذکر کر چکے اور عنقریب تم ہم سے اس کا  
جواب سنو گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

قاضی کی ارشاد فرمودہ دو وجہوں میں سے  
دوسری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول نارا تلظى  
سے مراد تمام آتشیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے قول  
لا یصلیٰها الا الاشقی (اس میں نہ جائے گا  
مگر وہ سب سے بڑا بد بخت) سے مراد یہ ہے  
کہ یہ سب سے بڑا بد بخت ان تمام آزمائشوں کے



سب سے زیادہ سزاوار ہے اور استحقاق کی زیادتی اسی سب سے بڑے بد بخت کو حاصل ہے انتہی۔ اور اس سے قریب توجیہ کی طرف وہ توجیہ مائل ہے جس پر زمخشری نے جرم کیا کشف میں اس پر اکتفا کرتے ہوئے اور زمخشری کی وہ توجیہ نام لسنی نے اس کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے نقل فرمائی وہ توجیہ یہ ہے کہ یہ آیت مشرکین کے ایک عظیم اور مؤمنین کے ایک عظیم کے دو متناقض صفتوں میں مبالغہ فرمایا جائے تو اشقی فرمایا گیا اور اسے آتش جہنم میں جانے کیلئے مخصوص ٹھہرایا گیا گویا جہنم کی آگ اسی کے لئے پیدا ہوئی ہے اور اتنی فرمایا گیا اور نجات کے لئے مخصوص فرمایا گیا گویا جنت اسی کے لئے بنی ہے انتہی۔

میں کہتا ہوں یہی وہ حصر ادعائی جس کا بیان ہم نے تم سے کیا اور کوئی شک نہیں کہ یہ بلغار میں دائروں سے اس کی گواہی عرب کے دیوانوں کو اور مدح و بھجوں ان کے کلام کو خوب مطالعہ کرنے والوں سے گا، اور یہ معلوم ہے کہ زمخشری کو فنون ادب اور ادیبوں کی صنعتوں میں بڑی دسترس ہے اور اونچا درجہ حاصل ہے تو فخر رازی کا زمخشری پر یہ اعتراض کہ اس کی یہ توجیہ ظاہر کو بے دلیل چھوڑنا ہے انتہی خوب نہیں

غیر حاصل الا لهذا الاشقی انتہی۔  
والف نحو من هذا یمل ما جزم  
به الزمخشری فی الکشاف  
مقتصر علیہ نقلہ الامام النسفی  
رامزا لیه من ان "الایة واردة  
فی الموانرنة بیت حالتی عظیم  
من المشرکین وعظیم من المؤمنین  
فارید ات یبالغ فی صفتیهما  
المتناقضتین، فقیل الاشقی وجعل  
مختصا بالصالحات النصار  
لم تخلق الا له، وقیل الا لقی وجعل  
مختصا بالنجاة کانت الجنة لم  
تخلق الا له انتہی۔

اقول وهذا هو الحصر الادعائی  
الذی وصفنا لک ولا شک  
انه دائر سائر بیت البلغاء یشهد  
بهذا امت تتبع دواوین العرب  
وکلامهم فی المدح والہجاء ومعلوم  
ان الزمخشری له ید طوی وکعب علیا  
فی فنون الادب وصنائع الادباء فقول  
الرازی انه ترک الظاهر  
من غیر دلیل انتہی غیر مستحسن

۱۔ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الایة ۹۲/۱۵ و ۱۶ المطبعة البهیة المصریة مصر ۲۰۴/۳۱  
۲۔ مدارک التنزیل ۱۶/۹۲ " " دار الکتاب العربی بیروت ۳۶۳/۴  
۳۔ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) " " " " المطبعة البهیة المصریة مصر ۲۰۴/۳۱



واعی شئ اکبر دلالة من  
 الاحتیاج الی تصحیح الکلام و لیس  
 تاویل الاشیء بالشیء اقرب الی  
 الظاهر من هذا المحصر مع شیوعه و  
 کثرة وقوعه نظماً و نثراً و تصحیح الکلام  
 قرینة کافیة فی امثال هذا المقام  
 الا ترى انک اذا سمعت رجلاً یقول  
 نرید هو الکریم علمت اول وهلة  
 من دون تأمل ولا مهلة ان  
 مراده ان لیس کریم مثله لا ان لا کریم  
 مثله وهذا ظاهر جدا، هذا ما يتعلق  
 بحکم الاشیء ولا شک ان الکلام ههنا  
 محتاج بظاہر الی تاویل او توجیه لکن  
 ابا عبیدة مراد فی الشطر نج بخله ثم تابع  
 فی قوم من المتأخرین یقولون کلامه  
 من دون تنقیح کما حکینا لک دیرنہم من  
 کلام الامام العلامة السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ  
 حملہ علی ذلك ان ظن ان آية الاتقی  
 ایضاً محتاجة الی التاویل حیث قال و  
 ان نرعت انه تعالیٰ نکر الناس الی اخر الخ  
 ما نقلنا عنه فلم یشبث ان اخذ الاتقی  
 بمعنی التقی لیشمل کل مؤمن و وافقه  
 علی ذلك الزمخشري وغیره لکنہم

اور کلام کی تصحیح کی حاجت سے بڑی کون سی دلیل ہے  
 اور اشیء کی تاویل شقی سے اس حصر کی بہ نسبت  
 ظاہر سے نزدیک تر نہیں باوجود اس کے یہ  
 حصر عرف میں شائع ہے اور نظم و نثر میں بکثرت  
 واقع ہے اور تصحیح کلام کی حاجت اس جیسے  
 مقامات میں قرینہ کافیہ ہے۔ کیا تم نہیں جانتے  
 کہ جب تم کسی کو یہ کہتے سُنو کہ زید ہی کریم ہے  
 تو پہلی فرصت میں تم جان جاؤ گے کہ زید جیسا  
 کوئی کریم نہیں نہ یہ کہ زید کے سوا کوئی کریم نہیں  
 اور یہ خوب ظاہر ہے یہ تو حکم اشیء سے متعلق تھا  
 اور کوئی شک نہیں کہ اس مقام پر کلام اپنے  
 ظاہر سے تاویل یا توجیہ کا محتاج ہے لیکن ابو عبیدہ  
 نے شطرنج کے مُہروں میں بغلہ (خچر) بڑھا دیا پھر  
 متأخرین میں سے کچھ لوگ پلے در پلے اس کا کلام  
 بغیر تنقیح کے نقل کرتے رہے، جیسا کہ ہم نے تم  
 سے امام علامہ سیوطی کے کلام سے ان کی عادت  
 کی حکایت کی اس کے لئے اس کا سبب یہ ہوا  
 کہ اس نے یہ گمان کیا کہ وہ آیت بھی جس میں اتقی  
 وارد ہوا تاویل کی حاجت مند ہے اس لئے کہ اس  
 نے کہا کہ اگر تم کہو کہ اللہ تعالیٰ نے نار کو نکرہ فرمایا الخ  
 تو کچھ دیر نہ ٹھہرا کہ اتقی کو بمعنی اتقی کے لیا تاکہ آیت  
 ہر مومن کو شامل ہو جائے اور اسی بات میں زمخشري  
 وغیرہ نے اس سے اتفاق کیا مگر اس کی تاویل



میں ان لوگوں نے اسکی موافقت کی جیسا کہ تو نے سنا اور یہ کلام پائے ثبات پر قائم نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کے قول وسیب جنبہا الا تقي میں کوئی لفظ نہیں جو حصر پر دلالت کرتا ہو اللہ تعالیٰ تو اپنے ایک بندے کا وصف بیان فرماتا ہے جو سب سے بڑا پرہیزگار ہو یوں کہ وہ جہنم کی آتش سے بہت دور رکھا جائے گا یہ مطلب نہیں کہ جہنم کی آگ سے وہی بچا یا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ علامہ رازی پر اپنی رحمت فرمائے کہ انھوں نے اس امر کو سمجھ لیا لہذا اشقی میں ایک قول ذکر کیا کہ وہ بمعنی شقی کے ہے اور اتقی میں اسے بالکل ذکر نہ کیا بلکہ اس کے خلاف کی تصریح کی انھوں نے فرمایا یہ آیت کریمہ جس میں اتقی کے لئے بشارت ہے غیر اتقی کے حال پر دلالت نہیں کرتی مگر اپنے مفہوم کے اعتبار سے اور دلیل خطاب سے تمسک کے طور پر الخ۔

میں کہتا ہوں بلکہ یہ بات ان کے مذہب پر بھی نہیں چلتی جو مفہوم صفت کے قائل ہیں اس لئے کہ کلام مدحت اتقی کے لئے لایا گیا ہے جیسا کہ اس پر سبب نزول دلالت کرتا ہے اور ان لوگوں کے نزدیک مقام مدح و ذم بھی مستثنیٰ ہے جیسا کہ کتب اصول فقہ میں مذکور ہے تو قاضی بیضاوی شافعی پر تعجب ہے انھوں نے

لم يوافقہ على التاويل كما سمعت و  
وهذا كلام لا يقوم على ساق اذ ليس  
في قوله تعالى وسيجنبها الا تقي ما يدل  
على المحصر والقصر وانما يصف الله  
سبحنه وتعالى عبدا لله اتقى  
بأنه يجنب النار ويبعد عنها  
لأنه لا يجنب النار الا هو وسبحم الله  
المراد حيث تفتط لهذا  
فذكر في الاشقي قولا انه  
بمعنى الشقي ولم يذكره  
في الاتقي سائبل صرح  
بخلافه حيث قال "هذا  
لا يدل على حال غير الاتقي الا  
على سبيل المفهوم والتمسك بدليل  
الخطاب الخ"

اقول بل ولا يتمشى على مذهب  
القائلين بمفهوم الصفة ايضا فان  
الكلام مسوق لمدح الاتقي كما يدل  
عليه سبب النزول و مقام المدح  
والذم مستثنى عندهم ايضا  
كما هو مذکور في كتب الاصول فیا  
للعجب من القاضی البیضاوی الشافعی

کیف تمسک ھمنا بالمفہوم، مع انہ  
لیس محلہ بالاتفاق و اشد  
العجب من القاضي الامام ابی بکر  
الشافعی اذ نزل قلمہ فمال الی افادۃ  
المحصر مع انہ یخالف ائمتہ فی  
القول بالمفہوم رأساً و ھکذا یرینا  
اللہ آیاتہ فی الافاق و فی النفسنا کیلا  
یغتر مغتر بدقۃ النظائرہ ولا یسخر  
ساخر من عاشر فی افکارہ  
اذ نوع کل صار مینبو و کل  
جواد یکبو فعلام یزھو من یزھو  
وسقی اللہ عہد من قالوا وما ادریک  
من قالوا سادۃ کرام قادیۃ الامۃ  
ابراھیم النخعی و مالک بن  
انس و غیرھما من الائمة  
اذ قالوا ولنعم ما قالوا کل احد ماخوذ  
من کلامہ و مردود علیہ الا  
صاحب ھذا القیو صلی اللہ  
تعالی علیہ وسلم، نسأل اللہ الوقایۃ  
فی البدایۃ و النہایۃ، والحمد  
للہ رب العالمین۔

کیونکہ مفہوم سے استدلال کیا حالانکہ بالاتفاق  
یہ اس کا محلی نہیں، اور سخت تعجب تو قاضی  
امام ابوبکر شافعی پر ہے کہ ان کے قلم نے لغزش  
کی تو وہ اس طرف مائل ہوئے کہ آیت حصر کا  
فائدہ دیتی ہے حالانکہ وہ قول بالمفہوم میں اپنے  
ائمہ کے بالکل مخالف ہیں اور یونہی اللہ ہمیں  
اپنی نشانیاں آفاق میں اور ہمارے نفوس میں  
دکھاتا ہے تاکہ کوئی اپنی باریک بینی پر مغرور نہ ہو  
اور کوئی غبنے والا اپنے افکار میں لغزش کرنے والے  
سے نہ بنے، اس لئے کہ ہر تلوار اچھتی ہے اور  
ہر گھوڑا گرنا ہے تو گھنڈ کر نیوالا کا ہے کو گھنڈ  
کرے، اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانے کو سیراب  
کرے جنھوں نے فرمایا اور تمھیں کیا خبر وہ کون  
لوگ ہیں جنھوں نے فرمایا سردار ان بزرگ اُمت  
کے مقتدا ابراہیم نخعی و مالک بن انس وغیرہ ائمہ  
کہ انھوں نے فرمایا اور کیا خوب فرمایا کہ ہر شخص  
کی کوئی بات مقبول ہوتی ہے اور کوئی نامقبول،  
مگر اس قبر شریف کے ساکن یعنی حضور  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ ان کی ہر بات  
قبول ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے حفاظت مانگتے  
ہیں ابتداء و انتہا میں، والحمد للہ رب  
العالمین۔

لہ الیواقیت و النجواہر المبحث التاسع والاربعون دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۸ ص ۱۳  
لہ الانصاف لولی اللہ دہلوی مکتبہ حقیقۃ دار الشفقت استنبول ترکی



اور اب وقت آگیا ہے کہ ہم ابو عبیدہ کا رد اس میں جس سے اس نے فرار اختیار کیا اور جس پر وہ مطمئن ہوا تمام کریں تو میں کہتا ہوں اور اللہ سے ہی توفیق ہے اس شخص نے پہلے خیال یہ کیا کہ اشقی کی تاویل شقی سے اسے اس آفت سے نجات دے دے گی جس میں وہ مبتلا ہے اس لئے کہ کلام کا مال یہ ہوا کہ دوزخ کی آگ میں کافر ہی جائے گا۔ اور یہ بات حق ہے جس پر کوئی غبار نہیں۔

ہم کہیں گے کہ تم نے موصوف کو دیکھا اور اور صفت کو چھوڑ دیا اللہ سبحنہ و تعالیٰ فرماتا ہے لا یصلہا الا الاشقی الذی کذب و تولیٰ (اس میں نہ جائے گا مگر وہ سب سے بڑا بد بخت جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا) اور یہ معلوم ہے کہ کافروں میں وہ بھی ہیں جنہوں نے اپنی تمام عمر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ جھٹلایا نہ اپنے دل سے نہ اپنی زبان سے، اس کا کفر تو یوں ہوا کہ اللہ کا لکھا غالب آیا اور توفیق الہی نے اس کا ساتھ نہ دیا اور مولائے کریم کی ذات کی پناہ سہجہ میں کہتا ہوں یہ ہیں ابوطالب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچ جنہوں نے اپنی عمر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حفاظت و حمایت میں فنا کر دی اور وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ

والآن ان أن نستكمل الرد  
على ابی عبیدة فیما فر عنه و فیما  
اطمان علیه فاقول و بالله التوفیق نرسم  
الرجل اولاً ان تاویل الاشقی بالاشقی  
ینجیه عما فیہ اذ ال کلام الی ان  
لا یصلی الناس الا کافر و هذا حق  
لا غبار علیه۔

قلنا نظرت الموصوف و ترکت  
الصفة یقول اللہ سبحنہ و تعالیٰ  
لا یصلہا الا الاشقی الذی کذب و  
تولیٰ، و معلوم ان من الکفار  
من لم یکذب النبی صلی اللہ تعالیٰ  
علیه وسلم مدة عمرة  
لا یجنانه ولا بلسانه و انما  
اکفرت ان سبق الكتاب و  
خذل التوفیق والعیاذ بوجه المولی  
الکریم۔

اقول و هذا ابوطالب عم  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم أفنى عمره فی حفظه  
وحمايته و بلغ الغایة القصوی

من محبته وولایتہ قدکات حبہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُخذ  
بمجامع قلبہ حتی کانت یفضله علی  
الاطفال الصغار من بنی صلبہ، و  
لما بعث اللہ تعالیٰ نبیہ صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم فدعا المشرکین  
الی التوحید، وھجیم علیہ  
الاعداء من کل شاء وبعید، قام  
یناضل عنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم فاعظم برة ولائم نصرة  
وقاسی ما قاسی من شدائد  
لا تحصى فی مهاجرة المشرکین  
من عشیرتہ الاقربین۔ وهو الذی لما تملأت  
قریش علی المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم نفروا عنہ من یرید  
الاسلام انشاء قصیدة تدل علی عظم  
حبہ للمصطفیٰ وشدۃ بغضہ اعدائہ  
الیام کما روی ابن اسحق وغیرہ من  
الثقات ومنها هذه الابیات :-  
اعبد مناف انکم خیر قومکم  
فلا تشرکوا فی امرکم کل واعل  
فقد خفت ان لم یصلح اللہ امرکم  
تکونوا کما کانت احادیث وائل  
اعوذ برب الناس من کل طاعن  
علینا بسوء او صلح بباطل

علیہ وسلم کی محبت اور نصرت کی انتہائی حد کو پہنچے  
سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت نے ان کے  
پورے دل کو ایسا پکڑ لیا تھا کہ اپنے صلبی  
کم سن بچوں پر حضور علیہ السلام کو فضیلت دیتے  
تھے اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام  
کو مبعوث فرمایا تو سرکار نے مشرکین کو  
وحدانیت کی طرف بلایا اور دین کے دشمن ہر سمت  
دور دراز سے حملہ آور ہوئے ابوطالب ان کی  
حمایت کو کافروں سے لڑنے کو کھڑے ہو گئے تو  
سرکار کے ساتھ بڑی نیکی کی اور ہمیشہ ان کی مدد  
کی اور اپنے قریبی رشتہ دار مشرکوں کی طرف سے  
کیسی بے شمار سختیاں جھیلیں۔ یہ وہی ابوطالب  
تھے کہ جب سارے قریش مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم کے مخالف ہوئے اور اسلام کے خواہشمندوں  
کو سرکار علیہ السلام سے دور کیا تو انہوں نے ایک  
قصیدہ کہا جو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بڑی  
محبت اور ان کے کمین دشمنان سے شدید عداوت کی  
دلیل ہے، جیسا ابن اسحق نے معتمد راویوں سے روایت  
کیا ہے۔ اسی قصیدہ کے یہ شعر ہیں:

اے بعد مناف کے بیٹو! تم اپنی قوم میں سب سے  
بہتر ہو، تو تم اپنے معاملہ میں ہر شخص کو شریک نہ کرو  
بیشک مجھے اندیشہ ہے کہ اگر اللہ نے تمہارا حال  
ٹھیک نہ کیا تو تم وائل کے افسانوں کی طرح افسانہ ہو جاؤ  
میں لوگوں کے رب کی پناہ چاہتا ہوں ہر برائی کا  
طعنہ دینے والے اور باطل پر اصرار کرنے والے سے



اور کہینہ پرور سے جو ہم پر گھنڈ کی کوشش کرے، اور اس سے جو دین میں ایسی بات شامل کرے جو دین میں کبھی نہ پائی گئی ہو۔

اور کوہِ ثور سے اور اس سے جس نے کوہِ ثبیر کو اپنی جگہ جمایا اور کوہِ حرا میں عبادت کے لئے چڑھنے اور اترنے والے سے۔

اور اللہ تعالیٰ کے سچے گھر کی قسم اور اللہ کی قسم بیشک اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں۔

اللہ کے گھر کی قسم! اے کافر و! تم جھوٹے ہو اس گمان میں کہ ہم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو چھوڑ دیں گے۔

حالانکہ ابھی ہم نے حضور علیہ السلام کے گردنیزوں اور تیروں سے جنگ نہ کی اور کیا ہم محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمہارے سپرد کر دیں گے جب تک کہ اپنے بیٹوں اور بیویوں سے غافل نہ ہو جائیں۔ مجھے اپنی جان کی قسم! تجھے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شدید محبت ہے اور میں انھیں ایسا چاہتا ہوں جس طرح پیہم چاہنے والے کی عادت ہوتی ہے۔

جب فیصلہ کرنے والے مقابلے کے وقت کسی کو ان پر قیاس کریں تو ان جیسا لوگوں میں کون ہے جس کے لئے یہ امید ہو کہ وہ ان کا ہم پلہ ہوگا۔ علم والے، رشد والے، عقل والے، طیش والے نہیں وہ بیوقوف و بے قدر سے محبت رکھتے ہیں جو ان سے غافل نہیں۔

ومن كاشح يسئ لنا بعبية  
ومن ملحق في الدين ما لم يحاول

وثور ومن أرمى ثبيرا مكانه  
وراق لبتر في حراء و ناهل

وبالبيت حق البيت ف بطن مكة  
وبالله انت الله ليس بغافل  
كذبتكم وبيت الله نبزى محمدا  
ولما نطاعن دونه و نناضل

ونسلمه حتى نصرع حوله  
ونذهل عن ابناءنا والحلائل

لعمرى لقد كلفت وجدا بأحمد  
وأحبته داب المحب المواصل

فمن مثله في الناس اى مؤمل  
اذا قاسه الحكام عند التفاضل

حليم رشيد عاقل غير طائش  
يوالى الاهاليس عنه بغافل

فوالله لولا ان اجث بسبة  
تجز على اشيا خافي المحافل

لكننا اتبعناه على كل حالة  
من الدهر جذا غير قول التهانل  
فاصبح فينا احمد في امة  
تقصر عنها سورة المتطاول

حديث بنفسي دونه وحيثه  
ودفعت عنه بالذرا والكل كل

ولقد كان يتبرك بالنبى  
صلى الله تعالى عليه وسلم يتوسل  
به الى الله تعالى في الدعاء  
كما يدل عليه ما روى  
العلماء من سنة قریش و حديث  
الاستسقاء، وقد حث  
الناس على اتباعه صلى  
الله تعالى عليه وسلم واخبر  
عن امور لم تقع فصدق

توخد اکی قسم اگر اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ میں ایسا  
کام کروں جو ہمارے بزرگوں پر محافل میں مات  
کا سبب بنے۔

تو ہم نے زمانہ کی ہر حالت میں ان کی پیروی کی ہوتی  
تو یہ بات سنجیدگی سے بے مذاق کے کہتا ہوں۔  
تو احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے اندر  
ایسے عالی نسب ہیں جس کو فخر کرنے والے کی  
محبت پانے سے عاجز ہے۔

میں نے اپنی جان کو ان کے سپرد کر دیا اور ان  
کی حمایت کی اور سرداروں اور گروہوں کے  
ذریعہ (یا سروں اور سینوں کے ذریعہ)  
دشمنوں سے حضور کا بچاؤ کیا۔

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے  
برکت طلب کرتے اور دعا میں انجناب علیہ الصلوٰۃ  
والسلام کو وسیلہ بناتے چنانچہ اس پر قریش کی  
قحط سالی اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے  
وسیلہ سے بارش طلب کرنے کا واقعہ جسے  
علمائے روایت فرمایا ہے دلالت کرتا  
ہے اور بیشک ابوطالب نے لوگوں کو سرکار  
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع پر ابھارا اور ان  
باتوں کی خبر دی جو واقع نہ ہوئی تھیں تو ایسا ہی

۱۔ السیرۃ النبویۃ لسیّد احمد زینی دحلان باب وفاة عبد المطلب المکتبۃ الاسلامیۃ بیروت ۸۳/۱  
السیرۃ النبویۃ لابن ہشام شعرا بنی طالب فی استعطاف قریش دار ابن کثیر بیروت الجزء الاول الثاني فی ۲۵۷  
۲۔ صحیح البخاری ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء قیدی تہذیب غنہ کراچی ۱۳۶/۱



ہوا جیسا انھوں نے خبر دی اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں ان کے لئے مقام عظیم تھا یہاں تک کہ جب سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ایک اعرابی نے آکر عرض کی کہ ہم سرکار کے پاس آئے ہیں اور حال یہ ہے کہ ضعف سے ہمارے بچوں کی آواز نہیں نکلتی اور ہمارے اونٹ لاغری سے کراہتے نہیں اور اس اعرابی نے سرکار کی مدح میں کچھ اشعار پڑھے تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام یادِ اقدس کو گھسیٹتے ہوئے اٹھے اور منبر پر صعود فرمایا اور آسمان کی جانب اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے تو خدا کی قسم ابھی سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ہاتھ نیچے نہ کئے تھے کہ آسمان بکلیوں سے بھر گیا اور اس قدر بارش ہوئی کہ لوگ پکارتے ہوئے آئے کہ ہم ڈوبے، تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تبسم فرمایا یہاں تک کہ دندانِ اقدس چمکے اور آپ کو اپنی تعریف میں ابوطالب کا قول یاد آیا جب انھوں نے عرض کیا تھا کہ:

سرکار گورے ہیں جن کے چہرے سے بارش طلب کی جاتی ہے جو تيموں کی ٹیک اور پرواؤں کا سہارا ہیں۔

پھر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اللہ کے لئے ابوطالب کی خوبی ہے اگر وہ زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں کون ہمیں ان کے شعر سنائے گا۔ تو حضرت علی

صحیح البخاری الباب الاستقار باب ال اناس الامام الاستقار اذا قطعا قديمي كتب غانز کراچی ۱۳۷/۱  
دلائل النبوة للبيهقي باب استقار النبي صلى الله عليه وسلم دار الكتب العلمية بيروت ۱۴۱/۶

سبحنه وتعالى ظنه ووقع كمثله  
اخبأه فوقه ولقد كان له موقع  
عظيم في قلب النبي الكريم عليه افضل  
الصلوٰۃ والتسليم حتى انه صلى الله  
تعالى عليه وسلم لما جاءه اعرابي  
فقال يا رسول الله اتيناك و مالنا  
صبي يفظ ولا بعير يبط والنشد  
ابياتا فقام صلى الله تعالى عليه  
وسلم يجبر رداءه حتى صعد  
المنبر و رفع يديه الى السماء  
فوالله ما رديديه بكرميتين  
حتى التقت السماء  
بأبراقها وجاءوا يضحجون  
الفرق ، فضحك صلى  
الله تعالى عليه وسلم  
حتى بدت نواحيه و تذكر  
قول ابي طالب في مدحه  
حيث يقول : هـ

وابيض يستقي الغمام بوجهه  
ثم اليتامى عصمة للارامل

فقال الله درأبي طالب لو كان  
حيا لقرت عيناه من ينشدا  
قوله ، فقال على كرم  
الله تعالى وجهه يا رسول الله



کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے عرض کیا گویا سرکار کی مراد ان کا وہ قصیدہ ہے جس میں انہوں نے عرض کی ”وہ گورے رنگ والے جن کے چہرے کے ذریعہ بارش طلب کی جاتی ہے“ اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے چند شعر پڑھے تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہاں میں یہی چاہتا تھا۔

جیسا کہ بیہقی نے دلائل النبوة میں سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا تو سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول ”اللہ دُرُّ ابی طالب“ (اللہ کے لئے ابو طالب کی خوبی ہے) کو دیکھو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان کو دیکھو کہ ”اگر ابو طالب زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں“ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر نظر کرو کہ ”ہمیں کون ابو طالب کے شعر سنائے گا؟“ اور ایک بار بھی منقول نہ ہوا کہ ابو طالب نے سرکار کی کسی بات کو رد کیا ہو یا سرکار کو جھٹلایا ہو بلکہ خود اسی قصیدہ میں قریش سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ ”خدا کی قسم لوگ جانتے ہیں کہ ہمارا فرزند ہمارے نزدیک ایسا نہیں کہ جھٹلایا جائے اور نہ اسے جھوٹی باتوں سے کام ہے۔“

اور اسی وجہ سے ابو طالب پر تمام دوزخوں

کا نکتہ تنوید قولہ و ابیض یسبتسقی، و ذکر ابیانا فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجل کما اخرجہ البیہقی فی دلائل النبوة عن سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فانظر الی قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ”اللہ دُرُّ ابی طالب“ وقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ”لو کانت حیثا لقربت عیناہ“ وقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ”من ینشدنا قولہ“ ولم ینقل عنہ مسوۃ امینہ ساد علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و کذبہ فیہ بل هو القائل فی تلك القصيدة مخاطباً لقریشہ لقد علموا ان ابننا لا مکذب لدینا ولا یعنی بقول الاباطل

ولذا کانت اھون اھل

لہ دلائل النبوة للبیہقی باب استنصار النبی صلی اللہ علیہ وسلم دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۱۴۱  
لہ السیرۃ النبویۃ سید احمد زینی دحلان باب وفاة عبد المطلب المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۱/ ۸۳



النار عن اباكمافي الصحاح و  
نفعته شفاعۃ الشفيۃ المرتجى  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی اخرج  
الی ضحضاح علی خلاف من سائر  
الکافرین الذین لا تنفعهم شفاعۃ  
الشافعیین، ویالیته لو اسلم  
لکان من افضل اصحاب النبی صلی  
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولكن قضاء  
اللہ لا یرد وحکمہ لا یعقب و للہ  
الحجة السامیة ولا حول ولا قوة الا  
باللہ العزیز الحکیم وقد فصدنا المسئلة  
فی بعض فتاوانا و اظهرنا  
بطلان قول من قال باسلامه  
واذا کانت ذلک کذلک ظهران  
الحصر فی الشقی المکذب  
ایضاً غیر مستقیم الی هذا اشار  
القاضی الامام حیث قال "لا یمکن  
اجراء هذه الآية علی  
ظاہرها و یدل علی  
ذلک ثلثة اوجه،

احدها أنه یقتضی  
ان لا یدخل النار "الا الا شقی  
الذی کذب وتولی"، فوجب فی الکافر

سے ملکا عذاب ہے جیسا کہ صحیح حدیثوں میں وارد ہوا  
اور شفیع مرتجی (امیدگاہ عاصیاں) صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم کی شفاعت نے انہیں نفع دیا تو ان پر  
تخفیف کے لئے انہیں جہنم کے بالائی سرے پر  
رکھ دیا گیا اور یہ معاملہ ان کے ساتھ سائے کافروں  
کے برخلاف ہے جنہیں شفیعوں کی شفاعت کام  
نہ دے گی اور کاش وہ ایمان لاتے تو نبی صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم کے افضل صحابہ سے ہوتے لیکن  
اللہ کا لکھا نہیں ملتا اور اس کا حکم نہیں بدلتا اور  
اللہ ہی کے لئے حجت بلند اور معصیت سے پھرنے  
کی قوت اور طاعت کی طاقت اللہ عز ویر حکیم کے  
دے بغیر نہیں، اور ہم نے اس مسئلہ کو اپنے  
بعض فتاویٰ میں تفصیل سے بیان کیا اور اب طالب  
کے اسلام کے قائل کی رائے کا بطلان ظاہر کیا ہے  
اور جب یہ بات یوں ہے تو ظاہر ہوا کہ حصر شقی  
مکذب (جھٹلانے والے) میں بھی درست نہیں  
اسی طرف امام ابو بکر نے اشارہ کیا چنانچہ انہوں  
نے فرمایا کہ اس آیت کو اس کے ظاہری معنی  
پر جاری کرنا ممکن نہیں اور اس پر تین وجوہ دلالت  
کرتی ہیں :

ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ حصر اس کا  
مقتضی ہے کہ جہنم میں وہی کافر جائے گا جو سب  
سے بڑا بد بخت ہو جس نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

الذى لم يكذب و  
لم يتولأ ان لا يدخل  
النار الخـ

قلت و بما قررنا المقال بان  
لك انخساف ما قال الرازي متعقبا  
للإمام القاضي ان كل  
كافر لا بد وان يكون مكذبا  
للنبي في دعواه ويكون متوليا  
عن النظر في دلالة صدق ذلك النبي الخ  
وظهر ايضا ان هذا التاويل الذي  
ارتضاه كثير من المتأخرين ولا يسد  
خلة ولا يشفي غلة و عليك بتلطيف  
القريحة .

ونرمع ثانياً ان آية الأتقى  
ايضا تفتقر الى التاويل لقريبتها  
فارتكب ما كان في مندوحة عنه  
كما حققنا-

ونزع من ثلثان تاويله الاتقى  
بالتقى مما يفيدة ويعنى نزعاً  
منه ان غير التقى المذكور



ف الأیة لا یجنب النار۔

آیت میں مذکور تقی کے سوا کوئی آتش دوزخ سے نہ بچایا جائے گا۔

اقول ولا یرد علیہ

ما سیطن أنت ایت رحمة الله تعالى على العصاة وقد اذنت نصوص قواطع ان كثيرا من الفجار والمثقلين بالاوزار والمها لکین علی الاصرار لا یسمعون حسیس الناس بمحض رحمة العزیز الغفار ویض شفاعۃ الشفیع المختار صلی الله تعالی علیہ وسلم اذ التقوی درجات وفنون اولها اتقاء الکفر وهذا یستوی فیہ المؤمنون وقد افصح ابو عبیدۃ عن مراده اذ قال الاتقی بمعنی التقی وهو المؤمن انتهى۔

اقول وبه اندفع ما یتراى من النقض بالصبیان والمجانین فان المراد بالتقی المؤمن والصبی ان عقله فاسلامه معقول مقبول و الجنون ان طوره فیستصحب الایماہ السالف والافینسحب علیہا حکم الفطرة الاسلامیة۔

لکنی اقول اولاً فح ماذا تصنع

باللام الداخلة علی الاتقی

میں کہتا ہوں اور اس پر وہ سوال وارد نہیں ہوتا جس کا عنقریب گمان کریگا کہ پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت گنہگاروں پر کہاں گئی حالانکہ قطعی دلیلیں بتا چکیں کہ بہت سے بد عمل اور گنہگار ہوں سے جو جھل اور مرتے دم تک گنہگار ہوں کے عادی محض رحمت عزیز غفار اور شفیع مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے سبب آتش دوزخ کی پھنک تک نہ سنیں گے اس لئے کہ تقویٰ کے درجات اقسام میں ان کا پہلا درجہ کفر ہے چنانچہ جس میں من برابر ہیں اور ابو عبیدہ نے اپنی مراد ظاہر کر دی کہ اس نے کہا اتقی بمعنی تقی کے ہے اور تقی مومن ہے اور

میں کہتا ہوں اس تقریر سے وہ اعتراض دفع ہو گیا جو بچوں اور پاگلوں سے نقض کے ذریعہ اٹھتا معلوم ہوتا تھا اس لئے کہ تقی سے مراد مومن ہے اور بچہ اگر سمجھ والا ہے تو اس کا اسلام معقول اور مقبول ہے اور مجنون پر جنون اگر طاری ہے تو شرعاً اس کا ایمان سابق اس کے ساتھ مانا جائے گا ورنہ ان دونوں پر حکم فطرت اسلامیہ جاری (یعنی انہیں بر حکم مسلمان جانیں گے)۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ اولاً جب اتقی بمعنی تقی کے ٹھہرا تو اس صورت میں اس لام

کے ساتھ کیا معاملہ کرو گے جو اتقی پر داخل ہے  
اس لئے کہ اصول میں مقرر ہو چکا ہے کہ لام اگر  
عہد کے لئے نہ ہوگا تو استغراق کے لئے ہوگا۔  
اور یہ معلوم ہے کہ مومنوں میں وہ ہیں جنہیں عذاب  
ہوگا اور وہ آتش دوزخ سے نہ بچائے جائیں گے  
اور یہ مفید نہیں کہ یصلیٰ سے بجائے آگ میں  
جانے کے آگ کا لازم ہونا مراد لیا جائے اس لئے  
کہ یہ جنہا (اس دوزخ سے دور کیا جائیگا)  
میں ضمیر جہنم کی آگ کی طرف لوٹتی ہے نہ کہ صلی  
مصدر کی طرف (جس کا معنی آگ میں جانا ہے)  
اور جس کا ذہن ان باتوں میں سے بعض کی طرف  
پہنچا اس نے عجیب و غریب کام کیا جیسے قاضی  
بیضاوی، تو انہوں نے کلام کو اس پر محمول کیا جو  
کفر اور گناہوں سے بچے لیکن اس حصر موعوم کا  
مددگار کون جس کی وجہ سے اتقی کی تاویل کا ارتکاب  
کیا جاتا ہے اس لئے کہ فاجروں میں وہ بھی ہے  
جو دوزخ کی آگ سے دور رہے گا اور اسے عذاب  
نہ ہوگا۔

اور ثانیاً میں کہتا ہوں کہ ہم نے ان  
تمام باتوں سے آنکھ میچی اور آپ کو آپ کے  
حال پر چھوڑا تو کلام کو جدھر چاہئے لے جائیے  
مگر آپ لوگ یہاں بھی صفت سے غافل رہے  
جس طرح اشقی (جس نے جھٹلایا اور منہ موڑا)

اذ قد تقر فی الاصول انہا ان لم  
تکن للعہد فلا استغراق، و معلوم  
ان من المؤمنین من یعذب  
ولا یجنب، ولا ینفع ارادة اللہ  
بالصلی اذا الکنا ینة للنار دون  
الصلی، ولقد اغرب من قفطن  
لبعض من هذا کالقاضی البیضاوی  
فی حمل الکلام علی من یتقی  
الکفر والمعاصی اقول نعم  
الان یصح الاستغراق ولكن من  
للمحصرا الموعوم الذی یرتکب  
لاحبلہ تاویل الاتقی، اذ من الفجار  
من یجنب ولا یعذب  
کما ذکرنا وعلی هذا  
یرد النقض ایضاً بالصبی  
والمجنون۔

واقول ثانیاً اغضنا هذا  
کلمہ و ترکناکم و شانکم  
فاذهبوا بالکلام الی ما  
تشبهیه انفسکم الا انکم  
اغفلتم الصفة ههنا ایضا غفلکم عنها



فِي الْأَشْقَى الذِّي كَذَبَ وَتَوَلَّى لَهُ  
فَاتِ اللَّهُ سَبِيحُهُ وَتَعَالَى لَمْ يَرْسَلِ  
الْأَتَقَى إِلَّا سَالِبًا بَلْ خَصَّهُ "بِالذِّي  
يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى" وَمَعْلُومٌ أَنَّ التَّقَى  
الْفَقِيرَ لَا مَالَ لَهُ وَأَنَّهُ مُجْتَنَبٌ  
عَنِ النَّاسِ لَا شَكَّ، فَاتِ كَانَ الْكَلَامُ  
عَلَى الْحَصْرِ كَمَا نَزَعْتُمْ فَالْحَصْرُ  
لَمْ يَسْتَقِمْ بَعْدَ وَلَا فَمَا ذَا يُلْجِئُكُمْ  
إِلَى التَّوِيلِ وَالْعَدُولِ عَنْ ظَاهِرِ  
التَّنْزِيلِ عَنْ هَذَا نَقُولُ أَنَّ الْوَجْهَ  
تَرْكُ التَّكْلِيفِ وَصَوْنُ اللَّفْظَيْنِ  
لَا سِيَّمَا الْأَتَقَى عَنِ التَّغْيِيرِ وَالتَّصْرِيفِ لِانْقِدَامِ  
الْحَاجَةِ فِي أَحَدِي الْآيَتَيْنِ وَ  
إِنْدَافِهَا بِطَرِيقِ اسْتِغْنَاءِ  
الْآخَرِ كَمَا يَفِيدُهُ الْوُجُوهَاتُ  
الَّذَاتُ ذَكَرَهُمَا الْقَاضِي الْإِمَامُ  
مَعَ مَا شَاهَدَنَا أَنِ التَّوِيلَ  
يُرَادُ وَلَا مَفَادَ وَيُقَادُ وَلَا يَنْقَادُ  
بِإِدْنِ مَا يَدْرِيهِ  
لَعَلَّ الْحَبْدَالَ يُوَدَعُ نَارًا  
مَوْقِدَةً تَطْلُعُ عَلَى الْإِفْدَةِ فَيَقُومُ قَائِلُهَا  
وَجَهِي الْقَاضِي أَيْضًا يَعْكَرُ عَلَيْهِمَا بِشَيْءٍ  
فَلَا مَنَاصَ مِنْ تَشْدِيدِ الْأَسْرَافَاتِ

کے معاملہ میں آپ نے صفت سے غفلت کی اس لئے  
کہ اللہ تعالیٰ نے اتقی کو مطلق نہ رکھا بلکہ اسے  
اس کے ساتھ خاص کیا جو اپنا مال سُتھرا ہونے  
کو راہِ خدا میں دے اور یہ معلوم ہے کہ اتقی  
فقیر کے پاس مال نہیں ہے حالانکہ وہ اُتقی  
دو زخ سے بیشک دُور رہے گا۔ تو اگر کلام  
برسبیلِ حصر ہے جیسا کہ آپ لوگوں کا زعم ہے  
تو حصر تو اب بھی درست نہیں ہوا اور اگر حصر  
پر بنا رہے ہیں تو آپ کو تاویل اور ظاہر تنزیل سے  
عدول کی طرف کون سی چیز مضطر کرتی ہے اسی  
سبب سے ہم کہتے ہیں کہ صحیح طریقہ یہی ہے کہ  
تکلف چھوڑا جائے اور دونوں لفظوں خصوصاً  
اتقی کو تصرف و تغیر سے محفوظ رکھیں اس لئے کہ  
ایک آیت میں تاویل کی حاجت نہیں اور  
دوسری میں مسلکِ اسلم سے حاجت مندرج  
ہو جاتی ہے جیسا کہ ان دو وجہوں نے افادہ  
کیا جو قاضی امام نے ذکر فرمائیں باوجودیکہ ہم نے  
مشاہدہ کیا ہے کہ تاویل مراد ہوتی ہے حالانکہ  
کوئی مفاد نہیں ہوتا اور وہ کھینچی جاتی ہے جبکہ  
وہ نہیں کھینچی۔ لیکن میں کیا جانوں شاید بحث  
روشن آگ کو بجھ گائے جو دلوں پر چمکے تو کوئی  
قائل کھڑا ہو جائے اور کہے کہ قاضی کی مذکورہ  
دو وجہوں پر بھی کچھ غبار ہے لہذا ارکان کو مضبوط

و تجدید الاصلان علی حسب الامکان ۔

فاقول وربی ولی الاحسان  
يستبعد علی الوجه الاول وصف  
الاتقی بانه یجنب تلك النار الکبری  
فان مدح اکرم القوم بانه لیس  
أرذل القوم مما لا یستلزم ۔

اقول والمخلص الاستخدام  
وهو شائع فی فصیح الکلام بل  
عدوه والتورية اشرف انواع  
البدیع ، بل منهم من قدمه فی  
الشرف علی الجميع كما ذکر  
الامام العلامة السيوطی و منه  
فی القرآن العظیم قوله تعالى  
ولقد خلقنا الانسان من سلافة من  
طين ثم جعلناه نطفة فی قرار  
مکین ۱۱

کرنا اور اشیا کی تجدید بقدر امکان ضروری ہے۔  
تو میں کہتا ہوں اور میرا رب ولی نعمت ہے،  
پہلی وجہ پر اتقی کا یہ وصف بیان کرنا کہ وہ بڑی  
آگ سے دور رکھا جائے گا مستبعد ہے اس لئے  
کہ قوم کے بزرگ ترین کے لئے یہ کہنا کہ وہ رذیل  
ترین نہیں ہے اس میں کوئی ملاحظہ نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں اور اس سے نجات دہندہ وہ  
استخدام ہے اور وہ کلام فصیح میں شائع ہے  
بلکہ علماء نے استخدام و توریہ کو بدیع کی سب سے  
عمدہ قسم شمار کیا ہے، بلکہ بعض علماء نے استخدام  
کو شرف میں تمام اقسام بدیع پر مقدم رکھا ہے  
جیسا کہ علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ نے ذکر کیا ہے،  
اور اس قبیل سے قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ کا  
قول ہے: ”اور ہمیشہ ہم نے آدمی کو چنی ہوئی  
مٹی سے بنایا پھر اسے پانی کی بوند کیا ایک  
مضبوط ٹھہراؤ میں“

ف: توریہ ابہام کو کہتے ہیں اور اس کی تعریف یہ ہے کہ ایک لفظ کو جس کے دو معنی ہوں  
ایک قریب دوسرا بعید ۔ اور معنی قریب سے بعید معنی کا توریہ کریں، اور بعید معنی  
مراد ہو تو معنی قریب کو مورعی بہ اور معنی بعید کو مورعی علیہ  
کہتے ہیں۔

۱۵۱ اتفاق فی علوم القرآن النوع الثامن والخمسون دارالکتب العربیہ بیروت ۱۵۳/۲  
۱۵۲ القرآن الکریم ۱۳/۲۳ و ۱۲/۱۳



آیت میں انسان سے مراد ہم انسانوں کے باپ آدم علیہ السلام ہیں اور ضمیر سے مراد ان کی اولاد ہے اور اسی قبیل سے اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ ”اللہ تعالیٰ کا حکم آیا تو اسکی جلدی نہ مچاؤ“

اس آیت میں ایک وجہ پر امر اللہ سے مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ ہے۔ ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ کے قول ”اقی امر اللہ“ میں امر اللہ سے مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ اور ضمیر سے مراد قیامت کا قائم ہونا ہے، یہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے علوم سے نفع بخشے آمین۔ میں کہتا ہوں اب اگر تم کو جبکہ آپ نے آیت میں مذکور نارسے دوزخ کی سب سے بڑی آگ مراد لی جو تمام اشقیاء سے بدتر شقی کے لئے مخصوص ہے تو سب لوگوں کو اس سے ڈرانے کا کیا مقصد ہے؟ تو میں کہوں گا کہ مقصد ان شاء اللہ تعالیٰ یہ ہے کہ وہ سب سے بڑا شقی کمال شقاوت اور بُری جزا اور سخت ملا کے جس درجہ پر پہنچا اس کا سبب وہی کفر و عناد ہے اور ہر ناہست اور

المراد بالانسان ابونا آدم علیہ السلام وبضمیر ولده، ومنہ قوله تعالیٰ ”اقی امر اللہ فلا تستعجلوه“

المراد بامر اللہ بعثة محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی احد الوجوه فی تاویلہ اخبر ابن مردویہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی قوله تعالیٰ ”اقی امر اللہ“ قال محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، والمراد بالضمیر قیام الساعة قاله العلامة السيوطی، نفعا اللہ تعالیٰ بعلومہ، آمین۔

اقول فان قلت اذا اردتم بالناس اعظم النيران المخصوص باشقی الاشقیاء، فما معنی انذا سائر الناس عنه قلت المعنی ان شاء اللہ تعالیٰ ان الاشقی انما بلغ ماببلغ من کمال الشقاء وسوء الجزاء وجهد البلاء بما ثابری علیہ من اللداد و

لہ القرآن الکریم ۱۶/۱  
لہ الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والنحسون دار الکتاب العربی بیروت ۱۵۴/۲

العناد والاصرار والاستكبار فاحذروا  
 انتم يا ايها الناس ان لم تنيبوا الى  
 الحق ووصتم كد وامه ان تعاد لوه في  
 الشقاء فتلقوا اثمًا مأكثًا اثمه فكانت الآية  
 على حد قوله تعالى "فان اعرضوا  
 فقل انذرتكم صاعقة مثل صاعقة  
 عاد وثمود" فانهم انما اصابهم  
 ما اصابهم لمثل هذا الاعراض  
 فماذا يؤمنكم ان مضيت على  
 دابرهم ان تعذبوا بعد ابرهم  
 او حصل الانعاس بانته تعالى  
 اخبر ان هناك عدوا اشقى  
 من يوجد وله جزاء اسوء  
 ما يكون والناس غير دارين الله من هو، ولم  
 يذكر الله تعالى من  
 صفاته الا التكذيب و  
 التولي، فحق ان ينقطع  
 قلب كل مكذب وينفلق  
 كبدا كل متول خوفًا و فرقا  
 ان يكون هو هو فمن هذا الوجه جاء  
 الانذار لسائر الناس فالتقنه فانه من  
 احسن السوانح بتوفيق الملك  
 العليم الفاتح جل جلاله

گنہگار ہے جس پر وہ قائم رہا تو اسے لوگو! تم ڈرو  
 کہ اگر تم حق کو نہ مانو اور ناحق پر جے رہو جیسا کہ وہ  
 بڑا بد بخت بھلا رہا کہیں تم بد بختی میں اس کے برابر  
 نہ ہو جاؤ تو اس کے عذاب جیسا عذاب پاؤ تو  
 یہ آیت اللہ تعالیٰ کے قول "پھر اگر وہ منہ  
 پھریں تو تم فرماؤ کہ میں تمہیں ڈراتا ہوں ایک کڑک سے  
 جیسی کڑک عاد اور ثمود پر آئی تھی" کے طور پر ہے  
 اس لئے کہ عاد و ثمود پر جو مصیبت اتری وہ اسی  
 طور کے اعراض (دو گدائی) کے سبب اتری تو  
 تمہیں کون سی چیز بے خوف کرتی ہے، اگر تم ان  
 انگلوں کی عادت پر جے رہو ان جیسا عذاب پانے  
 سے یا سب کے لئے تنبیہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے  
 بتایا کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کا ایک دشمن نہایت  
 بد بخت ہو گا اور اس کے لئے نہایت بدترین سزا ہے  
 اور لوگ نہیں جانتے کہ وہ کون ہے، اور اللہ تعالیٰ  
 نے اس کی صفات میں سے جھٹلانے اور منہ مڑنے  
 کے سوا کچھ ذکر نہیں کیا تو بجا ہے کہ ہر جھٹلانے والے  
 کا دل کٹ جائے اور ہر منہ مڑنے والے کا کلیجہ  
 پھٹ جائے اس ڈر سے کہ کہیں وہی نہ سب  
 سے بڑا بد بخت ہو جس کی یہ سزا سنائی گئی تو اس  
 وجہ سے یہ تخیل سب لوگوں کے لئے آئی، اس  
 نکتہ کو یاد رکھو کہ یہ بادشاہ علیم فاتح (علم والے  
 عقہہ کھولنے والے جل جلالہ) کی توفیق سے ایک



اچھا خیال ہے اور یہ تقریر کچھ وجہ ثانی میں بھی جاری ہے، لیکن یہاں ایک نہایت خفی نکتہ ہے اور وہ یہ کہ ایسے ہر ادعائی موقع کے مناسب اسی وقت ہوں گے جبکہ سیاق کلام اس بڑے بد بخت و قابل ملامت کی مذمت کے لئے ہو، تو گویا یوں فرمایا گیا کہ یہ شخص شقاوت کے اس درجہ تک پہنچا جس کے آگے سب شقاوتیں ہیچ ہیں تو گویا دوزخ میں اس کے سوا کوئی نہ جائے گا، مگر جبکہ یہ کلام تمام کافروں کی تخلیف کے لئے ہو یا مذمت کے ساتھ یہ قصد بھی ہو تو شاید عذاب کو ایک شخص میں منحصر بتانا مستحسن نہیں، غور کرو کہ یہ مقام غور ہے اور یہ بندہ ناتواں اسی لئے خود کو دوسری وجہ کے بجائے پہلی وجہ کی طرف زیادہ مائل پاتا ہے اور اسی میں بے نیازی اور مطلب کا حصول ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے حمد ہے جو مرادیں عطا فرماتا ہے، پھر میں جب اس مقام تک پہنچاؤں میں نے تفسیر عزیزی اپنے بعض اعتراضات کے لئے کر دی تھی تو میں نے حضرت مولانا عبد العزیز کو لا اللہ تعالیٰ ہمیں اور انھیں معاف فرمائے دیکھا کہ وہ اس اعتراض کی طرف متنبہ ہوئے جو وجہ اول پر اعلیٰ حضرت نے فرمایا اور انھیں متنبہ ہونا ہی چاہئے اس لئے کہ وہ ذکاوت و فطانت کا پہاڑ ہیں پھر اس کے دو جواب دیئے:

پہلا تو وہی جو علمائے اختیار فرمایا یعنی

وهذا الكلام يجري بعضه في الوجه الثاني ايضا لكن هذا حقيقة غامضة وهي ان امثال هذا المحصر الادعائي انما تناسب المقام اذا كانت سوق الكلام لذكر هذا الاشقي الملام فكانه قيل انه بلغ من الشقاء مبلغا تضمن محل دونه سائر الشقاوات فكانه لا يلج النار الا هو، اما اذا سبق مساق الانذار لجميع الكفار او قصد ذلك ايضا مع قصد الذم فلعله لا يستحسن حينئذ محصر العقاب في رجل واحد، تأمل فانه موضعه والعبد الضعيف لهذا يجد نفسه اركان الوجه الاول دون الثاني وفيه الغنية و حصول المنية، والحمد لله معطي الاماف، ثم لما بلغت هذا المقام رجعت العزیزی بعد ما استعرت من بعض الاعزة فرأيت المولى عبد العزیز تجاوزا الله تعالى عنا وعنہ تنبه لهذا الاستبعاد الذي ذكرته في الوجه الاول وجهي القاضى و قوله ان يتنبه لانه العلم في الذكاء والفطنة، ثم اجاب عنه بجوابين:

الاول يقارب ما

دنا التوفيق اليه من القول بلا استخدام  
والثاني ان التجنيب من  
تلك الناس المخصوصة بالكف  
ايضا لها عرض عريض وغاية القصوى  
مختصة بالالتقى وسائر المومنين وان كانوا  
مجنبيين لكن لا كمثله انتهى معرباً۔

اقول الوجه الاول وعليه عندى  
المعول واما ما ذكر من الوجه الثاني  
فليس بشئ عندى وان كان هو المرضي  
لدىه حتى اورد الاول بصيغة التريض  
وذلك لان كون التجنيب  
مقولا بالتشكيك مسلم في  
مطلق الناس التي يمكن ان  
يدخلها بعض المومنين ومعنى  
العرض العريض فيه كما  
يسبق عليه ذهنى القاصر  
ان الذنوب مقتضاها  
الأصل الذى لو خليت هي  
وطبايعها ما أقضت الاياه انما  
هو اصابة المجزاء الذى اوعده  
به عليها وهذا ظاهر جداً، فكل من

استخدام کا طریقہ۔

دوسرا یہ کہ اس نار سے دور رکھا جانا  
جو کافروں کے ساتھ خاص ہے اس میں بڑی وسعت  
ہے اور اس کی آخری حد التقی کے لئے خاص ہے  
اور باقی مسلمان اگرچہ وہ بھی اس آگ سے دور  
رہیں گے لیکن اس کی طرح نہیں اھ۔

میں کہتا ہوں وجہ تو پہلی ہے اور میرے  
نزدیک وہی معتد ہے، اور جو دوسری وجہ  
ذکر کی وہ میرے نزدیک کوئی چیز نہیں اگرچہ  
شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کو دوسری پسند ہے کہ پہلی  
کو ایسے صیغہ سے ذکر کیا جس سے اس کے ضعف  
کی طرف اشارہ ہوتا ہے اس لئے کہ نار سے  
دور رہنا اس کا کلی مشکل ہونا مطلق نار میں  
مسلم ہے جس میں بعض مومن داخل ہو سکتے ہیں  
اور تجنیب (نار دوزخ سے دور رہنا) میں بڑی  
وسعت کا معنی جیسا کہ میرا ذہن قاصر اس کی طرف  
سبق کرتا ہے کہ گناہوں کا وہ مقتضائے اصلی  
کہ اگر گناہ اپنی طبیعت کے ساتھ چھوڑ دئے جائیں  
تو اسی کا تقاضا کریں تو یہ ہے کہ بندہ کو وہ  
سزا ملے جس کی اسے گناہوں پر وعید سنائی گئی،  
اور یہ بہت ظاہر ہے، تو ہر وہ شخص جس نے



ایک بار بھی گناہ کیا اللہ تعالیٰ کی پکڑ کا مستحق ہے اور بندہ کی بکثرت نیکیاں خدائے غالب و قدیر کو مانع نہیں ہو سکتیں اس لئے کہ نیکیوں کا نفع تو بندہ ہی کو پہنچتا ہے تو کیسے اللہ تعالیٰ کو اپنے بھلے کے لئے کئے ہوئے کام کا احسان جتائے گا اور کیونکر اسے سزا کے دستور کو سرے سے باطل کرنے کا ذریعہ بنائے گا، حالانکہ بندہ کو خوب واضح بیان سے کہہ دیا گیا ہے کہ جیسا تو کریگا ویسا تجھے بدلہ دیا جائے گا، غایت امر یہ ہے کہ دنیا و آخرت میں بندہ کی مدت اقامت کو نیک و بدہر دو عمل میں ٹھہرنے کی مقدار پر باعتبار قدر و کیفیت تقسیم کریں تو ممکن ہے کہ اسے آگ اتنی مدت تک چھوئے جو اس کے مقدار عمل کے برابر ہو اور ہم اہلسنت و جماعت (اللہ ہمیں رحمت و شفاعت سے نصیب عطا فرمائے) کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو حق ہے کہ وہ بندے سے ہر جرم پر مواخذہ کرے اگرچہ صغیر ہو جس طرح کہ اس کو سزاوار ہے کہ ہر گناہ سے درگزر فرمائے اگرچہ کبیرہ ہو اور یہ اس کا فضل ہے اور وہ اس کا عدل اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

اسی لئے جنت میں مومنین کی آسائش اور جہنم میں کافروں کا عذاب ہمیشہ ہوگا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کی نیت اور مخفی ارادے کا

اذنب ذنبا ولو مرة استحق بذنبه  
هذا انت يؤاخذ به الملائكة  
جل جلاله، ولا تقبض حسناته المتكاثرة  
على العزيز المقتدر اذ نفع الحسنات  
انما يعود اليه، فكيف يمن على الله  
تعالى بما عمله لنفع نفسه، فكيف يجعله  
ذريعة الى ابطال منشور المجزاء  
عن رأسه وقد قيل له بأفصح بيان  
ان كما تدین تدانك، غاية الامرات  
يقسم لبشه في الدارين على مقدار  
لبشه في العملين كما وكيفاً فيجبون  
ان تمته النار بما يعدل هذا  
المقدار، وقد اعتقدنا نحن معشر  
اهل السنة والجماعة من قنا الله سبحانه  
وتعالى حظ الرحمة والشفاعة انه تبارك  
وتعالى له ان يؤاخذ عبده كل جريرة  
ولو صغيرة كما انت له ان يتجاوز  
عن كل كبيرة، فصل  
ذلك عدل و ما الله بظلام  
للعبيد۔

ثم ان المولى جل وعلا بغاية  
عدله وضع المجزاء مشاكلاً للعمل و  
لذا ايدى تنعيم المومن وتعذيب الكافر

علم ہے کہ یہ دونوں اپنی اپنی حالت کفر و ایمان پر قائم و دائم رہنے کا عزم کئے ہوئے ہیں یہاں تک کہ اگر دنیا میں ہمیشہ رہتے اپنے حال پر ہمیشہ رہتے کیا تم اللہ کے فرمان کو نہیں دیکھتے ” اور اگر واپس بھیجے جائیں تو پھر وہی کریں جس سے منع کئے گئے تھے ” اور جب ابوطالب کفار سے تمام و کمال جدا ہوئے اور اپنے قدم اس خبیث ملت پر جمائے رکھے جزا دیئے والے رب سبحنہ و تعالیٰ نے ان کے سارے بدن کو نار سے نجات دی اور عذاب کو ان کے قدموں پر مستطفرمادیا جیسا کہ بخاری و مسلم وغیرہ کی حدیث میں ہے تو عمل و جزا میں مشاکلت کا مقتضی یہ ہے کہ جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں اس کا عذاب میں رہنا ثواب کے گھر میں رہنے کے برابر ہوا، جو ایک گناہ کرے وہ اس کا عذاب اچھکے اور جو برائی کے قریب جائے پھر اس سے جدا رہے تو اس کی جزا مشابہ عمل یہ ہے کہ وہ نار کے قریب کیا جائے پھر اس سے دور رکھا جائے تاکہ غم اور گھبراہٹ کا مزہ ارادہ گناہ میں لذت کے بمقدار چھکے، یہ حکم عدل ہے اور حکم عدل ہی اصل ہے، لیکن جود و کرم والے

اذ قد علم من نیتہما و مکنوناتہ  
طویتہما أنہما عانرمان علی ادا مة  
ماہما من الکفر والایمان حتی لو  
داموا فی الدنیا لداموا علیہ الا  
تری الی قولہ تعالیٰ ” ولوردوالعاد والما  
نہو اعنہ ” ولذلک لما انسلاخ ابوطالب  
عن الکفار بشر اشرة و اثبت قد میہ  
علی تلک الملة الخبیثۃ نجا الدیان  
سبحنہ و تعالیٰ سائر بد نہ من  
النار و سلط العذاب علی قد میہ  
کما فی حدیث الشیخین و غیرہما  
فقضیۃ المشاکلة أن من تساوت حسناتہ  
و سیئاتہ یساوی لبثہ فی العذاب  
بلبثہ فی دار  
الثواب و من اذنب ذنبا واحدا اذیق  
اثامہ و من الم بسیئة ثم انقلع  
عنہا فجزاءہ المشاکل ان ید فی الی النار  
ثم یبعد عنہا لیزوق من الفرع و  
الغم قدما ما ذاق من اللذۃ  
فی اللہم هذا حکم العدل و حکم  
العدل هو الاصل لکن المولی الجواد الکرم

لہ القرآن الکریم ۲۸/۶

لہ صحیح البخاری کتاب المناقب باب قصہ ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۵۴۸/۱  
صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب ۱۱۵/۱



الذی "کتب علی نفسه الرحمة" وجعل لها السبقة علی الغضب منة ونعمة تشفع اليه شفيعات رفيعان وجيهران جيبان لا يردان ولا يخيبان رحمته الكاملة العامة الشاملة وهذا النبي الكريم المبعوث من المحرم بفيض الجود والكرم صلى الله تعالى عليه وآله وبارك وسلم فوعد بالطاق جميلة ورحمات جليلة فضلا من لديه من دون وجوب عليه وحاشا أن يجب عليه شيء وهو يجير ولا يجار عليه "و بشر أن الحسنات يذهبن السيئات" وان اللهم معفو عنا شاء الله تعالى "ان ربك واسع المغفرة" وان الله تجاوزنا عما هممت به انفسنا ما لم نعمل او نتكلم وان من تعادلت كفتاه لم يدخل النار وان لا يهلك على الله الا ما ساء متمرد وهذا كله تفضل وتكرم من المولى الحى جللت

مولیٰ نے اپنے اوپر رحمت کو لازم فرمایا اور اس کے لئے غضب پر سبقت رکھی اپنے کرم و احسان سے اس سے سفارش کی جو رفعت و وجاہت والے و پیارے شفیعوں نے جو نہ پھیرے جائیں نہ محروم ہوں ایک اللہ تعالیٰ کی رحمت تمام وعام اور دوسرے یہ نبی کریم جو حرم سے فیض جو دو کرم کے ساتھ مبعوث ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے جمیل مہربانیوں اور حبیل رحمتوں کا وعدہ فرمایا محض اپنے فضل سے نہ اس سبب سے کہ اس پر کچھ واجب ہے اور وہ اس سے منزہ ہے کہ اس پر کچھ واجب ہو حالانکہ وہی پناہ دیتا ہے اور اس کے خلاف کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ اور اس نے خوشخبری دی کہ نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں اور یہ کہ لم (ارادہ گناہ) پر ہمیں معافی دے دی گئی بے شک تمہارے رب کی مغفرت وسیع ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ ان باتوں سے درگزر فرماتا ہے جن کا ارادہ ہمارے نفوس کرتے ہیں جب تک ان کو انجام نہ دیں یا انھیں نہ بولیں اور جس کے دونوں پلے برابر ہوں گے وہ نار میں نہ جائے گا۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں صرف نہایت کسرش زنا فرمان ہی ہلاک ہوگا

۵۲ القرآن الکریم ۲۳/۸۸  
۵۳ " " ۵۱/۳۲

۱۲/۶ القرآن الکریم  
۵۳ " " ۱۱/۱۱۵

(یعنی کافر) اور یہ سب مولائے معنی کریم کا فضل و کرم ہے۔ اس کی نعمتیں جلیل ہیں اور اس کے احسان بہیم ہیں، اور اسی کے لئے حمد ہے۔ جیسی وہ چاہے اور پسند فرمائے، تو ہر وہ شخص جس نے گناہ کیا یا گناہ کے پاس جا کر رُک گیا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے نار سے دُور رکھا تو اسے اس کے استحقاق کی بہت سے اُس کے عمل کی جزا دینے کو دُور رکھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں کو بخشے والا ہے ان کے ظلم کے باوجود بلکہ مغفرت کا معنی یہی ہے کہ صاحبِ حق اپنے حق کو لینے سے کلی یا جُزوی طور پر درگزر کرے تو یہ نار سے قریب کر کے اس سے دُور رکھنا ہے اور نار کی طرف لیجا کر اس سے بچانا ہے اس کے باوجود اس میں رتبوں کا تفاوت ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں مگر جو تقویٰ کی سب سے آخری حد تک پہنچ گیا، یہاں تک کہ ہر نا پسندیدہ بات سے دور رہا اور خلق سے فانی اور حق پر باقی ہو گیا اور اس کی شانِ معصیت کے ارتکاب سے اور رحمن کے مغفوت کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھنے سے بلند ہو گئی تو محال ہے کہ ایسے شخص کو نار سے علانی ہو یا نار کو اس سے کوئی تعلق ہو خصوصاً وہ متقیوں کا متقی اور سارے اصفیاء سے زیادہ

(الاء وتوالن نعلماؤه و له الحمد كما يحب ويرضى فكل من اذنب اوالم ثم جنبه المولى النار فانما جنبه على استحقاق منه لجزاء ما عمله كما قال تبارك وتعالى "ان ربك لذو مغفرة للناس على ظلمهم" بل لا معنى للمغفرة الا تجاوز صاحب الحق عن استيفاء حقه كلاً او بعضاً فهذا تجنّب بعد تقریب وأنجا بعد الجاء مع ما فيه ايضاً من تفاوت الرتب كما لا يخفى) اما الذی بلغ من التقوی غایتہ القصوى حتى تنزه عن كل ما يكره وفتى عن الخلق وبقى بالحق ارفع شأنه عن اتيان عصيان ونظر بالرضى الى ما يبغض الرحمن فهذا محال ان يكون من النار في شيء أو النار منه في شيء لاسيما اتقى الاقبياء وأصفى الاصفياء



صاف باطن جس کے تمام احوال پر حق کی چشم رضا  
 رہی اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جس کا  
 کوئی کام بُرا نہ لگا تو یہی وہ خدا کا بندہ ہے یہی  
 وہ خاص بندہ ہے زبانیں جس کے کمال کو بیان  
 کرنے سے عاجز ہیں جس کی عظمت کے صحرا میں  
 عقلیں گم ہیں اس میں عقلیں دوڑیں اور گھومتی  
 پھریں پھر گرتی پڑتی رہیں پھر لوٹیں تو ان سے  
 پوچھا تو بولیں وہی وہ ہے تو اس خاص بندہ کے  
 بارے میں آخری بات یہ ہے کہ وہ سائے بندوں  
 سے اولیٰ اور خدا کے جواد کے قول ” بیشک وہ  
 جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے  
 دُور رکھے گئے ہیں وہ اس کی پھٹک نہ سنیں گے  
 اور وہ اپنی من مانی خواہشوں میں ہمیشہ رہیں گے  
 انھیں غم میں نہ ڈالے گی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ  
 اور فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے کہ یہ ہے  
 تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا“ کی پہلی  
 مراد ہے مطلق نار سے دُور رکھنے میں جو بڑی وسعت  
 ہے اس کا مقدور بیان کے مطابق یہ معنی  
 ہے اور ایسی بات اس نار کے بارے  
 میں نہیں بنتی جو کفار کے ساتھ مخصوص ہے  
 وہ تو کفر کی سزا ہے اور تمام مسلمان اس نار  
 سے دُور رہنے میں برابر ہیں اس لئے کہ کفر و  
 ایمان یہ دونوں وصف گھٹے بڑھتے نہیں ہیں اور یہ

الذی لم یزل من الحق بعین  
 الرضا فی جمیع احواله، ولم یسوء  
 النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 فعلة من افعاله، فذاک العبد  
 ذاک العبد کلت اللسن عن شرح  
 کماله وتاھت العقول فی تبه جلاله  
 جالت وعالت، فبقیت تکبو ثم  
 راجعت فسئلت فقالت هو هو  
 فغایة القول فیہ أنه اولی العباد  
 وأول المراد بقول الجواد ” ان  
 الذین سبقت لھم منا الحسنی  
 اولئک عنھا مبعدون لا یسمعون  
 حسیسھا وھم فیما اشتھت انفسھم  
 خالدون لا یحزنھم الفزع الاکبر  
 وتتلقھم الملائکة هذا یومکم الذی  
 کنتم توعدون“ هذا معنی العرض  
 العریض للتجنیب من مطلق النار  
 علی حسب ما یطیقه البیان ولا یتاقی  
 مثله فی النار المخصوصة  
 بالکفار اذ انما ھو جزاء  
 الکفر والمؤمنون کلھم متساوون  
 فی التباعد عنھ اذ الکفر والایمان  
 لا یزیدان ولا ینقصان و

مسئلہ (کفر و ایمان کا کم زیادہ نہ ہونا) اجتماعی ہے اور اختلاف لفظی ہے تو ضروری ہے کہ مسلمان کفر کی سزا سے دور رہنے میں بھی برابر ہوں۔ رہا اللہ تعالیٰ کا قول ”اس دن وہ ظاہری ایمان کی بہ نسبت کہیں کفر سے زیادہ قریب ہیں“ تو بجا اعتبار ظاہر کے ہے اس لئے کہ آیت منافقین کے بارے میں ہے اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا: ”اپنے منہ سے کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں اور اللہ کو معلوم ہے جو چھپا رہے ہیں“ مطلب یہ ہے کہ منافقین ظاہری طور پر ایمان والے بنتے تھے تو ان کے دلوں میں چھپی بات بے خبر یہ گمان کرتا تھا کہ وہ مسلمان ہیں چونکہ منافقین کفر سے دُوری ظاہر کرتے تھے پھر جب وہ مسلمانوں کے لشکر سے جدا ہو گئے اور بولے کہ ”اگر ہم لڑائی ہوتی جانتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے“ ان کا پردہ فاش ہو گیا اور گمانوں پر غالب ہو گیا کہ یہ لوگ مسلمان نہیں اس احتمال کے ساتھ کہ منافقوں کی یہ بات سُستی اور آسائش کی زمین پکڑنے کی وجہ سے ہو تو قُرب اور بُعد کا یہ معنی ہے یا کفر و ایمان سے مراد صاحبانِ کفر و ایمان ہیں اس لئے

المسئلة اجتماعية والنزاع لفظي فوجبات يتساووا في البعد عن جزاء الكفر ايضاً، واما قوله تبارك وتعالى ”هم للكفر يومئذ اقرب منهم للايمان“ فهذا بالنظر الى الظاهر اذ الآية في المنافقين لقوله تعالى ”يقولون بافواههم بما ليس في قلوبهم والله اعلم بما يكتمون“ يعف انهم كانوا يتظاهرون بالايمان فيظن المجاهل بما في السرائر انهم مؤمنون، لما كانوا يتباعدون بالسنة عن الكفر ثم لما انخلوا عن عسكر المؤمنين وقالوا ”لو نعلم قتالا لا تبعنناكم“ تخرق الحجاب وغلب على الظنون انهم ليسوا بمؤمنين مع تجويز ان يكون هذا القول منهم تكاسلاً واخلاداً الى ارض الدعة فهذا معنى القرب والبعد او المراد بالكفر والايمان اهلوهما



کہنا فقوں کا مسلمانوں کے گروہ کو کم کرنا مسلمانوں کے لشکر سے جدا ہو کر مشرکوں کو تقویت دینا ہے ایسا ہی مفسرین نے فرمایا ہے، یہ ہے وہ جو میری رائے ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

خلاصہ یہ اب تحقیق کی ہوائیں چلیں اس پر کہ وجہ تو یہی ہے کہ دونوں لفظوں کو ان کے ظاہر پر رکھا جائے اور تمہیں حاجت صرف دو امر کی ہوگی اور ان میں سے کوئی نہ تکلف کے شمار میں ہے نہ تفسیر کی گنتی میں۔ پہلی بات یہ کہ یہاں "ناسراً" نکرہ تعظیم کے لئے ہے اور یہ اسلوب جیسا کہ تم جانتے ہو قرآن و حدیث اور قدیم و جدید کلام فصیح میں شائع ہے اور تلخیص (آگ کی بھڑک) مطلق کو فرد کامل پر محمول کرتے ہوئے سخت ترین بھڑکنے کے معنی میں لیا جائے اور یہ بھی خوب شائع ہے۔

اور دوسری بات استخدام، اور وہ جیسا کہ تم نے سنا اقسام بدیع میں سب سے اعلیٰ ہے یا منجملہ اعلیٰ اقسام کے ہے یا ضمیر کو نفس موصوف کی طرف بلا لحاظ صفت لوٹائیں اور یہ تاویل سے کوئی لگاؤ نہیں رکھتا۔ علاوہ بریں ہماری غرض تو آیت الاتقی سے ہے، اور اس میں قطعاً تاویل کی گنجائش نہیں، اسی طرح تحقیق چاہئے اور اللہ تعالیٰ توفیق کا مالک ہے اور ساری خوبیاں اللہ کے لئے جو مالک ہے سب جہانوں کا۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی اور تم نے اس کے

اذ تَقْلِيلُهُمْ سَوَادَ الْمُؤْمِنِينَ بِالْأَنْحِزَالِ عَنْهُمْ تَقْوِيَةً لِلْمُشْرِكِينَ كَذَا قَالَ الْمَفْسُورُونَ هَذَا مَا عِنْدِي، وَاللَّهُ سَبْحَنَهُ وَتَعَالَى أَعْلَمُ۔

وَبِالْجُمْلَةِ فَهَبْتَ نَسَائِمَ التَّحْقِيقِ عَلَى أَنْ الْوَجْهَ ابْتِغَاءَ اللَّفْظَيْنِ عَلَى ظَاهِرِهِمَا وَأَمَّا تَحْتَاجُ الْمِأْمَرِينَ لَا يَعْدُ شَيْئاً مِنْهُمَا تَكْلِفاً وَلَا تَغْيِيراً۔

الاول ان تنكيرنا للتعظيم و هو كما ترى شائع في الكلام الفصيح قرانا وقد يما وحديثا واخذ التلظي بمعنى اشد ما يكون حملا للمطلق على فردة الكامل وهو ايضا منتشر مستطير۔

والثاني الاستخدام وهو

كما سمعت اعلیٰ او من اعلیٰ انواع البدیع او ارجاع الضمیر الی نفس الموصوف مجردا عن الصفة وهذا ليس من التاويل في شيء علم ان غرضنا يتعلق بأية الاتقی ولا مساغ فيه للتاويل بتا قطعاً هكذا ينبغي التحقيق والله ولي التوفيق والحمد لله رب العالمين۔

اذا وعيت هذا ودریت ما فيه

مضمون کو سمجھ لیا اور تم نے کان دھرا اور تم ذہین ہو  
تو تمہیں اس پٹے شبہ کا جواب چند وجوہ سے  
آسان ہے،

پہلی وجہ یہ ہے کہ لفظ کے ظاہری معنی  
کی حفاظت واجب ہے یعنی لفظ کو ظاہر سے  
پھیرنا جائز نہیں مگر بہ ضرورت، اور ضرورت کہاں  
دوسری وجہ یہ ہے کہ جس تاویل کی طرف  
لوگ مائل ہوئے اس سے توجہ احتیاط ہی زیادہ  
ہوتی تو ضرور ہوا کہ ہم اس سے منہ پھریں، اور ابو عبیدہ  
نے جو پاڑ پڑیے اس کاوش میں وہ نہ صواب کو پہنچا  
اور نہ کوئی مفید بات کہی تو ہم اللہ تعالیٰ کے قول کے  
ظاہری معنی کو ایسے شخص کے کہنے سے کیسے چھوڑ دیں  
جو نہ معصوم تھا نہ صحابی تھا، نہ تابعی، نہ سنی،  
نہ اپنے مطلب میں صواب کو پانے والا، نہ اپنے  
مفرد میں نفع بخش۔

اے لوگو! میں تم سے ایک بات پوچھوں تو  
کیا جواب دو گے، مجھے بتاؤ اگر آیت لفظ تقی  
کے ساتھ وارد ہوتی اور ابو عبیدہ لغوی اسے اتقی  
سے تفسیر کرتا تو ہم اس کے قول سے چٹ جاتے  
اور تمہیں اسے قبول کرنے کی دعوت دیتے اب تم  
کیا کرتے، لیکن انصاف کیا بات شئی ہے اور  
بڑے نصیب والے ہی کو ملتا ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ ہم نے آیت میں  
اس کا وجہ وجہ ہونا مان لیا، مگر آیت میں کیا  
یہی وجہ ہے، بلکہ ہماری وجہ واضح تر اور زیادہ

وَأَلْقَيْتُ السَّمْعَ وَأَنْتَ نَبِيٌّ هَاتِ  
عَلَيْكَ الْجَوَابَ عَنْ هَذِهِ الشَّبْهَةِ الْأُولَى  
بِوُجُوهٍ،

الاول ظاہر اللفظ واجب الحفظ  
الابصر وسرۃ وایم الضرورة۔

الثانی ما مالوا الیہ لم یزد  
الا قدحاً فوجب ان تضرب عنہ  
صفحاً، و ابو عبیدہ فیما عاتی  
لا اصاب ولا اغنی فکیف نترك ظاہر  
قول الله سبحانه و تعالی بقول رجل  
لم یکن معصوماً ولا صاحباً و  
لا تابعیاً ولا سنیاً و لا مصیباً فی  
ما طلب ولا مجدیا فی ما الیہ  
هرب۔

ایہا الناس انی سائلکم عن شئ  
فهل انتم مخبرون أم ایتم لو  
ان الآیة وردت بلفظ التقی وفسره  
بالا تقی ابو عبیدہ اللغوی فتعلقنا بقوله  
و ندبناكم الى قبوله ماذا كنتم  
فاعلین لكن الانصاف شئ عزیز و  
لا یؤتی الا اذا حظ عظیم۔

الثالث سلمنا كونه فی  
الآیة وجهاً وجیهاً لكن هو الوجه  
فیہا بل وجهنا هو الأوضح والأجلی



روشنی اور تقی اور اتقی کی نجات میں کوئی منافات نہیں ہے اور قرآن ہر تاویل پر حجت ہے، اور دو جہوں میں سے ایک تفضیل کی مقتضی ہے اور دوسری اس کی منافی نہیں تو قبول کرنا اور اس وجہ کے مضمون کا قائل ضروری ہے۔

اسی لئے ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ کو دیکھتے ہو کہ وہ اس آیت سے سیدنا عتیق صدیق کی فضیلت پر دلیل لاتے ہیں حالانکہ وہ ابو عبیدہ وغیرہ کے کلام کو ہم سے اور تم سے زیادہ جانتے ہیں، پھر بھی علماء کو اس بات نے ان مسالک پر چلنے سے نہ روکا، نہ کسی نے اس مسلک کو ناپسند کیا۔ اب ثابت ہو گیا کہ ہمارا مقصد بجز اللہ حاصل ہے اور تمہارا زعم اللہ کی قدرت سے باطل ہے اور سب خوبیاں اللہ کے لئے ہیں جو مالک ہے سب جانوں کا، ہم اُسی سے امید رکھیں اور اسی سے مدد چاہیں۔ دوسرا شبہ وہ ہے جو میرے استاذ الاستاذ مولائے فاضل عبد العزیز بن ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں اور انھیں اپنے لطف خفی اور فضل کامل سے معاف فرمائے) نے تفسیر فتح العزیز میں اس آیت کریمہ سے اہل سنت و جماعت کے استدلال کو علمائے زمانہ کے درمیان مشہور طریقہ پر ذکر کرنے کے بعد نفل فرمایا انھوں نے فرمایا کہ تفضیلیہ نے کہا کہ اتقی بمعنی تقی ہے، اور وہ (اسم تفضیل) معنی تفضیل سے مجرد ہے، اس لئے کہ اگر یہ معنی نہ ہو تو اسم تفضیل کے اطلاق

ولا تنافی بین نجات التقی ونجات الاتقی والقرآن محتج بہ علی کل تاویل واحد الوجهین یوجب التفضیل والوجه الآخر لا ینافیہ فوجب القبول والقول بما فیہ

ولذلك ترى

علمائنا رحمہم اللہ تعالیٰ لم یزالوا محتجین بالآیة الکریمۃ علی تفضیل العتیق الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہم ادری منا ومنکم بما قالہ أبو عبیدہ وغیرہ ثم هذا لم یقعدہم عن سلوک تلك المسالك ولم ینکرو علیہم احد ذلك فثبت ان مقصودنا بجمہ اللہ حاصل ومزعومکم بحول اللہ باطل والحمد للہ رب العالمین ایاہ نرجوا ویہ نستعین۔

### الشبهة الثانية ما نقله

المولى الفاضل استاذ استاذی عبد العزیز بن ولی اللہ دہلوی سامحنا اللہ وایاها بلطفہ الخفی وفضله الوفی فی تفسیر فتح العزیز بعد ما ذکر استدلال اہل السنة والجماعة بالآیة الکریمۃ علی الطريق المشہور بین علماء الدہور قال وقالت اهل التفضیل ان الاتقی محمول علی التقی منسلخ عن معنی التفضیل اذ لولاہ لشمیل باطلاقہ النبی صلی اللہ تعالیٰ



سبب صدیق کی فضیلت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شامل ہوگی تو لازم آئیگا کہ صدیق نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اتنی ہوں اور یہ قطعاً اجتماعی طور پر باطل ہے۔ شاہ عبدالعزیز نے فرمایا کہ اہل السنۃ والجماعت نے جواب دیا کہ اتنی کو اتنی کے معنی میں لینا عربی زبان کے خلاف ہے اور قرآن تو اسی میں اُترا، تو ایسے طریقہ پر محمول کرنا جو زبان عربی کے دستور میں نہ ہو صحیح نہیں ہے اور جو ضرورت تفضیلیہ نے ذکر کی وہ مندرجہ ہے، اس لئے کہ کلام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو چھوڑ کر باقی لوگوں میں ہے کیونکہ شریعت سے یہ معلوم ہے کہ انبیاء کی عظمت سب سے زیادہ ہے، اور ان کا مرتبہ بڑھتا ہے تو انہیں باقی لوگوں پر قیاس نہ کیا جائے گا، نہ باقی لوگ ان پر قیاس کئے جائیں گے، تو شریعت کا عرف مقام فضیلت اور تفاوت مراتب کی جاری گفتگو میں ایسے الفاظ کو اُمت کے ساتھ خاص کر دیتا ہے اور تخصیص عسریٰ تخصیص ذکر کی سے زیادہ قوی ہے جیسے کوئی کہے کہ گہوں کی روٹی سب سے اچھی روٹی ہے، اس سے گہوں کی روٹی کی فضیلت بادل کی روٹی پر نہ سمجھی جائیگی اس لئے کہ اس کا استعمال متعارف نہیں ہے اور وہ بحث سے خارج ہے اس لئے کہ کلام اناج کو شامل ہے نہ کہ میوؤں کو۔ یہ شاہ عبدالعزیز کا تفسیر فارسی میں کلام تھا جس کے مفہوم کو ہم نے نقل کیا۔

علیہ وسلم فیلزم ان یکون الصدیق اتقى منه  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وهو باطل قطعاً بالاجماع  
قال و اجاب اهل السنة والجماعة  
ان حمل الاتقى على التقى  
یخالف اللسان العربی والقرآن  
انما نزل بها فحمله على ما ليس  
منها غیر سدید، وما ذکرنا من  
الضرورة من دفع بان الكلام  
فی سائر الناس دون الانبياء  
عليهم الصلوٰۃ والسلام لما علم  
من الشريعة ان الانبياء اعلیٰ كرامة  
واشرف مكانة عند الله تبارك وتعالى  
فلا يقاسون بسائر الناس ولا يقاس  
سائر الناس بهم فعرف الشرع حيث  
جریان الكلام فی مقام التفاضل وتفاوت  
الدرجة يخص امثال هذا اللفظ بالامه  
والتخصيص العرفی اقوى من التخصيص  
الذکری كقول القائل خبز القمح احسن خبز  
لن يفهم منه تفضيله على خبز اللوز لأن  
استعماله غیر متعارف وهو خارج عن  
المبحث اذا الكلام انما انتظم  
الحبوب دون الفواكه، هذا  
كلامه فی التفسير الفارسی  
اور دناہ نقلًا بالمعنى۔



میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے،  
 رہی وہ بات جو شاہ صاحب نے ذکر کی کہ یہ  
 (القی یعنی لقی ہونا) ممنوع و مدفوع ہے،  
 کیا تم نہیں دیکھتے اللہ تعالیٰ کا قول ”اور وہی  
 ہے کہ اول بناتا ہے پھر اسے دوبارہ بنائیگا  
 اور یہ تمہاری سمجھ میں اس پر زیادہ آسان ہونا چاہئے“  
 حالانکہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی چیز دوسری چیز  
 سے زیادہ آسان نہیں (یعنی اللہ تعالیٰ کو  
 ہر چیز پر یکساں قدرت حاصل ہے) اور  
 آیت کا مطلب یہ ہے کہ دوبارہ بنانا تمہاری  
 نظر میں زیادہ آسان ہونا چاہئے اور یہ عسی  
 ولعل جو قرآن میں وارد ہیں ان کی تاویلات  
 میں سے ایک تاویل کی بنا پر ہے اور کیا تم نہیں  
 دیکھتے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ”جنت والوں کا اس  
 دن (سب سے) اچھا ٹھکانا اور حساب کی  
 دوپہر کے بعد (سب سے) اچھی آرام کی جگہ“  
 حالانکہ غیر کے لئے خیر نہیں اور خسارہ والوں کیلئے

اقول وبالله التوفیق أما  
 ما ذكرتم ان هذا يخالف  
 اللسان العربية فممنوع ومدفوع،  
 الا ترى ان قوله تعالى ”هو الذي  
 يبدؤ الخلق ثم يعيده و هو  
 اهو“ عليه ”وليس شئ اهو“  
 على الله تعالى من شئ و  
 المعنى في نظركم على احد  
 تاويلات في عسى و لعل  
 الوارد في القران،  
 و ان قوله تعالى ”اصحب  
 الجنة يومئذ خير مستقرا  
 واحسن مقيلا“ ولا خير  
 للغير ولا حسن لأهل الضير  
 اولاية جارية على سبيل  
 التهكم بهم كما قال  
 المفسرون لكن الأمراء

عہ آیت کا ترجمہ ہم نے کنز الایمان سے نقل کیا ہے اور بریکٹ میں دو جگہ لفظ ”سب سے“  
 بڑھا دیا ہے تاکہ اس امر کی طرف اشارہ ہو کہ خیر احسن کا اسم تفضیل کے لحاظ سے اصل ترجمہ  
 اس طرح ہونا چاہئے تھا، مگر قرینہ حالیہ کے سبب صحیح ترجمہ وہ ہے جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے کیا، او  
 اس سے ظاہر ہے کہ یہاں خیر و احسن کا حقیقی معنی تفضیل والا نہیں۔ ازہری غفرلہ

لہ القرآن الکریم ۲۴/۳۰

لہ ” ” ۲۳/۲۵

الافعل حقیقتہ فی التفضیل و  
ولایصار الی الانسلاخ عنہ الا  
لضرورة دعت بقریۃ قامت کما فی  
الایتین اللتین تلونا وحیث  
لا ضرورة ولا قرینۃ کما نحت  
فیہ لانقول بہ والمصیر الیہ  
اشبه بالتحریف منہ بالتفسیر  
کما قد حققنا ہذا القدر  
یکفی للرد علیہم ، واما  
ما ذکر من حدیث التخصیص  
عرفا فجرى منہ علی  
تسلیم ما ادعی الخصم  
من أن اللفظ بصیغۃ  
یشمل الانبیاء علیہم الصلوۃ  
والسلام وأن بغیت الحق  
المصوب فلا شمول ولا خصوص  
لأن الاتقی انعم عم افرادہ  
وہم المفضلون المرحجون  
دون المرحون المفضل  
علیہم ۔

وسرالمقام بتوفیق الملک  
العلامۃ افضل لابد لہ  
من مفضل و مفضل علیہ والمفضل  
علیہ ینکر صریحا اذا استعمل مضافا و بہت  
اما اذا استعمل باللام فلا یورد فی الکلام

کوئی اچھائی نہیں ، یا آیت کفار سے استہزاء کے  
طور پر جاری ہے ، جیسا کہ مفسرین نے فرمایا ہے۔  
لیکن اصل بات یہ ہے کہ اسم تفضیل کا معنی  
حقیقی تفضیل ہے اور تفضیل سے مجرد ہونے  
کی طرف بغیر ضرورت داعیہ پر سبب قرینہ  
قائم نہ پھرے گی جیسا کہ ان دو آیتوں میں جو ہم نے  
تلاوت کیں اور جہاں نہ ضرورت ہو اور نہ قرینہ  
ہو وہاں ہم تفضیل سے مجرد ہونے کا قول نہ کر سکتے  
اور اس طرف پھرنا تفسیر کی بہ نسبت تحریف سے  
زیادہ مشابہ ہے جیسا کہ ہم نے تحقیق کی اور اس  
قدر ان کے رد کے لئے کافی ہے ، اور رہی وہ  
تخصیص عرفی کی بات جو شاہ صاحب نے ذکر  
فرمائی تو ... مدعی کا وہ دعویٰ کہ لفظ اپنے صیغہ  
کے سبب انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو بھی  
شامل ہے تسلیم کرنے کی تقدیر پر جاری ہوئی اور  
اگر تم حتی محکم کو چاہو تو نہ شمول ہے نہ خصوص ہے  
اس لئے کہ اتقی اسم تفضیل اگر عام ہے تو  
اپنے افراد کو عام و شامل ہے ۔ اور اس کے  
افراد وہ ہیں جنہیں فضیلت و ترجیح دی گئی نہ کہ  
وہ مرجوح جن پر دوسروں کو فضیلت دی گئی ۔

اور اس مقام میں علم والے بادشاہ  
کی توفیق سے راز یہ ہے کہ افضل کے لئے ایک  
مفضل اور دوسرا مفضل علیہ لازم ہے اور جب  
اسم تفضیل اضافیت کے ساتھ یا من کے ساتھ  
مستعمل ہو تو مفضل علیہ صراحتہ مذکور ہوتا ہے



لیکن جب اسم تفضیل الف لام کے ساتھ آتا ہے تو اس میں مفضل علیہ کلام میں ذکر نہیں کیا جاتا لیکن لام تعریف بر سبیل عمدہ مفضل علیہ کی طرف مفضل کی طرف اشارہ کے ضمن میں اشارہ کرتا ہے اس لئے کہ کوئی ذات جس کو دوسرے پر فضیلت ہو جیسا کہ صیغہ افعَل کا مفاد ہے بغیر لام تعریف کے اسی وقت متعین ہوگی جب مفضل علیہ متعین ہو تو اس کی تعیین مفضل علیہ کی تعیین کو مستلزم اور جب کہ تعیین صراحتہ موجود نہیں تو مآل کار حکماً تعیین مانتا ہے اور شرع مطہر میں بعض اقیوں کی تفضیل دوسرے اقیوں پر معروف ہے نہ کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر فضیلت ہو تو نہ متکلم کی مراد ہوتی ہے نہ مخاطب ہی یہ معنی سمجھتا ہے اب انبیاء کرام عموم میں داخل ہی نہیں کہ اس سے مستثنیٰ کئے جائیں اس کلام میں غور کرے، بیشک یہ وقتی ہے اور میں اپنی سمجھ سے ہی گمان کرتا تھا یہاں تک کہ میں نے نحو کے عالموں کی تصریح اپنے نتیجہ فکر کے مطابق دیکھی واللہ الحمد۔

حضرت بلند مرتبت نور الملتہ والدین جامی قدس اللہ تعالیٰ سرہ نے فرمایا اسم تفضیل کی وضع شے کی غیر پر فضیلت بتانے کے لئے ہے، لہذا اس میں غیر جو مفضل علیہ کا مذکور ہونا ضروری اور من اور اضافت کے ساتھ تو مفضل علیہ کا مذکور ہونا ظاہر ہے۔ رہا لام

ولكن اللام تشير اليه على سبيل العهد في ضمن الاشارة الى المفضل لان ذاتا ماله المفضل كما هو مفاد لفظ افعَل بلا لام لا تعين الا وقد تعين المفضل عليه فعهدا يستلزم عهده واذ لم يكن هناك عهد في اللفظ فالمصير الى العهد الحكي وقد عهد في الشرع المطهر تفضيل بعض الامّة على بعض لا تفضيلهم على الانبياء الكرام فلا يقصده المتكلم ولا يفهمه السامع فلم يدخلوا حتى يخرجوا تأمل، انه دقيق، وقد كنت أظن هكذا من تلقاء نظري الى ان رايت علماء النحو صرحوا بها ابدى فكري والله الحمد۔

قال المولى السامى نور الملتة والدین الجامی قدس اللہ تعالیٰ سرہ وضعه لتفضیل الشئ على غیره فلا بد فيه من ذکر الغير الذی هو المفضل علیہ و ذکره مع من والاضافة ظاہر، واما مع

اللام فهو في حكم المذکور ظاهرًا  
لانه يشار باللام المـ معین  
بتعیین المفضل علیہ مذکور قبل  
لفظاً او حکماً كما اذا طلب شخص  
افضل من زید ، قلت عمر  
الأفضل أعم الشخص الذي قلنا  
انه افضل من زید ، فعلى هذا  
لا تكون اللام في الفعل  
التفضيل الا للعهد انتهى .

تعریف کے ساتھ تو مفضل علیہ ظاہر مذکور کے حکم  
میں ہے اس لئے کہ لام تعریف سے ایک  
معین کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو لفظ میں مذکور  
یا حکم میں موجود مفضل علیہ کی تعین سے متعین  
ہوتا ہے جیسے کہ اگر کوئی شخص زید سے افضل  
مطلوب ہو تو تم کہو کہ عمرو افضل ہے ( لام  
تعریف کے ساتھ ) تو مطلب یہ ہے کہ وہ شخص  
جسے ہم نے زید سے افضل کہا عمرو ہے ، تو اس  
بنیاد پر صیغہ افعّل لتفضیل میں لام عہد ( تعین )  
ہی کے لئے ہوگا انتہی ۔

قلت وتنقيح السمرام  
بتحقيق المقام يستدعي بسطاً  
نحى في غنى عنه (لطيفان) بمثل  
ما صرح المولى الجامى صرح  
الرضى الاسترآبادى الذى  
لم تكن في مصره عمارة عصره  
الا بنحوه لكننا لم نأثر عنه لان على  
قلبه آفة لاحد لها فهم من  
فهم هذا ثم ان  
المولى الفاضل نقل في  
التفسير جواباً آخر عن بعض  
الجللة الاكابر ولعله يريد به  
اباه وهو ان لا تقى ههنا

قلت ( میں نے کہا ) مقصود کی تنقیح  
اس بحث کی تحقیق کے ذریعہ تفصیل کو چاہتی ہے  
جس سے ہم بے نیاز ہیں ( دو لطیفے ) جس  
طرح اسم تفضیل کے بارے میں فاضل  
جامی نے تصریح کی ، ایسی ہی تصریح رضی استرآبادی  
نے بھی کی جس کے شہر میں اس کے زمانے میں  
اسی کی نیچ و نحو پر عمارت قائم ہوئی ، مگر ہم نے  
اس کا کلام نقل نہ کیا اس لئے کہ اس کے دل  
پر ایسی آفت ہے جس کی حد نہیں ہے اس کو  
سمجھا جو سمجھا ، پھر فاضل مولانا نے بعض گرامی قد  
اکابر سے ایک اور جواب نقل کیا اور شاید ان  
کی مراد ان کے والد ہیں اور وہ یہ کہ اتقی اس  
جگہ اپنے معنی پر ہے یعنی جو تقویٰ میں اپنے



ما سوا سے افضل ہو خواہ نبی ہو یا غیر نبی، مگر یہ کہ اس صورت میں یہ ان کے ساتھ خاص ہو گا جو زندہ موجود ہیں۔ پھر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتقی کے مصداق اپنی عمر کے آخری حصہ میں اپنی خلافت کے دور میں مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد ہوئے اور سیدنا علیؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب آسمان پر اٹھائے گئے تو وہ زندوں کے حکم میں نہ رہے اور اتقی کے لئے ضروری نہیں کہ وہ تمام اوقات میں اتقی ہو اور تمام احیاء و اموات سے افضل ہو، ورنہ عالم میں کوئی اس کا مصداق نہ ہو گا کیونکہ بچپن کے زمانہ میں تقویٰ متصور نہیں، اور ہر منصب جو شرعاً محمود ہو اس میں اعتبار آخر عمر کا ہے جیسے عدل و صلاح غوثیت و قطبیت ولایت و نبوت اسی لئے جو ان اوصاف سے مشرف ہوتا ہے اسے اس کے آخری ایام میں ان اوصاف کے ساتھ موسوم کرتے ہیں اگرچہ یہ اوصاف ان لوگوں کو ابتداء سے حاصل نہیں ہوتے تو اتقی وہ ہے جو تمام موجودین کے بیچ تقویٰ میں سب سے افضل ہو، اپنی اواخر عمر میں جس وقت اعمال کا اعتبار ہوتا ہے اور اس تقریر سے صدیق کی افضلیت کا دعویٰ بے تکلف و تاویل ثابت ہو جاتا ہے، عربی عبارت کا ترجمہ ختم ہوا اور اس تقریر کو فاضل مولانا نے اسکی طرف میلان اور اس پر سکوت کرتے ہوئے پسند کیا۔

علیٰ معناه اعنی من فضل فی التقوی  
علیٰ کل من عداہ نبیا کانت او  
غیرہ الا انه یختص بالاحیاء الموجودین  
فالصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوصف بہ فی  
آخر عمرہ حین خلافتہ بعد استحال  
المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وسیدنا  
علیؑ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام  
لما کان مرفوعاً الی السماء لم یبق فی حکم  
الاحیاء، ولا یجب للاتقی ان یکون اتقی فی جمیع الاوقات  
وبالنسبة الی کل احد من الاحیاء والاموات والا  
لم یوجد له فی العلمین مصداق اذ لا یتصور  
التقویٰ فی من الصبا وکل منصب محمود  
شرعاً فالعبارة فیہ باخرا العمر کالعدل و  
الصلاح والغوثیة والقطبیة والولایة والنبوة  
ولهذا یدعی بہذا الاوصاف من تشرف  
بہا فی اواخر عمرہ وان لم یکن له ذلک  
من بدو امرہ، فالاتقی من فضل بالتقوی  
من سائر الموجودین فی آخر عمرہ الذی  
هو وقت اعتبار الاعمال و بہ  
یثبت المدعی بلا تکلف ولا تاویل اھ  
بالتعریب وقد امر تضاع المولى  
الفاضل جانحالیہ و ساکت  
علیہ۔

لے فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت الآیۃ ۹۲/۱۷ مسلم یک ڈپو لال کنواں دہلی، پارہ عم ص ۵-۳۴



اقول وان جعل الله الفطنة

بمراى العين من قلب وكيع اتقن  
وأيقن ان هذا لا يزيد على  
تليمع هب ان حديث العبرة بالخواتيم  
حق واجب التسليم لكن ليس العقل السليم  
شهيداً بانه اذا ذكر أحد من الاحياء  
الموجودين بنعت من النعوت لا يفهم  
منه الاتصافه في الحال لانه يصير هكذا  
بالمال والتبادر دليل الحقيقة والافتياق  
الى قرينة تصرف الافهام وتظهر السرام  
امارة المجاز فماذا يوجبنا اليه مع  
استقامة الحقيقة من دون تكلف و  
لا تاويل اما على طريقتنا فالأمر أبين  
واجلى واما على طريقة الشيخ العزيز  
عبد العزيز فلان امثال تلك التخصيصات  
تكون مرتكزة في الاذهان من دون  
حاجة الى البيات وليس دلالة  
هذا التلويح أدون من امر شاد  
التصريح ولهذا لا ينزل العام عن درجة  
القطعية كما في الكتب الاصولية و  
اعجب من هذا عدة تكلفا  
وتاويلا مع ثبوت في

اقول (میں کہتا ہوں) اور اگر اللہ تعالیٰ

ذہانت کو قلب کے سامنے رکھے تو وہ محکم لیتین  
کر لے گا کہ یہ طبع سے زیادہ نہیں، مان لو کہ حدیث  
کا اثر ہے ”خاتمہ کا اعتبار ہے“ حق واجب تسلیم  
ہے لیکن کیا عقل سلیم شاہد نہیں کہ جب دنیا میں  
زندہ موجود لوگوں میں سے کوئی کسی وصف کما تھ  
مذکور ہو تو اس سے اس کافی الحال متصف ہونا  
ہی مفہوم ہوتا ہے نہ یہ کہ وہ ایسا آئندہ ہو جائے گا  
اور تبادر (معنی کی طرف سبقت فہم) معنی حقیقی کی  
دلیل ہے اور قرینہ کی حاجت جو ذہن کو دوسرے  
معنی کی طرف پھیرے اور مقصد ظاہر کرے مجازی  
معنی کی علامت ہے تو ہمیں مجاز کی ضرورت کس لئے  
پڑی باوجودیکہ حقیقت بغیر تکلف و بغیر تاویل درست  
ہے ہمارے طریقے پر، تو معاملہ خوب ظاہر و باہر ہے  
اور شیخ عبد العزیز کے طریقہ پر حقیقی معنی کی درستگی  
اس لئے کہ ایسی تخصیصات عرفی اذہان میں  
مركز ہوتی ہیں جن کے بیان کی حاجت نہیں ہوتی اور  
عرف عام کے اس اشارہ کی دلالت صراحت کی  
دلالت سے کم رتبہ نہیں، اور اسی لئے عام درجہ  
قطعی (تیقن) سے نہیں گرتا، جیسا کہ اصول فقہ  
کی کتب میں مصرح ہے، اور اس سے عجیب تر  
یہ ہے کہ شاہ عبد العزیز علیہ الرحمہ نے اس (تخصیص)

لے صحیح البخاری کتاب القدر باب العمل بالخواتیم قدیمی کتب خانہ کراچی ۹۴۸/۲  
کنز العمال حدیث ۵۹۰ مؤسسة الرسالة بیروت ۱۲۵/۱



عرفی کو تکلف و تاویل میں شمار کیا باوجودیکہ یہ قرآن و حدیث کی نصوص میں شائع ہے تو اگر یہ تکلف کے باب سے ہو تو افصح الکلام (قرآن) اور سب سے زیادہ فصیح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام میں کس قدر تکلف ہوگا اور اس سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ شاہ صاحب نے اپنے پسندیدہ طریقہ کو تکلف سے بری کہا جب کہ وہ بہت دور کی اور بہت بار و تاویل کا محتاج ہے اس لئے کہ حدیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی وقت بھی تمام موجودین حقیقہً زیادہ متقی نہ تھے اس لئے کہ رائج مذہب پر سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں زندہ ہیں اور آسمانوں میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہونے کے سبب انھیں اموات سے ملتی بتانا ایسی بات ہے جو انھوں نے کہی اور اس پر کوئی دلیل و برہان نہیں ہے۔ پھر اگر یہ بات تسلیم کر لیں تو تم سیدنا خضر علیہ السلام سے کہاں غافل ہو باوجودیکہ معتمد و مختار یہ ہے کہ وہ نبی ہیں اور دنیا میں زندہ ہیں تو اگر تم کو کوہ نگاہوں پوشیدہ اور شہر کے چھائیں اس بنا پر اموات ملتی ہیں تو یہ عذر پہلے سے زیادہ فاسد ہوگا تو تم سمجھ لو، علاوہ ازیں ہم ثابت کر چکے کہ صفت کا اطلاق ایسے شخص پر جو آئندہ صفت کا مصداق ہوگا مجانب ہے اور مجاز بغیر قرینہ کے ماننا درست نہیں اور قرینہ شرعی انبیاء کی تخصیص ہے، تو کلام کو

النصوص حدیثاً و تنزیلاً فلو كان من باب التكلف فما اكثر التكلف في افصح الكلام وكلام من هو افصح الانام عليه افضل الصلوة و اكمل السلام واغرب من هذا نزع طريقته بريئة من التكلف مع انها تحتاج الى ما هو ابرد و ابعد فان الصديق رضي الله تعالى عنه لم يكن بالحقيقة اتقى الموجودين في حين من الاحيان لحيات سيدنا عيسى عليه الصلوة والسلام على ارجح الاقوال و نزع التحاقه بالاموات لارتفاعه الى السموات كلمة هو قائلها ما عليها دليل ولا برهان، وانت سلم فابت انت من سيدنا الخضر عليه السلام مع أن المعتمد المختار نبوته وحياته، فان قلت انهم مختلف عن الابصار معتزل عن الامصار فالتحق بالاموات كان عذراً افسد من الاول فافهم على أنا قد اثبتنا اطلاق الصفة على من سيكون كذا تجوز ولا تجوز الا بقرينة ولا قرينة الا بتخصيص الانبياء

له شرح المقاصد المقصد السادس الفصل الرابع المبحث السابع دار المعاد النعمانية حید آباد دکن ۳۱۱/۲

حقیقت پر محمول کرنا اولیٰ ہے یا مجاز کی طرف اسی قرینہ پر اعتماد کی وجہ سے پھر نا السبب ہے اور کچھ پوشیدہ باتیں گوشوں میں رہ گئی ہیں جنہیں ہم طوالت کے ڈر سے ذکر نہیں کرتے تو جواب برحق اور جواب کا حق وہی ہے جو بندہ ناتواں نے اپنے رب جلیل کی توفیق و اعانت سے ذکر کیا۔

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں) اس مقام میں ایک دوسرا نکتہ ہے جو عقلوں کو قبول ہونے کا زیادہ سزاوار ہے، میں نے نہ دیکھا کہ کسی کو اس نکتہ کی طرف توجہ ہوئی ہو اور وہ نکتہ یہ ہے کہ افضل التفضیل کے لئے مفضل علیہ ضروری ہے تو اس صیغہ پر جب لام تعریف داخل ہوگا تو یا تو ایسے مقام میں ان تمام افراد پر فضیلت ہوگا جن کے درمیان ایسے مواقع پر حرف میں تفاضل سمجھا جاتا ہے جیسے ناچ کی قسموں میں ہمارے جملہ گھوڑوں کی روٹی ہی اچھی ہے" میں اور وہی زیادہ تر مستعمل ہے اس مقام میں جس کی بابت ہم گفتگو کر رہے ہیں یا اس صیغہ سے بعض پر فضیلت سمجھی جائے گی اور بعض پر فضیلت مفہوم نہ ہوگی یا نہ پہلی صورت ہوگی نہ دوسری بلکہ دونوں کا احتمال ہوگا۔ پہلی تقدیر پر ہمارا مدعا حاصل ہے اور دوسری تقدیر پر بدائتہ باطل ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے اللہ تعالیٰ کے قول اپنے رب کی پاکی بولو

شرعاً فباتكائه حمل الكلام على الحقيقة  
اولیٰ ام المصیر الى التجوز معتمدا  
على تلك القرينة نفسها وقد بقي بعد  
خبایا فی بنوایا لاندکرها مخافة للتطویل  
فحق الجواب والحق فی الجواب ما ذکر  
العبد الذلیل وولی التوفیق ربی الجلیل۔

ثم اقول وهناك نكتة اخرى اُحق  
واخرى بقبول النهی لم امر من تنبه  
لها وهي ان افعل التفضیل لا موجد  
له من مفضل علیه فالمحل منه  
باللام اما ان يكون مفادة التفضیل  
على جمیع من بعد التفاضل فیما بینهم  
فی امثال هذا المقام كالمحبوب فی  
قولنا خیر البر هو الاحسن  
والاکثر فیما نحن فیہ، او على  
بعضهم دون بعض اولا ولا بل  
احتمالا على الاول حصل المقصود  
والثانی باطل بالبداهة  
الا ترى الى قوله تعالى  
سبح اسم ربك الاعلیٰ  
وقوله صل الله تعالى  
عليه وسلم فی دعائه  
دبر الصلوة اسمع و



استجب اللہ اکبر و الاکبر  
 علی روایۃ الرفع، اخرجہ ابو داؤد و  
 النسائی وابن السنی و قول ابن  
 مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 بین الصفاء والسموة رب  
 اغفر واسرحم انک انت  
 الاعز الاکرم، رواہ ابن  
 ابی شیبۃ بل الح قول کل مصل  
 فی سجودہ سبحن ربی الاعلیٰ و  
 علی الثالث کانت الآیۃ مجملۃ فی  
 حق المفضل علیہم و المجمل ان  
 لم یبین عد من المتشابهات و  
 لم یعدھا أحد منها لکن بحمد  
 اللہ وجدنا البیان من صاحب  
 البیات علیہ افضل الصلوٰۃ  
 والسلام، اخرج الامام ابو عمر بن  
 عبد البر من حدیث مجالد عن شعبی  
 قال سألت ابن عباس او سئل  
 ای الناس اول اسلامًا قال اما  
 سمعت قول حسان بن  
 ثابت ۛ

کی طرف اور نماز کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 کے قول "اے رب! دعا سن لے اور قبول فرما"  
 اللہ اکبر اللہ اکبر کی طرف۔ اکبر کے مرفوع ہونے  
 کی روایت پر اس حدیث کو روایت کیا ابو داؤد، نسائی  
 اور ابن السنی نے، اور صفا و مروہ کے درمیان ابن مسعود  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول "اے رب بخش دے  
 اور مہر فرما بیشک تو ہی عزت والا کرم والا ہے"  
 کو نہیں دیکھتے۔ اسے روایت کیا ابن ابی شیبہ  
 نے، بلکہ سجدے میں ہر نمازی کے قول "سبحان  
 ربی الاعلیٰ" کو نہیں دیکھتے اور تیسری تقدیر  
 پر ہر آیت منفضل علیہم کے حق میں مجمل ہوگی اور مجمل آیت کا بیان  
 اگر نہ ہوا ہو تو وہ متشابہ آیتوں میں شمار ہوگی حالانکہ  
 اس آیت کو کسی نے متشابہات میں شمار نہ کیا،  
 لیکن ہم نے مجاہد اللہ اس آیت کا بیان صاحبین  
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پایا۔ امام  
 ابو عمر ابن عبد اللہ نے روایت کی حدیث مجالد سے  
 انھوں نے شعبی سے روایت کی کہ انھوں نے  
 فرمایا کہ میں نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہما) سے پوچھا یا ابن عباس سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سے  
 پہلے کون اسلام لایا۔ انھوں نے فرمایا، کیا تم نے  
 حسان بن ثابت کے یہ شعر نہ سنے،

لے سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب ما یقول الرجل اذا سلم آفتاب عالم پریس لاہور ۲۱۱/۱  
 عمل الیوم واللیلۃ باب ما یقول فی دبر صلوٰۃ الصبح دائرۃ المعارف النعمانیۃ حیۃ آباد کن ص ۳۲  
 لے المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الحج باب ۴۶۰ حدیث ۱۵۵۶۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴۰۳/۳

(ترجمہ اشعار) جب تجھے سچے دوست کا غم یاد آئے، تو اپنے بھائی ابوبکر کو ان کے کارناموں سے یاد کر جو نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد ساری مخلوق سے بہتر، سب سے زیادہ تقویٰ اور عدل والے، اور سب سے زیادہ عہد کو پورا کرنے والے، جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں رہے، جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے سفر ہجرت میں چلے، جن کا منظر محمود ہے اور لوگوں میں سب سے پہلے جنہوں نے رسولوں کی تصدیق کی، (صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وسلم)۔ ہمیں خبر دی عبد الرحمن نے انہوں نے روایت کی ابن عبد اللہ مکی سے انہوں نے روایت کی عابد زبیدی مدنی سے انہوں نے روایت کی فلانی سے وہ روایت کرتے ہیں ابن السنہ سے وہ روایت کرتے ہیں شریف سے وہ روایت کرتے ہیں ابن ارکماش سے وہ روایت کرتے ہیں ابن حجر عسقلانی سے وہ راوی ہیں کمال ابوالعباس سے انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ابو محمد عبد اللہ بن حسین بن محمد بن ابی التائب نے محمد بن ابی بکر بلخی سے وہ راوی ہیں عافظ سلفی سے وہ راوی ہیں ابو عمران موسیٰ بن ابی تمیذ سے وہ روایت کرتے ہیں امام ابو عمر یوسف بن عبد البر سے، ابن عبد البر نے استیعاب میں فرمایا کہ

إذا تذكرت شجواً من أخى ثقة  
فاذكر أخاك أبا بكر بما فعلا  
خيرا البرية اتقاها واعد لها  
بعد النبي وادقاها بما حملا  
والثاني التالي المحمود مشهده  
و اول الناس منهم صدق الرسلا انتهى  
انبا ناعبد الرحمن عن ابن  
عبد الله المكي عن عابد  
الزبيدي عن المدني عن  
الفلاني عن ابن السنه  
عن الشريف عن ابن  
ارکماش عن ابن حجر  
العسقلاني عن الكمال  
ابن العباس أنا ابو محمد  
عبد الله بن الحسين بن  
محمد بن ابی التائب  
عن محمد بن ابی بکر البلخی  
عن الحافظ السلفی عن  
ابن عمران موسى بن  
ابی تمیذ عن الامام ابی عمر  
یوسف بن عبد البر،  
قال فی الاستیعاب  
یروی عن رسول الله



روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حسان سے فرمایا کیا تم نے ابوبکر کے بارے میں کچھ کہا ہے؟ انھوں نے عرض کی: جی۔ اور حضرت حسان نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ شعر سنائے اور ان میں چوتھا شعر ہے وہ ہے (ترجمہ) "غار شریف میں وہ دوسری جان در انجالیکہ دشمن اس کے گرد چکر لگاتے تھے جبکہ وہ دشمن (صدیق اکبر کی نظروں کے سامنے) پہاڑ پر چڑھے تھے؛ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اشعار کو سن کر خوش ہوئے اور فرمایا: اے حسان! تم نے اچھا کیا اور ان میں پانچواں شعر بھی مروی ہوا:

(ترجمہ) "شہرت، چمک یا حرارت محبت میں) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محبوب لوگوں نے انھیں جانا، تمام مخلوق سے بہتر، جس کے برابر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کو نہ رکھا۔"

قلت (میں کہتا ہوں) مصرعہ ثانی

کے بجائے یوں بھی مروی: (ترجمہ) "مخلوق سے کسی کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے برابر نہ رکھا۔" اور حدیث ابن عباس کو طبرانی نے بھی

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لحسان "هل قلت في ابوبكر شيئا؟ قال نعم، والنشد هذه الابيات وفيها بيت رابع وهي: ٥

والثاني اثنين في الغار المنيف وقد طاف العدو به اذ صعد والجبلا  
فسر النبي صلي الله تعالى عليه وسلم بذلك فقال احسنت يا حسان  
وقد روى فيها بيت خامس: ٥

وكان حب رسول الله قد علموا خيرا البرية لم يعدل به رجلا  
انتهى۔

قلت و يروى

بدله  
من الخلاق لم يعدل به بدلا

وحدیث ابن عباس رواہ

۱۔ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ترجمہ ۱۶۵۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/۹۳

۲۔ المستدرک للحاکم " کتاب معرفۃ الصحابۃ " دار الفکر بیروت " ۳/۶۴

روایت کیا معجم کبیر میں، اور عبد اللہ بن احمد نے  
زوائد زہد میں۔ یہی حدیث مرفوع یعنی نبی صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم کا حضرت حسان کے اشعار کو سن کر  
انھیں سنا ہوا اس کی اصل بھی مستدرک حاکم  
میں غالب بن عبد اللہ کی حدیث میں بطریق  
غالب بن عبد اللہ عن ابیہ عن جدہ حبیب بن  
ابی حبیب مروی ہے (یعنی یہ حضرت غالب بن  
عبد اللہ نے اپنے والد عبد اللہ سے سنی انھوں  
نے اپنے باپ غالب کے دادا حبیب بن  
ابی حبیب سے سنی) اور طبقات ابن سعد میں  
اور طبرانی میں زہری سے مروی ہے، اور نیز  
حاکم نے مجالہ کی حدیث میں بروایت شعبی ان کا  
قول حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بلغفہ  
مشابہ روایت کیا، اور اصولی جانتا ہے کہ ایسی  
جگہ پر موقوف (صحابی کا قول) مرفوع (حضور  
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول) کی طرح ہے  
اس لئے کہ محل کا بیان رائے سے نہیں ہوتا لہذا  
اگر شارح نے بیان نہ کیا اور قرآن کا نزول بند ہو گیا

الطبرانی ایضاً فی المعجم الکبیر، وعبد اللہ  
بن احمد فی زوائد الزہد، واما  
الحدیث المرفوع اعنی بہ استماع النبی  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اشعارہ و  
تحسینہ علیہا فاصلہ مروی ایضاً عند  
الحاکم من حدیث غالب بن عبد اللہ عن  
ابیہ عن جدہ حبیب بن ابی حبیب  
وعند ابی سعد فی الطبقات  
وعند الطبرانی عن الزہری  
ورواہ الحاکم ایضاً من حدیث  
مجالہ عن الشعبی من  
قولہ کمثل حدیثہ  
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
والاصولی یعرف ان الموقوف  
فی مثل هذا کالمرفوع اذ المجل  
لا ینبئ بالرائی ولہذا ان لم  
یبین وانقطع نزول القرات  
عاد متشابہا، ثم ان

عہ یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات سے کنایہ ہے ۱۲ منہ

۸۹/۲	المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت	حدیث ۱۲۵۶۲	معجم الکبیر
۷۸ و ۶۴/۳	دار الفکر بیروت	کتاب معرفۃ الصحابۃ	المستدرک للحاکم
۵۲۳ و ۵۱۳/	مؤسسۃ الرسالہ بیروت	۳۵۶۸۵ و ۳۵۶۷۳	کنز العمال حدیث
۲۴۱/۳	مکتبۃ آیۃ اللہ العظمیٰ قم ایران	الدر المنثور بحوالہ ابن عدی وابن عساکر	الدر المنثور
۶۴/۳	دار الفکر بیروت	کتاب معرفۃ الصحابۃ	المستدرک للحاکم



تو مجمل تشابہ ہو جائے گا، پھر بیان میں (مجل) سے ملتی ہوگا اس لئے کہ بیان کا یہی فائدہ ہے کہ شک دور کرے اور محتمل معانی میں سے کوئی ایک معین کر دے تو بیان کا حکم وہی ہے جو قرینہ کا ہے اور کلام کا مفاد کلام ہی کی طرف منسوب ہوتا ہے جیسا کہ اصول فقہ نے واضح کیا تو اس آیت سے صدیق اکبر کی فضیلت تقویٰ میں ہر امتی پر ثابت ہو گئی اور اللہ تعالیٰ کیلئے اس کی نعمتوں پر حمد ہے۔

میں کہتا ہوں اور افعال کو بمعنی کثیر الفعل لینا اس کو اس شے سے الگ رکھنا ہے جس کا وہ اصل وضع کے لحاظ سے محتاج ہے یعنی مفضل علیہ تو پر معنی حقیقی بنیاد سے پھرنا ہوگا اب تو قرینہ ضروری ہے اور قرینہ کہاں اور اس کے لئے حاجت بھی چاہئے اور حاجت کیا ہے، ہاں یہ بالغہ کے صیغہ کا مفاد ہے اور اسم تفضیل اور مبالغہ میں فرق ہے۔

**تیسرا شبہ** اس کا تعلق اہلسنت وجماعت کے قیاس کے کبریٰ کے ساتھ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" میں محمول الاتقی ہے \_\_\_\_\_ تو دونوں مقدموں کا حاصل یہ ہوا کہ صدیق اتقی ہیں اور

البيان يلتحق بالمبين اذ لا يفيد الا رفع التشكيك و تعيين احد المحتملات فكان حكمه كحكم القرينة و المفاد انما ينسب الى الكلام كما اوضحته الاصول فثبت بالآية تفضيله رضي الله تعالى عنه على كل من عداه في التقوى والحمد لله على ما اولى۔

**اقول** واخذ الافعل بمعنی کثیر الفعل فطامر له عما يحتاج اليه في اصل وضعه اعنى المفضل عليه فيكون صرفا عن المعنى الحقيقي المتباد فلا بد من قرينة وابن القرينة ولتكن حاجة وماذا الحاجة نعم هذا مفاد صيغة المبالغة و شتان ما هما فليتنبه لهذا والله تعالى الموفق۔

**الشبہة الثالثة** وهى تتعلق بالكبرى من قياس اهل السنة والجماعة ان المحمول في قوله تعالى "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" هو الاتقی فكان حاصل المقدمتين ان

ہر اکرم اتقی ہے اور یہ کسی طرح شکل اول کے قبیل سے نہیں اور شکل ثانی بھی نہیں اس لئے کہ کیف میں اختلاف نہیں ہے، اور اگر کبریٰ کا عکس کر دیا جائے اس صورت میں موجبہ جزئیہ ہوگا جو شکل اول کے کبریٰ بننے کے لائق نہیں، تو دونوں آیتوں کا مفاد یہیں مقرر نہیں اور تمہیں مفید نہیں، اور یہ وہی شبہ ہے جس کے بارے میں مجھے خبر پہنچی کہ کسی تفسیلی نے ہمارے کسی عالم سے عرض کیا۔

اور میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ ہی سے ہے، یہ کتنی سخیف تشکیک ہے اور کس قدر ضعیف اعتراض رکیک ہے جو غلط ہے ساقط ہے باطل عاقل ہے جواب کا مستحق نہیں، لیکن یہ جب کہا گیا اور پوچھا گیا تو صواب کو ظاہر کرنا ضروری ہے، اب تم جانو کہ اللہ لطیف خفی نے اس قید فلسفی کے قلع قمع کے لئے مجھے بارہ وجہ سے توفیق بخشی ان بارہ کی اصل تین وجہیں ہیں ان میں سے ہر ایک کافی و شافی ہے،

پہلی یہ کہ اگر اس معترض کو قرآن و حدیث کے محاورات یا شان نزول میں علماء کی روایات جناب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب و مرفوع تفسیر یا علماء اور جلیل القدر ائمہ کے کلمات کا علم ہوتا یا نظم قرآن کی سمجھ اور مفاد و معنی کی فہم اور کلام کو غرض مقصود پر رکھنے سے کچھ حصہ روزی ہوا ہوتا تو وہ جان لیتا کہ اکرم

الصدیق اتقی و کل اکرم اتقی و هذا ليس من الشكل الاول في شئ ولا ثانياً ايضاً لعدم الاختلاف في الكيف وان عكستم الكبرى جاءت جزئية لا تصلح لكبروية الشكل الاول فمقاد الأيتين لا يضربا ولا ينفعكم ومن الشبهة هي التي بلغف عن بعض المفضلة عرضها على بعض المتكلمين منا۔

### وَأَنَا أَقُولُ بِاللَّهِ التَّوْفِيقَ

ما استخفه تشكيكا واضعفه دخلاً مركباً غلط ساقط باطل عاقل لا يستحق الجواب ولكن اذا قيل و سئل فلا بد من ابانة الصواب فاعلم ان اللطيف الخفى وفقنى لانها قد هذا التلبيس الفلسفى باثنى عشر وجها امها تهاثثة وجوه كل منها يكفى ويشفى۔

### الاول لو كانت لهذا القائل

علم بمحاورات القرأت او الحديث او بما روى العلماء في شان النزول او التفسير المرفوع الى جناب الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم او كلمات العلماء والائمة الفحول او رزق حظا من فهم الخطاب و درك المفاد و



کو محمول بنانا ہی معتبر ہے تو کلام اس طرح صادر ہوا کہ اس میں تقدیم خبر ہے اور یہ دعویٰ چند دلیلوں سے ثابت ہے اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے اپنے احسان اور لطف عام سے مطلع کیا۔

**فاقول (میں کہتا ہوں) اولاً اہل جاہلیت نسبت پر فخر کرتے تھے اور وہ گمان کرتے تھے کہ جس کا نسب بہتر ہے وہی افضل ہے تو اسلام کا کلکہ جاہلیت کے بول کو رد کرتا ہوا آیا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (بے شک اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے) تو نزاع تو اس میں ہے کہ وصف اول کا موصوف کون ہے نہ کہ صفت افضل میں۔ اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی پوچھنے والا پوچھے کہ کھانوں میں سب سے مزیدار کھانا کون سا ہے؟ تو کوئی کہے کہ الذہا اخلاھا (کٹھا سب سے زیادہ مزیدار ہے) تو اس کا رد کرنے کو تم یوں کہو، نہیں بلکہ الذہا احلاھا (سب سے زیادہ مزیدار میٹھی چیز ہے) تو ہماری مراد یہی ہے کہ سب سے زیادہ میٹھا سب سے زیادہ مزیدار ہے اور وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں اتقی تمہارے اس قول "ذات کے ملاحظہ کیلئے یہ آئینہ ہے" میں اصلی کی مثل ہے اور اکرم**

تنزیل الکلام علی الغرض المراد لعلم ان حمل الاکرم هو المعتبر وصدر الکلام بتصدیر الخبر و ذلك لوجوه اوقفنی اللہ تعالیٰ علیہا بمنہ و عیم کرمہ۔

**فاقول اولاً کانت الجاہلیة تتفاخر بالانساب وتظن ان الانساب هو الافضل فجاءت کلمة الاسلام برد کلمة الجاہلیة ان اکرمکم عند اللہ اتقکم فالتزاع انما وقع فی موصوف الافضل لانی صفتہ و هذا کما اذا سأل سائل عن الذی الاطعمہ فقال قائل الحامض الذی فتقول مراداً علیہ لابل الذہا احلاھا فانما ترید ان الاحلی هو الالذی والتوجه ان الاتقی فی الآية کالاحلی فی قولک هذه مداة لملاحظة الذات و الاکرم حکم علیہ کالالذی وانما الخبر ما حکم به**

لا ما حکم علیہ ولقد درى من له  
 قليل ممارسة بکلام العرب ان الذهن  
 اول ما تلقى اليه امثال هذا  
 الکلام لا يسبق الا الحيات المراد  
 مدح الاتقياء والترغيب في  
 التقوى والوعد الجميل بان  
 من يتقى يکن كريماً علينا عظيماً  
 لدينا وهکذا افهم المفسرون  
 فهذا الزمخشري النکته في الادب  
 الشامة في معرفة کلام العرب  
 يقول في تفسيره المعنى ان الحکمة  
 التي من اجلها سرتکم على شعوب و  
 قبائل هي ان يعرف بعضکم نسب بعض  
 فلا يعتزى الى غير ابائه لان تفاخروا  
 بالاباء والاجداد وتدعوا التفاوت و  
 التفاضل في الانساب ثم بين الخصلة التي  
 بها يفضل الانسان غيره ويکتسب الشرف  
 والاکرم عند الله تعالى فقال  
 انت اکرمکم عند الله اتقاکم  
 وقرئ انت بالفتح کانه قيل  
 لا يتفاخروا بالنسب فقیل  
 لان اکرمکم عند الله  
 اتقاکم لا النسبکم الخ  
 وبمثله قال الامام  
 له الکشاف تحت الآية ۴۹/۱۳

محکوم علیہ ہے جیسے الذہن۔ اور خبر تو محکوم بہ  
 ہوتی ہے نہ کہ محکوم علیہ۔ اور بیشک وہ سمجھتا ہے  
 جسے کلام عرب سے تھوڑا سا سابقہ ہو کہ جیسے ہی ایسا  
 کلام ذہن میں آتا ہے اس کی سبقت اسی طرف  
 ہوتی ہے کہ مراد پرہیزگاروں کی تعریف اور تقویٰ  
 کی رغبت دلاتا ہے اور یہ وعدہ جمیل کہ جو تقویٰ اختیار  
 کرے گا ہمارے یہاں عزت و کرامت والا ہوگا۔  
 اور اسی طرح مفسرین نے سمجھا تو یہ زمخشری جو ادب  
 میں نکتہ کی مانند اور کلام عرب میں نکتہ کی مثال سے  
 ہے اپنی تفسیر میں قائل ہیں بیشک وہ حکمت جس کی  
 وجہ سے تمہاری ترتیب کتبوں اور قبیلوں پر رکھی وہ  
 یہ ہے کہ ایک دوسرے کا نسب جان لے۔ تو  
 اپنے آباء و اجداد کے سوا دوسرے کی طرف اپنی  
 نسبت نہ کرے نہ یہ کہ تم آباء و اجداد پر فخر کرو  
 اور نسب میں فضیلت اور برتری کا دعویٰ کرو پھر  
 اللہ نے وہ خصلت بیان کی جس سے انسان دوسرے  
 سے برتر ہوتا ہے اور اللہ کے یہاں عزت و  
 بزرگی کا اکتساب کرتا ہے تو اللہ نے فرمایا  
 اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اتْقَاكُمْ۔ اور ایک  
 قرأت اَنْ ففتح ہمزہ کے ساتھ ہے گویا کہ  
 کہا گیا ہے کہ نسب پر فخر کیوں کیا جائے تو بتایا گیا کہ  
 اس وجہ سے کہ تم میں سب سے زیادہ عزت  
 والا اللہ کے نزدیک وہ جو سب سے زیادہ  
 پرہیزگار ہے نہ وہ جو سب سے بڑے نسب والا ہو الخ  
 دار الکتاب العربی بیروت ۳۴۵/۴



النسفی فی المدارک علیہ

واقول ثانیاً القراءات انما  
نزل لبيان الاحكام التي لا يطلع عليها  
الا باطلاع الله سبحانه وتعالى كالنجاة  
والهلاك والكرامة والهوان والرد  
والقبول والغضب والرضوان لا لبيان  
الامور المحسنة وكون الرجل تقيا او فاجرا  
مما يدرك بالحس فقي جعل الاكرم  
موضوعاً كقلب الموضوع ولقد كانت  
هذا الوجه من اول ما سبق  
اليه فكري حين استماع الشبهة  
ثم في اثناء تحرير الرسالة لما  
راجعت مفاتيح الغيب رأيت  
الفاضل المدقق تنبيهه للشبهة  
ودندن في الجواب حول ما اودعنا  
اليه حيث يقول "فان قيل  
الآية دلت على ان كل  
من كان اكرم كان  
اتقى" وذلك لا يقتضي ان  
كل من كان اتقى  
كان اكرم ، قلنا  
وصف كون الانسان  
اتقى معلوم مشاهد

اور اسی طرح امام نسفی نے مدارک میں فرمایا۔

اقول ثانیاً قرآن تو ان احکام کے  
بیان کے لئے نازل ہوا ہے جن کا علم اللہ سبحانہ  
و تعالیٰ کے اطلاع کے بغیر نہیں ہو سکتا جیسے کہ نجات و  
ہلاکت، عزت و ذلت اور مردود و مقبول ہونا اور  
غضب و رضائے الہی، یہ محسوسات کے بیان  
کے لئے نہیں اترا اور آدمی کا پرہیزگار یا بدکار  
ہونا ان باتوں سے ہے جن کا علم احساس سے  
ہوتا ہے تو اکرم کو موضوع بنانا قلب موضوع  
ہے اور بیشک یہ وجہ ان باتوں سے ہے  
جن کی طرف میری فکر نے شبہہ کو سن کر سبقت  
کی، پھر اس رسالہ کی تصنیف کے دوران  
جب میں نے تغیر "مفاتیح الغیب" دیکھی تو  
میں نے فاضل مدقق کو دیکھا کہ وہ اس شبہہ  
کی طرف متنبہ ہوئے اور جواب میں جس کی طرف  
ہم نے اشارہ کیا اس کے گرد مبہم کلام فرمایا  
اس لئے کہ وہ فرماتے ہیں پھر اگر کہا جائے کہ یہ  
آیت تو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ  
ہر وہ شخص جو اکرم (بڑا عزت والا) ہوگا،  
اتقی (بڑا پرہیزگار) ہوگا، اور یہ اس بات  
کا مقتضی نہیں کہ ہر وہ شخص جو اتقی (بڑا پرہیزگار)  
ہو وہ اکرم (بڑا عزت دار) ہو۔ ہم کہیں گے  
کہ انسان کا اتقی ہونا وصف معلوم و محسوس ہے

اور انسان کا افضل ہونا نہ وصف معلوم ہے اور نہ محسوس۔ اور معلوم کے بارے میں وصف غیر معلوم کے ذریعہ خبر دینا، یہی بہتر طریقہ ہے۔ رہا اس کا عکس تو وہ مفید نہیں۔ تو آیت میں عبارت مقدر ہے، گویا کہ اس بارے میں شبہ نہ ہو کہ اللہ کے نزدیک اکرم کون ہے؟ تو فرمایا گیا کہ اکرم اتقی ہے اور جب بات یوں ہے تو آیت کی تقدیر یوں ہوگی اتقکم اکرمکم عند اللہ (تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار اللہ کے نزدیک تم سب میں عزت والا ہے)۔

**قلت** (میں کہتا ہوں) اور شاید تم پر پوشیدہ نہ ہو وہ فرق جو دونوں تقدیروں میں ہے اور وہ عظیم تفاوت جو اس وجہ میں اور ہماری باقی وجوہ میں ہے یہ اللہ کے فضل میں ہے جسے چاہتا ہے دے دیتا ہے۔ اور سب تعریفیں اللہ کے لئے جو رب ہے جہان والوں کا۔

**ثم اقول** (پھر میں کہتا ہوں) قریب ہے کہ تمہیں وہم بے چین کرے پھر تمہیں مجبور کرے کہ تم کھڑے ہو کر یہ کہو کہ کیا تقویٰ افعال القلوب سے نہیں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد

و وصف كونه افضل غير معلوم و لا مشاهد والاخبار عن المعلوم بغير المعلوم هو الطريق الحسن اما عكسه فغير مفيد، فتقدير الآية كانه وقعت الشبهة في ان الاكرم عند الله من هو؟ فقل هو الاتقى واذا كانت كذلك كانت التقدير اتقكم اكرمكم عند الله انتهى۔

**قلت** ولعلك لا يخفى عليك ما بين التقديرين من الفرق و ما بين هذا الوجه وجوهنا الباقية من التفاوت العظيم ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والحمد لله رب العالمين۔

**ثم اقول** عسى ان يزعمك الوهم الصل فيلجئك انت تقوم تقول اليس التقوى من افعال القلوب، قال الله سبحانه و



تعالى "اولئك الذين امتحن الله قلوبهم للتقوى" وقال تعالى "و من يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب" وقال صلى الله تعالى عليه وسلم التقوى ههنا، التقوى ههنا، التقوى ههنا، يشير الى صدره صلى الله تعالى عليه وسلم. اخرجه مسلم وغيره عن ابى هريرة رضى الله تعالى عنه وعن رضى الله تعالى عليه وسلم لكل شئ معدت ومعدت التقوى قلوب العارفين" اخرجه الطبراني عن ابن عمر والبيهقي عن الفاروق اكبر رضى الله تعالى عنهما فكيف قلتم انها من المحسوسات.

قلت بلى ان التقوى مقامها القلب وعن هذا قلنا ان الصديق لما كان اتقى الامّة باسرها وجب ان يكون اعرفها بالله تعالى

ہے: ”یہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا ہے۔“ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔“ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ فرماتے تھے: ”اس حدیث کو مسلم وغیرہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے: ”ہر شے کے لئے کان ہے اور تقویٰ کی کان اولیاء کے دل ہیں۔“ اس حدیث کو طبرانی نے ابن عمر سے اور بیہقی نے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا، تو آپ نے کیسے کہہ دیا کہ تقویٰ محسوسات سے ہے۔

**قلت (میں جواب میں کہتا ہوں)**  
 ہاں بے شک تقویٰ کا مقام قلب ہے اور اسی وجہ سے ہم نے کہا کہ بے شک جب صدیق تمام امت سے زیادہ پرہیزگار ہوئے تو ضروری ہوا کہ وہ سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والے ہوں

له القرآن الكريم ۳/۴۹

$$\frac{32}{22} = 1.45$$

۳ صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب تحريم ظلم المسلم وخذله الخ قديمی کتب خانہ کراچی  
۴ المعجم الكبير حديث ۱۳۱۸۵ المكتبة الفيصلية بيروت

حدیث ۱۳۱۸۵

المعجم الكبير

لكن القلب امير الجوارح فاذا استولى عليه سلطان شئ اذعنت له الجوارح طرأ ولمعت عليها آثاره جهراً وهذا مشاهد في الحياء والحزن والفرح والغضب وغير ذلك من صفات القلب قال المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم "الا وان في الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد كله واذا فسدت فسد الجسد كله الا وهى القلب" اخرجہ الشيخان عن نعمان ابن بشير رضى الله تعالى عنه، وقال صلى الله تعالى عليه وسلم اذا مرايتم الرجل يعتاد المسجد فاشهدوا له بالايمان" اخرجہ احمد والترمذى والنسائى وابن ماجة و ابن خزيمة وابن جبان والمحاكم، البيهقى عن ابى سعيد

ليكن قلب اعضاء كالمير، توجب قلب پر کسی شے کا سلطان غالب ہوتا ہے تو تمام اعضاء اس کے تابع ہو جاتے ہیں اور اعضاء پر اس کے آثار صاف چمکتے ہیں اور حیا و غم خوشی و غضب وغیرہ صفات قلب میں اس کا مشاہدہ ہوتا ہے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں : "خبردار! بیشک جسم میں گوشت کا ایک ٹوٹہ ہے جب وہ سدھرتا ہے پورا جسم سدھرتا ہے اور جب وہ بگڑتا ہے پورا جسم بگڑ جاتا ہے سنتے ہو وہ قلب ہے" اس حدیث کو بخاری و مسلم نے نعمان ابن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جب تم آدمی کو مسجد میں آنے جانے کا عادی پاؤ تو اس کے مومن ہونے کی گواہی دو۔ اس حدیث کو امام احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزيمة، ابن جبان، حاکم و بیہقی نے ابوسعید

- ۱ صحیح البخاری کتاب الایمان باب فصل من استبرأ لیدنہ قیدی کتب خانہ کراچی ۱۳/۱
- ۲ صحیح مسلم کتاب المساقات باب اخذ الحلال وترك الشبہات " " ۲۸/۲
- ۳ جامع الترمذی کتاب التفسیر تحت الآیۃ ۱۸/۹ امین کمپنی دہلی ۱۳۵/۲
- سنن ابن ماجہ کتاب المساجد والجمعات باب لزوم المساجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۸
- مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۹۸/۳
- المستدرک للحاکم کتاب الصلوۃ بشر المشائین فی الظلم الی المساجد الخ دار الفکر بیروت ۲۱۲/۱
- السنن الکبریٰ کتاب الصلوۃ باب فضل المساجد الخ دار صادر بیروت ۶۶/۳
- موارد النظم الی زوائد النظم باب الجلاس فی المسجد بالخیر حدیث ۳۱۰ الطبعة السلفیہ ص ۹۹



المحدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ -

### اقول ثالثا کد ما ذکر

فی شان النزول فانما یستقیم و  
یطابق التزیل اذا کانت الموضوع هو  
الاتقی - اما اذا عکس فلا یتافی  
ولایاتی الرمی علی الرمی ، اما  
سروایة یزید بن شجرة فطریق  
الاستدلال فیہا انکم استحققرتم  
هذا البعد لانه عبد اسود فقلتم  
عاد ذلیلاً وحضر جنازة ذلیل  
لکنہ عندنا کریم جلیل اذا کانت  
متقیاً والفضل عندنا بالتقوی  
فمن کانت تقیاً کانت کریماً  
عندنا وان کانت عبد اسود اجدع  
وهذا الطریق هو المفهوم من  
الایة عند کل من له ذوق  
سلیم اما علی ما نرعمتم فیکون  
حاصل استدلال اللہ سبحانہ و  
تعالیٰ انه کانت کریماً وکل کریم  
عتق فلذا عاده نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم وحضر دفنہ، وهذا الطریق  
کہا تری اذا کانت ینبغی الاستدلال  
الاستدلال بامر مسلم عندہم  
یستلزم ما لم یسلموا کالتقوی  
علی تقریرنا -

محدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا۔

### اقول ثالثا جو کچھ آیت کریمہ کے

شان نزول میں مسطور ہوا وہ تو اسی وقت راس  
آتا ہے اور تنزیل کے مطابق ہوتا ہے جب آیت  
کریمہ میں اتقی ہی موضوع ہو۔ رہی وہ صورت جب  
اس کا عکس کر دیں تو بات نہیں بنتی، ہر تیر  
نشانے پر نہیں بیٹھتا۔ رہی یزید ابن شجرہ کی روایت  
تو اس میں استدلال کا طریقہ یہ ہے کہ اے لوگو!  
تم نے غلام کو حقیر جانا اس لئے کہ سیاہ فام غلام ہے  
تو تم نے اعتراض کیا کہ ذلیل کی عیادت کی ذلیل کے  
جنازہ میں حاضر ہوئے، لیکن وہ غلام ہمارے  
نزدیک باعزت جلیل القدر ہے اس لئے کہ  
وہ متقی تھا اور ہمارے یہاں بزرگی تقویٰ سے ہے  
تو جو متقی ہو گا ہماری بارگاہ میں عزت والا ہو گا اگرچہ  
کالا نکمہ غلام ہو۔ اور آیت سے ہر ذوق سلیم  
والے سے یہی طریق استدلال مفہوم ہوتا ہے، اور  
تمہارے زعم پر اللہ تبارک و تعالیٰ کے استدلال  
کا حاصل یوں ہو گا کہ وہ بے شک عزت والا تھا  
اور ہر عزت والا متقی ہے اسی لئے تو ہمارے  
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی  
عیادت کی اور اس کے دفن میں شریک ہوئے۔  
اور یہ طریق استدلال جیسا ہے تمہیں معلوم ہے  
اس لئے کہ دلیل لانا ایسے امر سے چاہئے تھا جو  
کفار کو مسلم ہو اور جو اس کو مستلزم ہو جس کو وہ  
تسلیم نہیں کرتے جیسے تقویٰ ہماری تقریر پر۔



وَأَمَّا الْكِرَامَةُ فَلَمْ تَكُنْ ثَابِتَةً  
عِنْدَهُمْ وَاللَّمَّا قَالُوا مَا قَالُوا عَلَى  
أَنَّ الْمَقْدَمَةَ الْمَذْكُورَةَ فِي الْآيَةِ تَبْقَى  
حَ عِبْثًا وَالْعِيَاذُ بِاللَّهِ تَعَالَى فَات  
الرَّدِّ عَلَيْهِمْ تَمَّ بِالْمَطْوِيَةِ الْقَاسِلَةِ  
أَنَّهُ رَجُلٌ كَرِيمٌ عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى  
وَبَعْدَ ذَلِكَ أَيْ حَاجَةُ الْإِنِّ أَنْ  
يُقَالَ كُلُّ كَرِيمٍ مُتَّقٍ أَذْ لَمْ يَكُنْ  
نَزَاعُهُمْ فِي التَّقْوَى بَلْ فِي الْكُرْمِ  
وَبِالْجَمْلَةِ يَلْزَمُ اخْتِذَا الْمَدْعَى صَغْرَى  
وَأَسْتَنْتَاجَ مَا لَيْسَ بِمَدْعَى وَهَكَذَا  
يَجْرِي الْكَلَامُ فِي رَوَايَةِ مُقَاتِلٍ وَ  
أَسْتَحْقَارِ قَرِيشٍ سَيِّدِنَا عَتِيقُ الْعَتِيقِ  
أَعْتَقْنَا اللَّهَ بِرَهْمَا مِنْ عَذَابِ  
الْحَرِيقِ، أَمِينَ!

وَلَنَقَرَّ بِعِبَارَةِ أُخْرَى قَالَ  
"كُلُّ جَدِيدٍ لَذِيذٌ" كَأَنَّ طَرِيقَ  
أَسْتَدْلَالِهِمْ عَلَى حَقَارَتِهِ رَضَى اللَّهُ  
تَعَالَى عَنْهُ بَأَنَّهُ عَبْدٌ وَلَا شَيْءَ مِنْ  
الْعَبْدِ كَرِيمًا فَهَوَّلِيسَ بِكَرِيمٍ وَالْآيَةِ  
نَزَلَتْ فِي الرَّدِّ عَلَيْهِمْ فَلَا بَدَّ مِنْ  
نَقْضِ أَحَدٍ مِنَ الْمَقْدَمَتَيْنِ مِنْ قِيَاسِهِمْ  
لَكِنِ الصَّغْرَى لَا مُرَدَّ لَهَا، فَتَعَيَّنَ أَنَّ  
الْآيَةَ أَنَّهَا تَبْطُلُ الْكِبْرَى بِأَثْبَاتِ

رَبِّ عِزَّتِ (اس سیاح فام غلام کی) کافروں  
کے نزدیک ثابت ہی نہ تھی ورنہ یہ کافروں کچھ کہتے  
جو انہوں نے کیا۔ علاوہ ازیں وہ مقدمہ جو اس آیت  
میں ذکر ہوا اس تقدیر پر عبث ٹھہرے گا و العیاذ  
باللہ! اس لئے کہ کفار پر رُو تو اس قضیہ مطویہ (پوشیدہ)  
سے تام ہو لیا جس میں یہ دعویٰ ہے کہ وہ غلام، اللہ  
کے نزدیک با عزت ہے۔ اس کے بعد کون سی  
حاجت ہے کہ کہا جائے کہ ہر کریم، متقی ہے اس لئے  
کہ کافروں کا نزاع تقویٰ میں نہ تھا بلکہ کرامت میں تھا۔  
بالجملہ اس تقدیر پر لازم آتا ہے کہ مدعا صغریٰ جو اور  
نتیجہ وہ نکلے جو مدعا نہیں اور یونہی کلام روایت مقابل  
میں اور قریش کی جانب سے سیدنا عتیق العتیق  
(حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام حضرت  
بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی تحقیر میں جاری ہوگا۔  
اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں ان دونوں کے صدقے میں  
جہنم کے عذاب سے آزاد فرمائے۔ آمین!

اور ہم بلفظ دیگر تقریر کریں گے کہ کُلُّ جَدِيدٍ  
لَذِيذٌ، کفار کا طریق استدلال حضرت بلال  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حقارت پر بایں طور تھا  
کہ وہ غلام ہیں اور کوئی غلام عزت والا نہیں  
ہوتا تو عزت والے نہیں، اور یہ آیت کفار  
کے رد میں اُتری لہذا ان کے قیاس میں دو  
مقدموں میں ایک کا نقض ضروری ہے لیکن  
صغریٰ کا رد نہیں ہو سکتا۔ اب متعین ہوا کہ  
آیت کبریٰ کا ہی ابطال کرتی ہے اس کی نقیض



کے اثبات کے ذریعہ کفار کے کبریٰ کی نفیض یہ ہے کہ بعض غلام باعزت ہیں اور اس کا ثابت کرنا ممکن نہیں مگر ہمارے طریقے پر بایں طور کہ ہم کہیں بعض غلام، اللہ تبارک و تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہی عزت والا ہے۔ رہا اصل مقدمتین میں تمہارے طریقے پر یہ قیاس کہ بعض غلام متقی ہیں اور ہر عزت والا متقی ہے تو یہ وہی قیاس ہے جس کو تم دفع کر چکے۔ اور یونہی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں دونوں وجوہ کے ساتھ یہ تقریر چلے گی۔

اور ہم تقریر مدعا تیسری عبارت سے کریں حضرت ثابت ابن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعض اہل مجلس کی تحقیر انھیں، یا ابن فلانہ (اے فلانی کے بیٹے) کہہ کر کی یعنی اے نسب میں کمزور، تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کا رد یوں فرمایا کہ تمہارا گمان یہ ہے کہ کچھ کمتر نسب والے شریف نہیں ہوتے تو تمہاری یہ بات سچی ہے لیکن تم نے خاص اس شخص کو کس بنیاد پر حقیر جانا؟ اس لئے کہ ممکن ہے کہ یہ ان بعض میں سے نہ ہو اور اگر تمہاری مراد سلب کلی ہے تو یہ قطعاً باطل ہے اس لئے کہ اگر یہ صادق ہو تو یقیناً یہ صادق ہوگا کہ بعض متقی شریف نہیں اس لئے کہ ان میں کے بعض نسب میں کمتر ہیں تو تمہارے نزدیک شریف نہ ہوں گے لیکن تالی باطل ہے اس لئے

نفیضہا، و هو ان بعض العبيد كريم ولا يملك اثباته الا على طريقتنا بان نقول بعض العبيد يتقى الله تعالى ومن يتقى الله تعالى فهو كريم، اما على طريقتكو في اصل المقدمتين ان بعض العبيد متق و كل كريم متق وهذا هو القياس الذي انتم دفعتموه وهكذا يتمشي التقري في رواية ابن عباس رضي الله تعالى عنهما بكلا الوجهين۔

ولنقرره بعباراة ثالثة استحق ثابت بن قيس رضي الله تعالى عنه بعض اهل المجلس بقوله يا ابن فلانة اي يادني النسب فرد الله سبحانه وتعالى عليه بانك انت نرعت ان بعض الادي في النسب لا يكون كريماً فقولك هذا صادق لكن علام استحقرت هذا بخصوصه اذ يجوز ان لا يكون هذا من ذلك البعض وان اردت السلب الكلي فباطل قطعاً اذ لو صدق لصدق ان بعض المتقين ليس كريماً لان بعضهم دني النسب فلم يكن كريماً عندك لكن التالى باطل



کہ اس کی نقیض صادق ہے اور وہ یہ کہ ہر متقی کویم ہے تو مقدم بھی اس کی طرح باطل ہے یہ ہمارے طریقے پر ہے لیکن تمہارے طریقے پر تو مقدمہ استثنائیہ یہ ہے کہ ہر شریف متقی ہے اور یہ لازم کو رفع نہیں کرتا تو لازم کو بھی رفع نہ کریگا اس تقریر کو خوب ضبط کر لو اس لئے کہ فیض (کا دریا) زوروں پر ہے، اور تمام خوبیاں اللہ ہی کی ہیں۔

**اقول رابعاً وہ احادیث جو**  
اس آیت کی تفسیر کرتی ہے یا اس کے گھاٹ کے راستے پر چلیں یا اس جگہ اشارہ کرتی ہیں جہاں سے اس کا تیر کھینچا وہ تو وہی مفاد دیتی ہیں جو ہم نے ذکر کیا اور اس فساد انگیزی لئے نکار کرتی ہیں جو ہم نے چاہا، منجملہ ان حدیثوں کے یہ ہے کہ جس کی خبر ہمیں مولیٰ سراج نے دی وہ روایت کرتے ہیں جمال سے وہ روایت کرتے ہیں عبد اللہ سراج سے (ح) نیز ہم نے سراج سے یہ حدیث ایک درجہ عالی سند سے روایت کی وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ عبد اللہ سراج سے وہ روایت کرتے ہیں محمد بن ہاشم سے (تحویل) نیز اس سند سے اس روایت کی جو سند عالی کے

لصدق نقیضه وهو ان كل متق كريم  
فالمقدم مثله هذا على طريقتنا  
اما على طريقتكم فالمقدمة الاستثنائية  
ان كل كريم متق وهو لا يرفع اللازم  
فلا يرفع الملزوم اتقت هذا فان  
الفيض مدرار - والحمد لله -

**اقول رابعاً الاحادیث التي**  
جات تفسيرا الآية او ترد مورد مشوعها  
او تلحظ ملحظ منزعها انما تعطى  
ما ذكرنا من المفاد و تاجي عما  
بغيت من الافساد و منها  
ما انبانا المولى السراج عن  
الجمال عن عبد الله السراج  
ح وعاليا بدرجة عن ابيه  
عبد الله السراج عن  
محمد بن هاشم ح  
ومساويا للعالم عن  
الجمال عن السندی ح و  
شافهني عالیا بدرجتين

عہ مقدمہ استثنائیہ کو قیاس استثنائی بھی کہا جاتا ہے، اور قیاس استثنائی وہ ہے جس میں نتیجہ یا اس کی نقیض بالفعل مذکور ہو جیسے ہمارا یہ کہنا کہ "یہ اگر جسم ہے تو متحیر ہے" لیکن وہ جسم ہے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ متحیر ہے اور یہی بعینہ قیاس یعنی مقدمہ میں مذکور ہے اور نقیض کی مثال یہ کہ وہ متحیر نہیں تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ جسم نہیں اور اس کی نقیض کہ وہ جسم ہے مقدمہ میں مذکور ہے (تعریفات جبر جاتی ص ۱۵۹)



سیدی جمل اللیل عن  
السندی کلاهما عن صالح  
العمری باسانیدہ الامامین الجلیلین  
بسندھما الخ سیدنا  
ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ  
عنه قال سئل رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
ای الناس اکرم ، فقال  
اکرمہم عند اللہ اتقیہم لہ

اقول انظر الخ اشار  
مرحمة اللہ کیف یوضح المحجة  
ولا یدع لاحد حجة انما سئل  
المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
بان ای الناس اکرم ای من  
الموصوف بہ لانت الاکرم ما هو  
بای نعت ینزهو فاجاب بالایة  
الکریمۃ فلو لانت الا لقی  
هو الموضوع لما طابق الجواب

مساوی ہے انہوں نے روایت کی جمالی سے  
وہ روایت کرتے ہیں سندی سے اور میرے  
اوپر دو درجہ عالی سند سے اس حدیث کو مجھ سے  
روایت کیا سیدی جمل اللیل نے وہ روایت  
کرتے ہیں سندی سے دونوں نے روایت کی  
صالح عمری سے ان امامین جلیلین (بخاری  
وسلم) کی اسانید کے ساتھ ان دونوں اماموں  
نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
روایت فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم سے سوال ہوا، لوگوں میں سب سے  
زیادہ عزت والا کون ہے؟ تو آپ نے  
فرمایا اللہ کے نزدیک سب لوگوں سے بڑھ کر  
عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے  
اقول (میں کہتا ہوں) اللہ تبارک  
تعالیٰ کی رحمت کے آثار دیکھو راستہ کو کس طرح  
واضح کرتا ہے یہ کسی کے لئے حجت نہیں چھوڑتا  
مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قریوں سوال  
ہوا تھا کہ کون سا شخص سب سے زیادہ عزت  
والا ہے یعنی اس وصف سے کون موصوف ہے۔  
یہ سوال نہ ہوا تھا کہ "اکرم کی ماہیت کیا ہے۔"  
"اکرم" (سب سے زیادہ عزت والا) اور  
کون سے وصف پر ناز کرتا ہے، تو سرکار نے

۱۔ صحیح البخاری کتاب التفسیر سورة یوسف قدیمی کتب خانہ کراچی ۶۷۹/۲  
۲۔ صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل یوسف علیہ السلام ۲۶۸/۲

آیت کریمہ سے جواب دیا تو اگر بات یہ نہ ہوتی کہ اتقی (سب سے بڑا پرہیزگار) ہی موضوع ہے تو جواب سوال کے مطابق نہ ہوتا اس پر خیال کا تزکیہ ہے، اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی نعمت کی تمامی سے یہ ہے کہ حدیث کے شارحین نے اس کی تفسیر اس جملہ سے کر دی جو مراد کو متعین کر دیتا ہے اور وہم کا قاطع ہے۔

اس میں علامہ مناوی کا ارشاد ہے :  
اکرم الناس اتقاہم (سب لوگوں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے) اس لئے کہ کرم اصل میں کثرت خیر ہے، تو جب متقی دنیا میں خیر کثیر والا ہے اور آخرت میں اس کے درجے بلند ہوں گے، تو سب سے زیادہ کرم والا وہی ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ والا انتہی۔

دیکھو تمہارا وہی شبہ کہاں گیا، اب اس کا کچھ نشان دیکھتے ہو۔ اور از انجملہ وہ حدیث ہے جس کی ہمیں بخاری مولیٰ عبد الرحمن نے انھوں نے روایت کی سید محمد بن عبد اللہ سے، جیسا کہ گزرا، اور وہ روایت کرتے ہیں علی بن یحییٰ زیاد سے، وہ روایت کرتے ہیں شہاب احمد بن محمد ربیع سے، وہ روایت کرتے ہیں امام ابو الخیر سخاوی سے، وہ روایت کرتے ہیں

السؤال وعلیک بتزکیة الخیال  
ومن تمام نعمة الله تعالى  
انفس الشراح المحديث  
بما يعيت المراد و يقطع  
كل وهم يراد۔

قال العلامة المناوی "اکرم  
الناس اتقہم لان اصل  
الکرم کثرة الخیر" فلما کان  
المتقی کثیر الخیر فی الدنیا  
ولہ الدرجات العلیٰ فی  
الآخرة کان اعم الناس  
کرما فهو اتقہم، انتہی۔

انظر این ذہبت شبہتک  
الواہیة قہل تری لہا من یا قیة، و  
منہا ما انبانا المولف عبد الرحمن  
عن الشریف محمد بن عبد اللہ  
کما مضی عن علی بن یحییٰ  
الزیادی عن الشہاب احمد بن  
محمد الرملی عن الامام ابی  
الخیر السخاوی عن



عز عبد الرحیم بن فرات سے وہ روایت کرتے ہیں صلاح بن ابی عمر سے وہ روایت کرتے ہیں فخر ابن بخاری سے وہ روایت کرتے ہیں فضل اللہ ابو سعید توقانی سے وہ روایت کرتے ہیں امام ابی السنہ لغوی سے وہ فرماتے ہیں ہمیں خبر دی ابو بکر ابن ابی ہشتم نے عبد اللہ ابن احمد ابن حمویہ سے وہ فرماتے ہیں ہمیں خبر دی ابراہیم ابن خزیم نے، ہم سے حدیث بیان کی عبد اللہ ابن حمید نے، ہمیں خبر دی ضحاک ابن مخلد نے، وہ روایت کرتے ہیں اسکو موسیٰ ابن عبیدہ سے وہ روایت کرتے ہیں عبد بن دینار سے وہ روایت کرتے ہیں حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اپنی سواری پر طواف کیا، ارکان کعبہ کا بوسہ اپنے عصائے مبارک سے لیتے تھے، تو جب باہر تشریف لائے تو سواری کو پھرانے کی جگہ نہ پائی تو لوگوں میں سواری سے اتر گئے پھر کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور فرمایا: اللہ کے لئے حمد جس نے تم سے جاہلیت کا گنہگار بنا دیا و اجداد کا غرور دور کیا۔ ————— لوگوں میں دو قسم کے مرد ہیں ایک نیک متقی اللہ کے یہاں عزت والا، دوسرا بدکار بد بخت، اللہ کی بارگاہ میں ذلیل۔ پھر یہ آیت پڑھی: ”اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا“، پھر فرمایا: ”میں یہ بات کہتا ہوں اور اللہ سے اپنے

لی و لکم یش

اقول انظر كيف قسم المصطفى  
صلى الله تعالى عليه وسلم المخلوق الحى  
قسمين برتقى و وصفهم بالكرم و فاجر  
شقى و وصفهم بالهوان و هذا صريح  
فيما قلنا .

و منها ما اخرج ابن النجار  
والرافعي عن ابن عمر  
عن النبي صلى الله تعالى  
عليه وسلم من دعائه :  
”اللهم اغنني بالعلم و زنيغ  
بالعلم و اكرمني بالتقوى  
وجملني بالعافية“ قال المناوي  
اكرمني بالتقوى لا كون من  
اكرم الناس عليك انت اكرمك  
عند الله اتقكم آه

لے اور تمہارے لئے مغفرت چاہتا ہوں۔  
اقول وکیومصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
نے مخلوق کو دو قسم کیا ایک نیک پرہیزگار اور اللہ کو  
عزت سے موصو کیا۔ اور دوسرے بدکار، بد بخت،  
اور انھیں ذلیل بتایا۔ اور یہ ہمارے دعویٰ کی صریح  
دلیل ہے۔

ان احادیث میں سے ایک وہ ہے جس کی  
تخریج ابن نجار اور رافعی نے کی سیدنا حضرت  
عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، نبی کریم  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا کے یہ کلمات  
مروی ہیں : اے اللہ ! مجھے علم کے ساتھ غنا  
علم کے ساتھ زینت، تقویٰ کے ساتھ اکرام  
اور عافیت کے ساتھ جمال عطا فرما۔“ مناوی  
نے (دعا کا مطلب بیان کرتے ہوئے)  
کہا : مجھے تقویٰ کے ساتھ اکرام عطا فرما  
تاکہ میں تیرے یہاں سب سے زیادہ عزت  
پانے والے لوگوں میں سے ہو جاؤں (بیشک  
اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے  
جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے) آہ  
میں کہتا ہوں صحیح یہ ہے کہ لفظ من

اقول والوجه حذف

۱۔ معالم التنزيل (تفسير البغوي) تحت الآية ۴۹/۱۳ دار الكتب العلمية بيروت ۱۹۶/م  
۲۔ كنز العمال بحوالہ ابن النجار حدیث ۳۶۶۳ مؤسسة الرسالة بيروت ۱۸۵/۲ و ۲۰۲  
۳۔ الجامع الصغير ۱۵۳۲ دار الكتب العلمية ۹۶/۱  
۴۔ التيسير شرح الجامع الصغير تحت الحديث اللهم اغنني بالعلم الخ مكتبة الامام الشافعي رياض ۲۲۱/۱



کو حذف کیا جائے۔ گویا اس کی مراد وہ ہے جس کا ارادہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی میں دُعا کرتے ہوئے اُمت کرتی ہے۔

مِنْ وَكَانَ إِسْرَادَ مَا تَرِيدُ الْأَمَّةَ  
عِنْدَ الدَّعَاءِ بِهِ تَأْسِيًا بِالنَّبِيِّ صَلَّى  
اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

مُجَلَّد ان حدیثوں میں سے یہ حدیث ہے جسے زمخشری نے کشف میں پھر امام نسفی نے مدارک میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ذکر کیا فرمایا: جس کی یہ خوشی ہو کہ وہ سب لوگوں سے زیادہ عزت والا ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔ اور یہ ظاہر ہے

وَمِنْهَا مَا أورد الزمخشري في  
الكشاف ثم الامام النسفي في المدارك  
عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم  
من سره ان يكون اكرم الناس  
فليتق الله اه - وهذا البين و  
اجلي۔

اقول خاصسا علمائے اس آیت سے متقی لوگوں کی تعریف ہی سمجھی اور اس آیت سے تقویٰ اور اہل تقویٰ کی فضیلت پر دلیل لاتے رہے، تو اگر معاملہ یوں ہوتا جیسا کہ تمہارا گمان ہے تو یہ تمام استدلال سرے سے باطل ہو جاتے اس لئے کہ جب معنی یہ ٹھہرے کہ ہر کریم متقی ہے اور یہ اس کو مستلزم نہیں کہ ہر متقی کریم ہو تو اس میں پرہیزگاروں کے لئے کون سی تعریف ہے اور پرہیزگار دوسروں سے کس وصف سے برتر ہوں گے کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہر کریم انسان، حیوان

واقول خامسا العلماء ما فهموا  
من الآية الامدح المتقين  
ولم يزاوا محتجين بها على  
فضيلة التقوى واهلها فلو  
كان الامر كما نرعم لان حض هذا  
التمسكات بهذا فيدها اذ لما كان المعنى  
ان كل كريم متق وهو لا يستلزم ان كل  
متق كريم فاي مدح فيه للمتقين وبعر ذا  
يفضلون على الباقيين الا ترى ان كل  
كريم انسان وحیوان وجسمان

ولا يكون بهذا اكل فروع من هؤلاء محمودا  
في الدين -

فان قلت ان التقوى وصف خاص  
بالكرماء فلهذا استحق الثناء  
بخلاف ما ذكرتم من الاوصاف -

قلت الان اتيت الى ابيت  
فان التقوى اذا اختص بهم ولم  
يوجد في غيرهم وجب ان يكون  
كل متق كريمة وفيه المقصود قال  
المولى الفاضل الناصح محمد افندي  
الرومي البركلي في الطريقة المحمدية  
بعد ما سرد الآيات في فضيلة  
التقوى فتأمل فيما كتبنا من الآيات الكريمة  
كيف كان المتق عند الله تعالى اكرم انتهى -  
قال المولى الشارح العارف  
بالله سيدي عبد الغني النابلسي في  
شرحها المديقة الندية اشارة الى الآية  
الاولى من قوله تعالى ان اكرمكم  
عند الله اتقوا انتهى -

واقول سادسا الى يا موفق  
تحقيق بالقبول احق اخراج

اور جسم ہے اور اس کے ساتھ ان تینوں میں سے  
ہر فرد محمود نہیں ہوتا -

فان قلت (تو اگر تم کہو کہ بے شک تقویٰ  
کرمیوں کے ساتھ خاص ہے لہذا یہ وصف تعریف  
کا مستحق ہے بخلاف ان اوصاف کے جو آپ نے  
ذکر کئے -

قلت (میں کہوں گا) اب تم اسی بات  
پر آگے جس کا تم نے انکار کیا تھا اس لئے  
کہ تقویٰ جب کرمیوں کے ساتھ خاص ہے دوسروں  
میں نہیں پایا جاتا تو ضروری ہے کہ ہر متقی کرم ہو  
اور یہی ہمارا مقصود ہے - مولى فاضل ناصح محمد  
آفندی رومی برکلی طریقہ محمدیہ میں تقویٰ کی فضیلت  
میں آیات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں تو ان  
آیات کریمہ میں غور کرو جو ہم نے لکھیں کیونکہ متقی  
اللہ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ کریم ٹھہرا -  
کتاب مذکور کے شارح مولا عارف باللہ  
سیدی عبد الغنی نابلسی اس کی شرح مديقة ندية  
میں فرماتے ہیں مصنف کا اشارہ پہلی آیت یعنی  
اللہ تعالیٰ کے قول "ان اكرمکم عند الله  
اتقوا" کی طرف ہے -

واقول سادسا اے توفیق والے  
میری طرف آ، یہ ایک تحقیق ہے جو قبول کی

له الطريقة المحمدية الباب الثاني الفصل الثالث مكتبة حنفية كوتره ۱۲۹/۱  
له المديقة الندية شرح الطريقة المحمدية " " " " مكتبة نورية رضوية فيصل آباد ۴۱۰/۱



الامام احمد والحاكم والبيهقي عن  
ابن هريرة عن النبي صلى الله تعالى  
عليه وسلم كرم المراء دينه و  
مروته عقله وحسبه خلقه  
واخرجه ابن ابى الدنيا في  
كتاب اليقين عن يحيى بن  
ابى كثير مرسل ينسبه الى  
المصطفى صلى الله تعالى عليه  
وسلم الكرم التقوى والشرف  
التواضع واخرجه الترمذى  
محمد بن عيسى الحكيم عن  
جابر بن عبد الله رضى الله تعالى عنهما  
يرفعه الى النبي صلى الله تعالى عليه  
وسلم الحياء زينة والتقى كرم  
انظر الى الاحاديث ما احبها و  
افصحها واحملها واصلحها انظر  
الى قوله صلى الله تعالى عليه وسلم مروته

مزاوار ہے، امام احمد، حاکم اور بیہقی نے حضرت  
ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث روایت  
کی انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے  
روایت کیا: آدمی کی عزت اس کا دین ہے اور  
اس کی مروّت اس کی عقل ہے اور اس کا حسب  
اس کا خلق۔ اور ابن ابی الدنیا نے کتاب یقین  
میں یحییٰ بن ابی کثیر سے بسند مرسل روایت کیا  
در انحالیکہ اس حدیث کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کرتے تھے کہ مندرمایا:  
کرم، تقویٰ ہے اور شرف تواضع ہے۔ اور  
ترمذی محمد بن علی الحکیم نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہما سے روایت کیا در انحالیکہ اس کو  
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف مرفوع کرتے  
تھے کہ فرمایا: حیا زینت ہے اور تقویٰ کرم ہے۔  
احادیث کو دیکھو کس قدر روشن اور کتنی فصیح ہیں  
اور کیسی شیریں اور کیسی طبع ہیں۔ نبی صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ قول کہ آدمی کی مروّت اس

- ۱۔ مسند احمد بن حنبل عن ابن ہریرۃ رضی اللہ عنہ  
المستدرک للحاکم کتاب العلم کرم المؤمن دینہ الخ دار الفکر بیروت ۳۶۵/۲  
۲۔ کتاب النکاح المحاسب والمال والحکم الخ ۱۶۳/۲  
السنن الکبریٰ باب اعتبار الیسار فی الکفارة دار صادر بیروت ۱۳۶/۴  
۳۔ کتاب الشهادات باب بیان مکارم الاخلاق الخ ۱۹۵/۱۰  
۴۔ کتاب یقین من سائل ابن ابی الدنیا حدیث ۲۲ مؤسستہ الکتب الثقافیۃ بیروت ۲۸/۱  
۵۔ نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول الاصل السادس الخمسون والمائۃ دار صادر بیروت ص ۲۰۰

کی عقل ہے۔ دیکھو تو معلوم ہو گا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عقل ہی کو مروت مروت کیا اور اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول آدمی کا حسب اس کا خلق ہے اور شرف تواضع ہے تو اس لئے کہ خلق پر حکم لگایا کہ وہ حسب ہے اور تواضع پر حکم فرمایا کہ وہی شرف ہے مدعیوں کے دعوے کو رد کرنے کے لئے کہ مال ہی شرف ہے اسی لئے کہ اگر کوئی یوں کہے کہ بے شک حسب خلق ہے اور مروت عقل ہے اور شرف تواضع ہے تو اس کا قول مقبول نہ ہو گا اور اگر اس کا عکس کر دے تو قبول کیا جائے گا تو اسی طرح دونوں حدیثوں میں اپنے بعد فقروں سے ملے ہوئے فقروں میں یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول کرم تقویٰ ہے اور آدمی کی عزت اس کا دین ہے یعنی ان جملوں کا عکس مقبول نہ ہو گا۔

اور میں تم کو اس کے لئے ایک ضابطہ دیتا ہوں جب کبھی تم ایسے مقامات میں دو اسم معرفت باللام دیکھو کہ ان میں کا ایک دوسرے پر محمول ہوتا ہے تو اگر دوسرے کا پہلے کے لئے محمول بنا بغیر لام کے صحیح ہو تو جان لو کہ وہ اس قضیے میں بھی محمول ہو سکتا ہے ورنہ نہیں اسکی نظیر شاعر کا شعر ہے :

عقله فانما وصف العقل بالمرودة  
لا المرودة بالعقل وكذا قوله  
صلى الله تعالى عليه وسلم  
حسبه خلقه والشرف التواضع فانما  
حكم على الخلق بانه الحسب وعلى  
التواضع بانه الشرف حسما لما يدعيه  
المدعون من ان المال هو  
الشرف ولذا ان قال قائل ان  
الحسب خلق والمرودة عقل والشرف  
تواضع لم يقبل قوله منه، وان  
عكس قبل فهكذا في الفقرتين  
اعني قوله صلى الله تعالى عليه  
وسلم الكرم التقوى وكرم  
المراء دينه۔

وانا اعطيك ضابطه لهذا  
كلما رأيت في امثال هذا المقام  
اسمين معرفين باللام محمولا احدهما  
على الآخر فان صح ان يحمل الآخر على  
الاول مجردا عن اللام فاعلم انه يجوز ان  
يكون محمولا في تلك القضية ايضا والا لا  
نظيره قول الشاعر :

ع اشار به الى انك تقول الخ (المصنف)



”یعنی ہمارے بیٹے ہمارے بیٹوں کے بیٹے ہیں اور ہمارے بیٹیوں کے بیٹے اور مردوں کے بیٹے ہیں۔“ اس لئے کہ اگر تم یوں کہو کہ ہمارے پوتے ہمارے بیٹے ہیں تو یہ صادق ہوگا، اور اگر یوں کہو کہ ہمارے بیٹے ہمارے پوتے ہیں تو یہ کاذب ہوگا تو شعر میں ”بنونا“ ہی محکوم بہ ہے اور اس میں نکرہ یہ ہے کہ ہمیشہ محمول کو نکرہ لانا جائز ہے اور افادہ قصر اگر اس کو امر کی تسلیم کر لیں نفس حکم پر ایک زائد بات ہے اور موضوع کبھی نکرہ محضہ نہیں لایا جاتا ہے تو اس لئے یوں نہ کہا جائے گا کہ الکرم تقویٰ یا الکرم دین یعنی جبکہ جملے کا جز ثانی مبتدا ٹھہرائیں تو اسکو نکرہ لانا جائز نہیں بلکہ تم یہ جملہ دوسرے جز کی تعریف کے ساتھ بولو گے اس لئے کہ حقیقت میں دوسرا جز ہی موضوع ہے اسی وجہ سے اگر اس جملے کا عکس کر دو اور پہلے جز کو نکرہ کر دو تو صحیح ہوگا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب تقویٰ کو مقدم کیا حکیم ترمذی کی گزشتہ حدیث میں تو ”کرم کو نکرہ لائے، اور دوسری حدیث میں جب اس کا عکس کیا تو تقویٰ کو معرفہ لائے۔“ الہی! تیری پیہم نعمتوں پر تیرے لئے حمد اے شخص میں گمان نہیں کرتا کہ تو کم فہمی کی اندھیر

بنونا بنوا بناءنا و بنو  
بناتنا ابناء الرجال  
فانك ان قلت احفادنا ابناءنا صدقت  
وان قلت ابناءنا احفادنا كذبت  
فكانت بنونا هو المحكوم به والسر  
في ذلك ان المحمول يجوز تنكيره  
ابداً وافادة القصر على تسليمه  
كلياً امرنا اشد على نفس الحكم  
والموضوع لا ينكر تنكيراً محضاً فلذلك  
لا يقال الكرم تقوى او الكرم دين  
وانما تقول بالتعريف لان الآخر  
هو الموضوع حقيقة لاجل هذا  
انت عكست وانت كرت صح  
امسا رايت انت النعم  
صلى الله تعالى عليه وسلم  
لما قدم التقوى في حديث الحكيم نكر الكرم  
ولما عكس في الحديث الآخر عرف  
التقوى اللهم لك الحمد  
على تواتر الاثبات و  
لا اخلالك يا هذا مغموراً  
في غيبات الغياوت  
بحديث يعسر عليك الانتباه  
لما في تلك الاحاديث

عہ اشارہ الی انہ مع اشتہارہ فی کثیر من الناس الخ (المصنف)



التي جاءت مرة بتقدريم  
الكرم واخرى بتصديرا لتقوى  
من لمعات بوارق يكاد سناها  
يخطف ابصار الشبهات ولا سيما حديث  
الترمذي مع ما تقوم في الاصول  
ان اللام ان لا عهد فللاستغراق  
بل الجنس ايضا مفيد  
اذ حكمه لا بدوا ان يستوعب  
فيه الافراد. والله تعالى  
اعلم.

واقول سابعاً ان قيل لك  
اكرم الناس اتقاهم ثم من  
دونه في التقوى وهكذا  
يأتي ينزل تدريجاً لاجرم ان  
تسلمه وتقول هذا لا مريب فيه  
لكنك لم تدر ان قد انصرفت  
عما اقررت وقد اعترفت بما  
انصرفت قل لي ماذا  
محصل قولك ان اكرم  
الناس يوصف اولاً بانه اتقى  
وثانياً بانه قليل التقوى  
وثالثاً بانه اقل هل هذا  
الا كلام مجنون تفوه  
بلفظ في الجنون وما درى  
وما عقل وهذه الشناعة

میں ایسا بھٹکا ہو کہ تیرے اوپر ان چمکتی تجلیوں  
سے تنبیہ ہونا دشوار ہو جن کی روشنی لگتا ہے کہ  
شبهات کی آنکھوں کو اچک لے گی جو ان باحاطہ  
میں ہیں جن میں کبھی کرم کو مقدم فرمایا اور کبھی تقویٰ  
کو صدر کلام میں لائے بالخصوص حدیث ترمذی  
باوجودیکہ اصول میں مقرر ہو چکا کہ لام جبکہ عہد  
کے لئے نہ ہو تو استغراق کے لئے ہوگا بلکہ جنس  
بھی مفید استغراق ہے اس لئے کہ ضروری  
ہے کہ جنس کے حکم میں سب افراد برابر ہوں۔  
واللہ تعالیٰ اعلم۔

اقول سابعاً اگر تم سے کہا جائے  
کہ سب لوگوں سے زیادہ باعزت سب سے  
زیادہ پرہیزگار ہے پھر جو تقویٰ میں اس سے  
کم ہے اور اسی طرح سے تدریجاً کم سے کم  
کی طرف نازل ہوا محالہ تم اس کو تسلیم کرو گے  
اور کہو گے کہ اس میں کوئی شک نہیں لیکن  
تم نے نہیں سمجھا کہ تم اس سے پھر گئے جس کا  
تم نے ارتکاب کیا تھا اور انحراف کا اعتراف  
کر لیا مجھے بتاؤ تمہارے اس قول کا حاصل  
کیا ہے کہ اكرم الناس اولاً اتقى  
ہوتا ہے (سب سے زیادہ پرہیزگار) اور  
ثانیاً قليل التقوى کے ساتھ اور  
ثالثاً اس سے بھی اقل کے ساتھ (یعنی اس  
صورت میں جبکہ جز ثانی یعنی اتقى کو ٹھول مانیں  
کیا یہ ایسے مجنون کا کلام نہیں جو جنون میں لفظ



تذكر عليك زعمك العجيب في  
كل ما جاء على الترتيب  
وهو كثير في الأحاديث قال صلى  
الله تعالى عليه وسلم أحب  
الأعمال إلى الله الصلوة لوقتها  
ثم بر الوالد ثم الجهاد  
في سبيل الله أخرجه الأئمة  
أحمد وأبو داود ومسلم وأبو داود  
والترمذي والنسائي عن ابن مسعود  
رضي الله تعالى عنه فالمعنى  
على ما عملك أنت أحب الأعمال  
يوصف أولاً بأنه صلوة ثم يمكنك  
فيصير برًا ثم يلبث فيعود جهادًا  
وهذا من أعجب ما سمع السامعون -

صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب فضل الصلوٰۃ لوقتہا قدیمی کتب خانہ کراچی ۶۱/۱  
 کتاب الجہاد باب فضل الجہاد ۳۹۰/۱  
 کتاب الادب باب قولہ تعالیٰ ووصینا الانسان بالایۃ ۸۸۲/۱  
 صحیح مسلم کتاب الایمان باب کون الایمان باللہ افضل الاعمال ۶۲/۱  
 مسند احمد بن حنبل عن ابن مسعود المکتب الاسلامی بیروت ۴۱۰ و ۴۱۸ و ۴۲۱ و ۴۳۹ و ۴۴۴ و ۴۴۵ و ۴۵۱  
 جامع الترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ما جاء فی الوقت الاول من الفضل امین کمپنی دہلی ۲۴/۱  
 ابواب البر والصلة باب ما جاء فی بر الوالدین امین کمپنی دہلی ۳/۲  
 سنن النسائی کتاب مواقیت فضل الصلوٰۃ لمواقیتہا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۱/۱  
 سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب المحافظة علی الصلوٰۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۶۱/۱



تذئیل ایاك وانت تظن  
 ان تقدیم الخبر فی امثال هذا المقام  
 قليل فی فصیح الكلام حتی یعد تاویلا  
 للنظام بل هو شائع متکثر بل هو اکثر  
 الاوفر ولو سردنا لك من الاحادیث  
 الواسدة علی هذا المنوال لتأفت علی  
 مئات ورمیتنی بالاملا، ثم منها  
 ما فی نفس الحدیث دلیل علی  
 ما نرید کتقدیم الصفات و تاخیر  
 الذوات و غیر ذلک و منها ما شرح  
 الشارحون بعکس الترتیب من  
 دون حاجة الی ما هنا لك  
 فعلم انه طریق شائع، کثیرا  
 ما یجرع الكلام علیه و تتبادر  
 الافهام الیه بلا احتیاج الی صوارف  
 ولا توقع علی موقف و لولا اننا علی حذر من  
 الاطناب لاسریناك منها العجب  
 العجائب لكن لا یاسات تذکر  
 طر فاصت احادیث اکثرها من  
 القسم الشافی لانیها اوضح  
 فی المقصود وضوحا جمیلا و  
 نقدم علیها حدیثا ذکر فیہ  
 المصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
 وسلم مقدمتین فاستنتج منها  
 العلماء کمثل صنیعنا فی الایتین

تذئیل خبر دار رہ گمان نہ کرنا کہ ایسے  
 مقامات میں خبر کو مقدم رکھنا کلام فصیح میں نادر  
 ہے یہاں تک کہ مقصود کے لئے تاویل کرنا ٹھیک  
 بلکہ وہ بکثرت شائع ہے بلکہ یہی اکثر و اوفر  
 ہے اور اگر ہم تم سے ان احادیث میں سے کچھ  
 کا ذکر کریں جو اس طریقے پر وارد ہوئیں تو گنتی  
 میں تو سیکڑوں سے زیادہ ہوں گی اور تم مجھے  
 اکتا دینے پر تہمت لگاؤ گے پھر ان میں سے وہ  
 بھی ہے جو نفس حدیث میں ہمارے مدعا کی  
 دلیل ہے جیسے صفات کو مقدم کرنا اور ذوات  
 کو مؤخر کرنا اور اس کے علاوہ ان میں شائع  
 حدیث کا حدیث کی شرح میں ترتیب الٹ دینا  
 بلا ضرورت، تو اس سے معلوم ہوا کہ خبر کو مقدم  
 کرنا شائع ہے اور بسا اوقات کلام اس ڈھنگ  
 پر چلتا ہے اور قرائن صارف کی حاجت کے بغیر  
 لوگوں کی فہم اس کی طرف سبقت کرتی ہے اور  
 کسی بتانے والے پر موقوف نہیں ہوتی اور اگر  
 ہمیں تطویل کا ڈر نہ ہو تو ہم تمہیں ان احادیث کا  
 عجیب و غریب نمونہ دکھاتے لیکن اس میں حرج  
 نہیں کہ ہم ان احادیث کا ایک حصہ ذکر کریں جن  
 میں اکثر قسم ثانی کے قبیل سے ہیں اس لئے  
 کہ وہ مقصود میں خوب واضح ہیں اور ہم پہلے  
 ایک حدیث ذکر کریں جس میں مصطفی صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم نے دو مقدمے ذکر کئے تو اس سے  
 علمائے نتیجہ نکالاجس طرح دونوں آیتوں میں



ہم نے کیا تا کہ قید سخت ہو۔ ہم سے حدیث بیان کی  
 حسین فاطمی نے وہ روایت کرتے ہیں عابد بن احمد  
 سے، وہ روایت کرتے ہیں صالح فاروقی سے،  
 وہ روایت کرتے ہیں سلیمان بن درعی سے، وہ  
 روایت کرتے ہیں محمد شریف سے، وہ روایت  
 کرتے ہیں شمس علقمی سے، وہ روایت کرتے ہیں  
 امام سیوطی سے، وہ روایت کرتے ہیں احمد  
 بن عبد القادر ابن طریف سے، ہمیں  
 خبر دی ابو اسحق تنوخی نے، ہمیں خبر دی  
 ابو المحجاج یوسف ابن زکی مزی نے،  
 ہمیں خبر دی فخر الدین ابن بخاری نے  
 سماعاً ابو حفص عمر بن طبرزد سے سن کر، ہمیں خبر دی  
 ابو الفتح عبد الملک ابن قاسم کروخی نے، ہمیں خبر  
 دی قاضی ابو عامر محمود ابن قاسم ازدی اور ابوبکر  
 احمد بن عبد الصمد غوری نے، ہمیں خبر دی  
 ابو محمد عبد الجبار جراحی مروزی نے، ہمیں خبر دی  
 ابو العباس محمد بن احمد بن محبوب المجبونی  
 المروزی نے، ہمیں خبر دی ترمذی نے،  
 حدیث بیان کی ہم سے محمد ابن یحییٰ نے،  
 حدیث بیان کی ہم سے محمد بن یوسف  
 نے، حدیث بیان کی ہم سے سفیان نے، انھوں  
 نے روایت کی ہشام ابن عروہ سے، انھوں نے  
 روایت کی اپنے باپ سے، انھوں نے روایت  
 کی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے، انھوں  
 نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

لیکون هذا اشد تنكيداً، انبأنا حسين  
 الفاطمي عن عابد بن احمد عن  
 صالح الفاروقي عن  
 سليمان الدرعي عن محمد  
 الشريف، عن شمس العلقمي  
 عن الامام السيوطي عن  
 احمد بن عبد القادر  
 بن طريف، أنا ابو اسحاق  
 التنوخي، أنا ابو المحجاج يوسف  
 بن الزكي المزي، أنا  
 الفخر بن البخاري سماعاً  
 بسماعه عن أبي حفص عمر  
 بن طبرزد، أنا ابو الفتح عبد الملك  
 ابن قاسم الكروخي، أنا القاضي  
 ابو عامر محمود بن القاسم  
 الانزدي و ابوبكر احمد بن عبد الصمد  
 الغوري، أنا ابو محمد عبد الجبار  
 الجراحی المروزي، أنا ابو العباس محمد بن  
 احمد بن محبوب المجبونی المروزي، أنا  
 الترمذی ثنا محمد بن یحییٰ نا محمد بن  
 یوسف نا سفین عن هشام بن عروہ،  
 عن ابيه عن عائشة قالت  
 قال رسول الله صلى الله  
 تعالى عليه وسلم  
 خيركم خيركم لاهله

وانا خيركم لاهلى واذا مات صاحبكم  
فدعوه - هذا حديث حسن  
صحيح

نے: ”تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی  
بیوی کے لئے بہتر ہو اور میں اپنی بیوی کے لئے  
تم سب سے بہتر ہوں جب تمہارا کوئی ساتھی  
مر جائے تو اسے چھوڑ دو“ یعنی اس کا ذکر  
برائی سے نہ کرو) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

قلت ومروى ايضا عند  
ابن ماجة من حديث ابن عباس  
وعند الطبراني في معجمه الكبير  
عن معوية بن ابي سفيان رضى الله تعالى  
عنهم اجمعين قال الامام العلامة الشارح  
عبد الرؤف المناوى في التيسير شرح  
الجامع الصغير للامام المولى جلال الحق و  
الدين السيوطى رحمة الله تعالى عليهما فانا  
خيركم مطلقا وكان احسن الناس عشرة  
لهم انتهى -

قلت (میں کہوں گا کہ) یہ حدیث ابن ماجہ  
کے یہاں منجملہ حدیث ابن عباس سے مروی ہے  
اور طبرانی کے یہاں ان کے معجم کبیر میں معاویہ  
ابن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے  
امام علامہ عبد الرؤف مناوی نے تیسیر شرح  
جامع صغیر مصنفہ امام مولیٰ جلال الحق والدين  
سيوطي رحمهما الله تعالى میں فرمایا: ” تو میں  
مطلقاً تم سب سے بہتر ہوں“ اور حضور علیہ  
الصلوة والسلام اپنے اہل کے ساتھ سب سے  
بہتر سلوک فرماتے تھے۔“

اقول يا هذا انت ابدیت  
فرقا بين هذا القياس والقياس

اقول (میں کہتا ہوں) اے شخص اگر تو  
اس قیاس میں اور اُس قیاس میں جس کی صحت کا

- ۱۔ جامع الترمذی ابواب المناقب باب فضل ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم این مکتبہ دہلی ۲/۲۲۹  
موارد النظم الی زوائد ابن جان حدیث ۱۳۱۲ المکتبۃ السلفیہ ص ۳۱۸  
الفردوس بماثر الخطاب حدیث ۲۸۵۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۱۴۰  
الجامع الصغير حدیث ۴۱۰۰ ” ” ” ” ۲/۲۴۹  
۲۔ سنن ابن ماجہ کتاب النکاح باب حسن معاشرۃ النساء ایچ ایم سعید مکتبہ کراچی ص ۱۴۳  
۳۔ المعجم الكبير حدیث ۸۵۳ مکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۹/۳۶۳  
۴۔ التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث خیر خیر کم لاهلہ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/۵۳۳



تو منکر ہے فرق نمایاں کر دے تو تفضیلیہ عمر بھر تیرے  
شکر گزار ہوں گے لیکن ہیہات ہیہات تجھ سے  
کیونکر ایسا ممکن ہے۔ امام احمد و بخاری و مسلم  
حضرت ابو ہریرہ سے راوی انھوں نے نبی صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی کہ فرمایا: اونٹوں  
پر سوار ہونے والی عورتوں میں سب سے بہتر قریش  
کی نیک عورتیں ہیں۔

فاضل شارح نے فرمایا تو جن کے لئے  
سب سے بہتر ہونے کا حکم فرمایا گیا وہ قریشی عورتوں  
میں نیک عورتیں ہیں اور یہ حکم اپنے عموم پر نہیں  
دیکھو کس طرح شارح نے خیر کو محکوم پر قرار دیا۔ امام  
احمد، ترمذی اور حاکم بسند صحیح حضرت عبداللہ ابن  
عمر و ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ  
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اصحاب  
میں سب سے بہتر اللہ کے نزدیک وہ ہے جو اپنے  
ساتھی کے لئے سب سے بہتر ہو اور ہمسایوں میں  
اللہ کے نزدیک سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے

الذی تنکر صحتہ لشکرک المفضلة  
ابدا ما كانوا ولكن هيہات هيہات انی  
لك ذلك اخرج احمد والشيخات عن  
ابی ہریرة عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم: خیر نساء مکن الابل صالح  
نساء قریش۔

قال الفاضل الشارح فالمحكوم  
له بالخيرية الصالحة منهم لاعلى العموم  
اه. انظر كيف جعل الخیر  
محکوماً به اخرج احمد والترمذی  
والحاكم باسناد صحيح عن عبد الله  
بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیر  
الاصحاب عند الله خیرهم لصاحبه  
وخیر المجیران عند الله خیرهم لحبسا۔  
قال الفاضل الشارح فكل

- ۱۔ مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرة المكتبة الاسلامی بیروت ۲/۲۷۵ و ۳۹۳  
صحیح البخاری کتاب النکاح باب آلی من ینکح واتی النساء خیر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۰  
صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضائل نساء قریش " " ۲/۳۰۸  
۲۔ التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث خیر نساء مکن الابل الشافعی ریاض ۱/۵۳۲  
۳۔ مسند امام احمد بن حنبل عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص المكتبة الاسلامی بیروت ۲/۱۶۸  
المستدرک للحاکم کتاب المناسک خیر الاصحاب عند اللہ الخ دار الفکر " ۱/۴۴۳  
الجامع الترمذی ابواب البر والصلة باب جارفی حق الجوار امین کمپنی دہلی ۲/۱۶

ہمسایوں کے لئے سب سے بہتر ہو۔ فاضل شارح نے کہا تو ہر وہ شخص جو اپنے ساتھی اور پڑوسی کے لئے کثیر الخیر ہو وہ اللہ کے نزدیک افضل ہے اور اس کے برعکس ہو تو حکم برعکس ہے انتہی۔ امام احمد ابن حنبل اور بیہقی نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بسند صحیح روایت کیا وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی کہ سرکار نے فرمایا، سب سے بہتر ذکر ذکر خفی ہے، فاضل شارح نے کہا یعنی وہ ذکر جسے ذکر خفیہ رکھے اور لوگوں سے چھپائے وہ ذکر بہرے افضل ہے انتہی۔ طبرانی، ابن ماجہ، ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا، "سب سے بہتر صدقہ وہ ہے جو خفیہ طور پر فقیر کو دیا جائے۔" فاضل شارح نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، وان تخفوها وتؤتوها الفقراء فهو خير لكم، انتہی۔

من كان اكثر خيراً لصاحبه و جاسره فهو افضل عند الله والعكس بالعكس اه، اخرج احمد وابن حبان والبيهقي عن سعد بن ابی وقاص رضي الله تعالى عنه باسناد صحيح عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم خير الذكر الخفي، قال الفاضل الشارح "اي ما اخفاه الذاکر وسترة عن الناس فهو افضل من الجهر اه، اخرج الطبرانی عن ابی امامة الباهلی رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم افضل الصدقة سر الى فقير. قال الفاضل الشارح "قال تعالى وان تخفوها وتؤتوها الفقراء فهو خير لكم اه۔"

- ۱۔ التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث خیر الاصحاب، مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۵۲۵/۱  
 ۲۔ مسند احمد بن حنبل عن سعد بن ابی وقاص المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۱۴۲/۱  
 موارد الطمان الی زوائد ابن حبان حدیث ۲۳۲۳ المکتبۃ السلفیہ ص ۵۷۷  
 شعب الایمان حدیث ۵۵۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴۰۷/۱  
 ۳۔ التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث خیر الذکر مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۵۲۶/۱  
 المعجم الکبیر حدیث ۷۸۷۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۵۹/۸  
 شرح الجامع الصغیر حدیث ۱۲۷۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۸۰/۱  
 شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث افضل الصدقہ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱۸۵/۱



اقول انظر فقد اخرت الآية  
وقدم الحديث. اخرج احمد والمحاكم  
عن رجل من الصحابة عن  
النبي صلى الله تعالى عليه وسلم  
ان افضل الضحايا اغلاها واسمنها  
قال الفاضل الشارح فلا سمن افضل  
من العدد اهـ۔

اخرج احمد والطبرانی في  
الكبير عن ما عزمه صلى الله تعالى عنه  
عن النبي صلى الله تعالى عليه  
وسلم افضل الاعمال الايمان بالله  
ثم الجهاد ثم حجة برة تفضل سائر  
العمل به

اقول انظر الى هذه الكلمة الآخرة  
صدر بالافضل ثم آخرة۔

اخرج ابو الحسن القزويني في  
اماليه الحديثية عن ابى امامة

اقول دیکھو آیت کریمہ نے خیر کو (جو  
موضوع ہے) موخر کیا اور حدیث نے اس کو  
مقدم کیا۔ امام احمد اور حاکم نے کسی صحابی سے  
دریافت کیا وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے  
راوی کہ فرمایا: ”قربانی کے جانوروں میں سب سے  
بہتر سب سے قیمتی سب سے فریہ ہے“ فاضل  
شارح نے کہا تو جو سب سے فریہ ہے وہ  
عدد سے افضل ہے اہ۔

امام احمد اور طبرانی معجم کبیر میں حضرت  
ما عزمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی انھوں نے  
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا  
کہ فرمایا: ”سب سے بہتر عمل اللہ پر ایمان رکھنا  
ہے پھر جہاد، پھر حج مقبول تمام اعمال سے  
افضل ہے“

اقول (میں کہتا ہوں) اس کلمہ  
میں دیکھو، پہلے افضل کو مقدم کیا پھر اس کو  
موخر لائے۔

ابو الحسن قزوينی اپنے امالی حدیثیہ میں  
حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

۱۔ مسند احمد بن حنبل حدیث جد ابی الاشد السلی المکتب الاسلامی بیروت ۳/۴۲۴

المستدرک کتاب الاضاحی باب افضل الضحایا الخ دار الفکر بیروت ۴/۷۳۱

۲۔ التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث ان افضل الضحایا مکتبۃ الامام الشافعی یافض

۳۔ مسند احمد بن حنبل حدیث ما عزمہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت

المعجم الکبیر حدیث ۸۰۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۰/۲۰

وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، سب سے زیادہ لوگوں کی تصدیق کرنے والا وہ ہے جس کی بات سب سے زیادہ سچی اور لوگوں کو سب سے زیادہ جھوٹا بتانے والا وہ ہے جو اپنی بات میں سب سے بڑا جھوٹا ہو۔ "فاضل شارح نے فرمایا وہ سچا دوسرے کے کلام کو سچائی پر محمول کرتا ہے اس لئے کہ وہ جھوٹ کو بڑا جانتا ہے اور جھوٹا ہر مخبر کو جھوٹ کی تہمت لگاتا ہے اس لئے کہ جھوٹ بولنا اس کا کام ہے ا۔

امام احمد نے کتاب الزہد میں حضرت سلمان فارسی سے حدیث موقوف روایت کی اور ابن ابی اور ابن نجار نے ابو ہریرہ سے اور سجری نے ابانہ میں ابن ابی اوفی سے ان سب نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت کیا کہ فرمایا "سب لوگوں سے زیادہ قیامت کے دن اس کے گناہ ہونگے جو سب سے زیادہ لایعنی باتیں کرے۔"

فاضل شارح نے فرمایا اس لئے کہ

عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اشد الناس تصديقاً للناس اصدقهم حديثاً وان اشد الناس تكديباً اكد بهم حديثاً۔ قال الفاضل الشارح فالصدق يحمل كلام غيره على الصدق لاعتقاده قبح الكذب والكذب يتهم كل مخبر بالكذب لكونه شانه، ا۔

اخرج احمد في كتاب الزهد عن سلمان الفارسي واقفاً عليه و ابن لال و ابن النجاس عن ابی ہریرۃ و السجری فی الابانۃ عن ابن ابی اوفی مرافعین الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر الناس ذنباً یوم القیمۃ اکثرهم کلاماً فیما لایعنیہ لہ

قال الفاضل الشارح لان

۳۴۴/۳	مؤسسۃ الرسالہ بیروت	حدیث نمبر ۶۸۵۴	لہ کنز العمال
۱۳۴/۱	دار الکتب العلمیہ بیروت	۲۲۰۲	الجامع الصغير
۳۱۱/۱	مکتبۃ الامام الشافعی ریاض	حدیث ۱۳۸۶	۲۱ التیسیر شرح الجامع الصغير
۸۶/۱	دار الکتب العلمیہ بیروت	حدیث ۸۱۱	۳۱ الجامع الصغير بحوالہ ابن لال و ابن نجار
۲۱۹	دار الکتب العربیہ		کتاب الزہد



جس کا کلام کثیر ہوگا تو اس میں مہل خلاف شرع باتیں زیادہ ہوں گی تو اس کے گناہ بڑھیں گے اور اس کو شعور نہ ہوگا ۱۱۔

امام بخاری تاریخ میں اور ترمذی اور ابن جہان بسند صحیح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا ”قیامت کے دن سب لوگوں سے زیادہ مجھ سے قریب وہ ہوگا جو سب لوگوں سے زیادہ مجھ پر درود بھیجے گا۔“

فاضل شارح نے فرمایا یعنی قیامت میں سب سے مجھ سے زیادہ قریب اور سب سے زیادہ میری شفاعت کا حقدار وہ شخص ہوگا جو دنیا میں مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھتا تھا اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود کی کثرت سچی محبت پر اور کمال ربط پر دلالت کرتی ہے تو لوگوں کے مدارج حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قرب میں اس امر میں لوگوں کے تفاوت کے حساب سے ہوں گے۔ ۱۰  
اقول دیکھو پہلے لفظ حدیث کی شرح

من کثر کلامہ کثر سقطہ فتکثر ذنوبہ من حیث لا یشعر ۱۱۔

اخرج البخاری فی التاریخ والترمذی وابن جہان بسند صحیح عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اولی الناس فی یوم القیامة اکثرهم علی صلوٰۃ ۱۲۔

قال الفاضل الشارح ۱۳ اقربهم منی فی القیمة و احقهم بشفاعتی اکثرهم علی صلاۃ فی الدنیا لان کثرة الصلوٰۃ علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تدل علی صدق المحبة و کمال الوصلة فتكون منائر لهم فی الآخرة منه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحسب تفاوتهم فی ذلك ۱۴۔  
اقول انظر شرح اول لفظ الحدیث

- ۱۰ التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث اکثر الناس ذنوباً یوم القیمة مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲۰/۱  
۱۱ جامع الترمذی ابواب الوتر باب ما جاء فی فضل الصلوٰۃ علی النبی امین محمد بنی دہلی ۶۴/۱  
۱۲ الجامع الصغیر حدیث ۲۲۴۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۶/۱  
۱۳ التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ان اولی الناس فی النہ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۳۱۶/۱

کی پھر علت وہ بیان کی جو اسی صورت میں ٹھیک  
 بیٹھتی ہے جبکہ حدیث میں (وارد) لفظ اولیٰ  
 کو محکوم بہ بٹھرائیں اور اس سے روشن تریہ ہے  
 کہ علماء محدثین نے (اللہ تبارک و تعالیٰ ہمارے  
 اوپر ان کی برکتیں برسائے) اس حدیث سے  
 علمائے حدیث کی فضیلت پر استدلال کیا ،  
 اور اس پر دلیل پکڑی کہ وہ سب لوگوں سے  
 زیادہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قریب  
 ہیں اس لئے کہ وہ سب سے زیادہ حضور  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں ۔  
 جب کوئی حدیث ذکر کرتے ہیں تو نبی صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وسلم پر دس مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا  
 دو مرتبہ یا کم از کم ایک مرتبہ درود پڑھتے ہیں  
 جیسا کہ معلوم ہے اور اس کا مشاہدہ ہے  
 والحمد للہ ۔

مجھے بتاؤ کیا یہ استدلال ان دونوں  
 آیتوں سے ہمارے استدلال کے بالکل مطابق  
 نہیں ، پھر اللہ تبارک و تعالیٰ کی تمامی نعمت  
 سے یہ ہے کہ ایک حدیث بہیقی میں ثقہ راویوں  
 کی روایت سے حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ سے آئی انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
 وسلم سے روایت کیا کہ فرمایا کہ ہر جمعہ کے دن  
 بکثرت درود بھیجو اس لئے کہ تمھارا درود  
 ہر جمعہ کے دن میرے اوپر پیش ہوتا ہے تو سب  
 سے زیادہ جو میرے اوپر درود بھیجے گا وہ درج

ثم علل بما لا يستقيم الا على جعل  
 الاولیٰ محکوماً بہ ، وابتدأ من  
 هذا ان العلماء المحدثين  
 افاض الله علينا من بركاتهم  
 استدلووا بهذه الحديث على فضل  
 اهل الحديث ، وانهم اولی الناس  
 برسول الله صلى الله تعالى  
 عليه وسلم لانهم اكثر  
 الناس صلوة عليه صلى الله  
 تعالى عليه وسلم لا يذكرون  
 حديثاً الا ويصلون فيه على النبي  
 صلى الله تعالى عليه وسلم  
 عشرًا او خمسًا او مرتين او مرة  
 لا اقل كما هو معلوم مشاهد  
 والحمد للہ ۔

اسرايتك هذا الاستدلال  
 ليس على طبق اجتاجنا بالآيتين  
 حذوا بحذو وسواء بسواء ، ثم  
 من تمام نعمة الله ان جاء حديث  
 عند البيهقي برجال ثقات عن  
 ابی امامة رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "اکثروا  
 من الصلوة علی فی کل یوم جمعة  
 فان صلوة امتی تعرض علی فی کل  
 یوم جمعة فمن کان اکثرهم علی



صلوة كان اقر بهم منى منزلة<sup>۱</sup> له  
 فعلم انه لا يبالي في امثال المقام  
 بتقديم ولا تاخير لعدم الالتباس  
 والسرفيه ما القينا عليك ان  
 هذه احكام شرعية لا يطلع عليها  
 الا باطلاع الشارع فهي التي تليق  
 ان تجعل محمولات ولا تسبق  
 الاذهان الا ان ذلك مقدمة  
 جاءت او مؤخره وهذا كله واضح  
 جلي كاد ان يقال بدیهہ اولی  
 لایسوغ انکاسه الالجاهل خرف  
 او متجاهل متعسف ونخشی ان  
 یعد اکثرنا هذه من اقامة  
 الدلائل علیه شیهما بالعبث عند  
 العلماء لان اذانهم معتلثة بالوف  
 الاف من امثال تلك المحاورات وهم  
 العارفون باسالیب الكلام ومجاری  
 البیان فی مناہج المرام فحاشا لهم  
 ان یتعسر علیهم تمییز محمول من  
 (ههنا سقط ظاهرا ولعل العباسه  
 هکذا ان یخطر ببالهم) یحط ببالهم  
 نحو هذه الخدشات لکنی اتصل الیهم  
 وعذری ان شاء الله تعالی وافیح لدیهم

میں سب سے زیادہ مجھ سے قریب ہوگا۔ تو  
 معلوم ہوا کہ ایسے مقامات میں تقیم و تاخیر  
 کی پرواہ نہیں کی جاتی اس لئے کہ اشتباہ  
 نہیں ہوتا اور اس میں سرور ہی ہے جو ہم نے  
 بتایا۔ تو یہ احکام شرعیہ ہیں جن پر بغیر شارع  
 کے بتائے اطلاع نہیں ہوتی۔ تو یہی اس کے  
 لائق ہیں کہ محمول بنائے جائیں، اور اذہان کی  
 سبقت انہیں کی طرف ہوتی ہے خواہ مقدم  
 آئیں یا مؤخر، اور یہ سب واضح و روشن ہے۔  
 قریب ہے کہ اس کو بدیہی داوولی کہا جائے  
 اس کا انکار جاہل بے خود یا جاہل بننے والے  
 معاند کے سوا کسی کو نہ بن پڑے گا اور ہم کو ڈر  
 ہے کہ ہمارے پر بکثرت دلائل قائم کرنا علماء کے  
 نزدیک عبث کے مشابہ قرار دیا جائے اس  
 لئے کہ ان کے کان اسی قسم کے ہزاروں محاورات  
 سے بھرے پڑے ہیں اور وہ کلام کے اسالیب  
 سے اور مقصود کے طریقوں میں بیگانگی  
 راہوں سے آگاہ ہیں تو وہ اس سے منزہ ہیں  
 کہ انہیں محمول کی تمیز موضوع سے شور ہو اور یہ انکے  
 ذہن میں ایسے خدشات جگہ پائیں لیکن میں  
 ان کی طرف معذرت کرتا ہوں اور میرا عذر  
 ان کے نزدیک ظاہر ہے اس لئے کہ میری  
 مثال اور ان لوگوں کی مثال جو میری نہیں مانتے

ان اونٹوں کی سی ہے جو اپنے مالک کے پاس سے بھاگ کھڑے ہوں تو ان کا مالک ان کو پکڑنے کا قصد کرے اور ان کے پیچھے پیچھے چلے وہ کسی بلندی پر نہ چڑھیں اور نہ کسی گھاٹی میں اتریں مگر یہ کہ وہ ان کا پیچھا کرتا ہو۔

**تکمیل :** یہاں سے تحفیں ظاہر ہو گیا کہ نوریوں نے جو یہ کہا کہ مبتداء کو خبر پر مقدم کرنا ضروری ہے جب دونوں معرّف ہوں یا تنکیر و تعریف میں دونوں برابر ہوں یا کثرتی قاعدہ ہے کلی قاعدہ نہیں اور معنی یہی ہے کہ مبتداء کی تعلیم ایسی صورت میں ہے جو واجب ہے جبکہ التباس کا اندیشہ نہ ہو اور جب التباس کا اندیشہ نہ ہو تو واجب نہیں، شارحین نے اس کی تصریح کی تو ہرگز تحفیں متون کا اس مسئلہ کو مطلق کرنا دھوکا میں نہ ڈالے اس لئے کہ متون تو بسا اوقات اطلاق کی راہ پر چلتے ہیں مسئلہ کو مقید رکھنے کے مقام میں علم فقہ میں تو تمہارا کیا گمان ہے فقہ کے سوا دوسرے فنون میں۔

ہیں خبر دی مفتی رحم نے، وہ روایت کرتے ہیں ابن عمر سے، وہ روایت کرتے ہیں زبیدی سے، وہ روایت کرتے ہیں یوسف مزجاجی سے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ محمد بن علاء الدین سے، وہ روایت کرتے ہیں حسن عجمی سے، وہ روایت کرتے ہیں خیر الدین رملی سے، وہ روایت کرتے ہیں ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ غزی ثمناشی مصنف تنویر الابصار سے، انھوں نے منع الغفار میں فرمایا اصحاب متون سے تعجب ہے اس لئے کہ وہ اپنے

قائما مثلی ومثل الذین لاینقادون لی کجہال شردت عن صاحبها فهو یقصد اسرہا ویقتفی اثرہا لا تعلو شرفا ولا تہبط وادیالا اتبعہا۔

**تکمیل :** ومن ہہنا بان لك ان ما قالت النحاة من وجوب تقدیم المبتداء علی الخبر اذا کانا معرفتین او متساویین امر اکثری لاکلی وانما المعنی علی اللبس واذ لیس فلیس، بذالك صرح الشراح ولا یغرنک اطلاق المتون فانہا بما تمشی علی الاطلاق فی مقام التقیید فی علم الفقہ فکیف بقیہ من الفنون۔

انبانا مفتی الحرم عت ابن عمر عت الزبیدی عت یوسف المزجاجی عت ابیہ محمد بن علاء الدین عت حسن العجمی عت العلامة خیر الدین الرملی عت ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الغزی التمرناشی مصنف تنویر الابصار قال فی منع الغفار ان العجب من اصحاب المتون



متون میں ضروری قیدی چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ یہ متون نقل مذہب کے لئے وضع کئے گئے ہیں کہ جو متن کے مسائل سے واقف ہوتا ہے وہ حکم کو مطلق گمان کرتا ہے تو اس علم کو اس کے اطلاق پر جاری کرتا ہے حالانکہ وہ مقید ہوتا ہے تو وہ خطا کر جاتا ہے فتویٰ اور قضا کے دوران بہت سارے احکام میں انتہی

ہیں خبر دی سراج نے علامہ غزی تک اسی سند مذکور سے، انہوں نے روایت کیا علامہ زین ابن نجیم مصری سے، انہوں نے بحر الرائق میں فرمایا کہ اس طریقے سے ان کا قصہ یہ ہے کہ ان کے علم کا دعویٰ وہی کرے جو زانوؤں سے ان کا مزاج ہو اور تاکہ معلوم ہو کہ یہ علم کثرت مراجعت اور فقہاء کی عبارات کی تلاش اور مشائخ فن سے حاصل کئے بغیر حاصل نہیں ہوتا، انتہی۔

**اقول** (میں کہتا ہوں) اور بے شک بخدا میں نے اس کی تصدیق آج کل کے ان لوگوں میں وہ پائی جو زبانی دعویٰ سے خود صدر بن بیٹھے اور فتویٰ دینے کے درپے ہوئے حالانکہ ان کے پاس وہ علم نہیں جو انہیں حد سے گزر جانے سے باز رکھے ان میں کچھ وہ ہیں جنہوں نے نکاح فاسد سے بیابھی گئی عورت کے وارث ہونے کا فتویٰ دیا تو ان میں سے کسی دوسرے نے یہ فتویٰ دیا کہ چچا کی

فانہم ینزکون فی متونہم قیود الابد منہا وہی موضوعۃ لنقل المذہب فیظن من یقف علی مسائلہ الاطلاق فیجری المحکم علی اطلاقہ وہو مقید فیرتکب الخطاء فی کثیر من الاحکام فی الافتاء والقضاء انتہی۔

انباء السراج بالسند المذكور الى العلامة الغزى عت العلامة نرين بن نجيم المصرى قال فى البحر الرائق قصدہم بذلك ان لا يدعى علمہم الا من تراحمہم عليه بالركب وليعلم انه لا يحصل الا بكثرۃ المراجعة وتتبع عباراتہم و الاخذ عن الاشياخ، انتہی۔

**اقول** وقد والله رأينا تصديق هذا فى كثير من ابناء الزمان ممن تصدر بالدعوى وتصدى للفتوى وما عنده ما يرد عن الطغوى فمنہم من افتى بتوريث المنكوحۃ بالنكاح الفاسد و آخر بطلان تزويج الام الصغيرة من دون حضرة العم

۱۔ ردالمحتار كتاب الجهاد فصل فى كيفية القسمة وارجاء التراث العربى بيروت ۲۳۵/۳  
۲۔ ردالمحتار بحوالہ البحر الرائق كتاب الصلوة باب صفة الصلوة " " " ۳۰۳/۱

مع انه متوقف لا باطل، وآخر باعطاء  
المستقى من نكحت في عدة اختارها  
وآخر بتحریم بيع هذه القراطيس  
الاقرنجية المقدسة بقدر معلوم من  
الداراهم بما يزيد على هذا  
المقدار او ينقص ظنا منه انه  
سربو مع عدم الاتحاد جنسا  
ولا قدرا، وآخر بتجويز اخذ  
السربو من كفاس الهند نر عما  
منه انها دار الحرب مع عدم  
الانقطاع عن دار الاسلام من  
كل جانب وشيوع بعض الشعائر  
الاسلامية قطعاً، وآخر بجعل ما  
قطع من حيوان حي اخذ  
من قول الهداية و ما بين من  
الحج وان كان ميتاً فميتته حلال  
حتى انتهت رياسة الفتوى و  
انتمت السيادة الكبرى الى من اباح بنت  
الاخ رضاعاً وتقده مجتهد آخر  
فجوز نكاح العممة النسبية فالى  
الله المشتكى من فساد الزمان  
ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم  
وسيعلم هذا من حرب

غیر موجودگی میں ماں کو صغیرہ (نابالغہ) کا عقد کر دینا باطل  
ہے حالانکہ یہ متوقف ہے نہ کہ باطل ہے اور کسی  
دوسرے نے فتویٰ دیا کہ اس عورت کو جو اپنی بہن  
کی عدت میں شادی کرے مہر سنی دیا جائے گا اور  
دوسرے نے ان افرنکی کاغذوں کو جن پر روپوں کی  
ایک معین مقدار سے زائد یا کم پر بیچنے کو حرام ہونے  
کا فتویٰ دیا اپنی طرف سے اس گمان کی بناء پر  
کہ یہ تبادلو سود ہے حالانکہ نہ جنس میں اتحاد ہے  
نہ مقدار میں۔ اور ایک اور نے فتویٰ دیا کہ ہندی  
کافروں سے سود لینا جائز ہے اس زعم پر کہ  
ہندوستان دار الحرب ہے حالانکہ یہ ملک دارالاسلام  
ہے ہر جانب سے گنا ہوا نہیں اور بعض اسلامی  
شعائر یقیناً جاری ہیں۔ اور ایک نے فتویٰ دیا کہ  
زندہ جانور کا جو عضو کاٹ لیا جائے حلال ہے۔  
ہدایہ کی اس عبارت سے ”اور اگر مردہ ہو تو اس کا  
مردار حلال ہے“ اس مسئلہ کو اخذ کیا یہاں تک  
کہ ریاست اسی فتویٰ تک پہنچی اور سیادت کبریٰ  
اس سے منسوب ہوئی جس نے رضاعی بھائی کی  
لڑکی سے نکاح حلال ٹھہرایا۔ اور ایک سراج مجتہد  
اس آگے بڑھا تو اس نے حقیقی پھوپھی کا نکاح جائز  
ٹھہرا دیا تو فساد زمانہ کی شکایت اللہ ہی سے ہے  
ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم، تو عنقریب  
اس کو وہ جان لے گا جو میرے جیسے تجربہ کرے گا



اللہ سے میں اپنے قلب کی پاکی اور زبان کی درستگی  
اور ہاتھ کی صلاح طلب کرتا ہوں تو اسی سے  
میری حفاظت ہے اور اسی پر میرا بھروسہ ہے۔  
یا الہی! قبول فرما۔

تسجیل : اور شاید تم کو بیشک تم نے  
نقاب اٹھا دیا اور حجاب کو دور کر دیا تو مجھ سے  
بیان کرو کہ خبر کو مقدم کرنے میں کیا نکتہ ہے حالانکہ  
اس کا حق یہ ہے کہ اس کو موخر رکھا جائے۔  
میں کہوں گا ہاں اس میں بدیع نکلتے ہیں ان  
میں سے ایک یہ کہ محکوم بہ (خبر) جبکہ پوشیدہ  
ہو اور محکوم علیہ (مبتدا) ادراک میں ظاہر ہو تو  
پہلا (خبر) معرف کے مشابہ ہوگا اور دوسرا  
(مبتدا) تعریف کے مشابہ ہوگا لہذا اس کو مقدم  
کرنا مستحسن ہے تاکہ لفظ اخیر اس کیلئے تعریف  
کے مانند ہو جائے اور انھیں نکتوں میں سے  
سننے والوں کو شوق دلانا ہے اس لئے کہ نفوس  
انجانی بات کو جاننے کے لئے ہمتے ہیں تو جب  
کسی ایسی چیز کو سنیں گے جو ان کے نزدیک  
پوشیدہ ہے اور امید رکھیں گے کہ اس کے بعد وہ  
ذکر کیا جائے جو ان پر ظاہر ہے۔ تو سننے کے لئے  
متوجہ ہوں گے اور جاننے کے لئے فارغ ہونگے  
تو اس صورت میں کلام زیادہ دلنشیں اور راسخ  
ہوگا اور نفس کو اس کی طرف زیادہ میلان اور  
سکون ہوگا اور ان میں سے یہ ہے کہ شریعت  
میں اعمال اپنی ذات کے لئے مقصود نہیں ہو

مثل تجربتی، اسأل الله تطهير جناتي و  
تقويم لساني وتسد يد بني في فيه اعتصامي  
وعليه تكلاني، آمين!

تسجیل : ولعلك تقول لقد  
كشفت النقاب ورفعت الحجاب  
فبين لي ما التكتة في تقديم الخبر  
وانما حقه ان يؤخر قلت نعم  
فيه تكت بدیعة منها ان المحكوم  
به لما كان خفيا والمحكوم عليه  
مدركا جليا اشبه الاول بالمعرف  
والاخر بالتعريف فاستحسن  
تقديمه ليكون الاخير كالتعريف  
له، ومنها تشويق السامع لان  
النفوس متطلعة الى علم  
ما لا تعلم فاذا سمعت بما هو خفي  
لديها ورجت ان يذكر بعدة  
ما يظهر عليها توجهت  
للاستماع ونفرت للاطلاع  
فكان الكلام اوقع وامكن  
والنفس اليه اميل  
واسكن، ومنها ان  
الاعمال لا تقصد  
في الشرع لذواتها  
بل لما يترب عليها

بلکہ ان ثمرات کے لئے مقصود ہوتے ہیں جو ان پر مرتب ہوتے ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل سے لہذا وہ ثمرات ہی مقاصد ہیں اور مقاصد کا حق یہ ہے کہ ان کو مقدم کیا جائے، اس کے علاوہ اس میں اور بھی نکتے ہیں جو عقل والوں پر پوشیدہ نہیں، اور جو ہم نے ذکر کیا ان میں تطویل سے بے نیازی ہے، یہ سب ان عنایتوں سے ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے عطا کی، اب تمہیں میری سچائی ظاہر ہوگئی میری اس بات میں کہ اس زعم والے شخص کو نصوص میں کلام کے طریقوں کی خبر نہیں نہ ان نصوص میں اسباب نزول کو جانتا ہے، اور نہ جناب رفیع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی تفسیر مرفوع سے خبر ہے اور نہ رہنمایان شریعت کی ان کے کلام بلیغ میں تصریحات کی واقفیت، اور نہ ان چیزوں سے جن کا ذکر گزرا اس کے پاس کچھ نہیں، واللہ جل و علا۔

اس شبہہ کے جواب میں دوسری وجہ، میں اللہ وہاب کی توفیق سے کہتا ہوں اگر ہم اس بحث کا دائرہ بند کرنے پر اور حد تک پہنچانے پر آجائیں تو ہم تم کو نہ چھوڑیں کہ تم یہ کہو کہ آیت اتقی کی فضیلت کا تقاضا نہیں کرتی اگرچہ ہم یہ تسلیم بھی کر لیں کہ آیت میں اکرم ہی

من ثمراتها فضلا من المولى  
سبحنه وتعالى فكانت الثمرات  
هى المقاصد وحق المقاصد ان  
تقدم الى غير ذلك مما لا يخفى على  
اولى الالباب وفيما ذكرنا ما يغنى عن  
الاطناب والحمد لله رب العالمين  
هذا كله مما جاني الملك الجواد  
تبارك وتعالى فقد بان لك  
صدقى في قولى ان هذا النزاع  
لاخبرة له بمناهج الكلام في  
النصوص ولا باسباب النزول  
في هذا الخصوص ولا بالتفسير  
المرفوع الى الجناب الرفيع و  
لا بتصريح القادة في كلامهم  
البديع ولا بشئ مما خلا  
والحمد لله جل و علا۔

من وجوه الجواب  
عن هذا الاسر تياب اقول بتوفيق  
الوهاب لئن جئنا على المماكسة  
والاستقصاء لما تركناكم ان  
تزعمو ان الآية لا تقتضى باكرمية  
الاتقى وان سلمنا الموضوع



هو الاكرم و ذلك لان اتقاكم و اكرمكم  
لا يصدق ان بل لا يصلح ان لا  
يصدق الا على واحد ولا يجوز ان  
تعد دهما بمعنى الصدق مرة  
على هذا و اخرى على ذلك  
فاذا ثبت اتحادهما في الوجود  
كما هو مقتضى الحمل و جب  
التعكس اذ لما اتحد مصداقهما  
وقد علمنا بطلان التعدد كانا  
كعلمين لجزئ واحد لك ان  
تجعل ايهما شئت مرة لملاحظة  
وايهما شئت محمولاً عليه و  
له نظائر جمة تقول افضل  
الانبياء اولهم خلقاً و اكرم  
الرسول اخرهم بعثاً و احسن  
الجنات اقربها الى العرش و  
اعظم شجرة في الجنة طوبى و  
ومنتهى جبريل سدرة  
المنتهى و افضل الصلوات  
الصلوة الوسطى و ابوك  
ابوة و املك امه و اول  
من دخل اخر من  
خرج و اقل الاعداد  
اول الاعداد و الشمس  
النير الاعظم و اعلى

موضوع ہے یہ اس وجہ سے کہ اتقاكم اور  
اكرمكم صادق نہیں آتے بلکہ ان میں صلاحیت  
ہی نہیں اس کی کہ وہ ایک ذات و احد پر  
صادق آئیں تو ان دونوں کا تعدد جائز نہیں  
بایں معنی کہ کبھی اس پر صادق ہوں اور کبھی  
اس پر صادق ہوں کہ جب ان کا وجود میں  
اتحاد ثابت ہو گیا تو دونوں کا باہم عکس ضروری  
ہوا اس لئے کہ جب دونوں کا مصداق  
ایک ہے اور ہم نے تعدد کا باطل ہونا جان  
لیا تو یہ دونوں ایک ذات واحد کے دو علم کی  
مثال ہوئے تھیں اختیار ہے کہ جن کو چاہو  
ذات کے لئے مرآۃ ملاحظہ بناؤ اور جن کو چاہو  
محمول علیہ بناؤ اور اس کی بہت ساری مثالیں  
ہیں، تم کہتے ہو سب نبیوں سے افضل وہ ہیں  
جو سب سے پہلے مخلوق ہوئے اور سب رسولوں  
سے اکرم وہ ہیں جو سب کے بعد مبعوث ہوئے  
اور سب جنتوں سے بہتر وہ جنت ہے جو سب  
سے زیادہ عرش سے قریب ہے۔ اور جنت  
میں سب سے بڑا پیڑ طوبی ہے، اور جبریل کا  
منتہی سدرۃ المنتهی ہے۔ اور سب نمازوں  
سے بہتر بیچ کی نماز (عصر) ہے اور تمہارا باپ  
اس کا باپ ہے اور تمہاری ماں اس کی ماں  
ہے۔ اور سب سے پہلے داخل ہونے والا  
سب کے بعد نکلنے والا ہے، اور عدد میں سب  
سے کمتر پہلا عدد ہے۔ اور سورج نیز اعظم ہے

اور سب سے اونچا فلک حجم میں سب سے بڑا ہے اور خاص ترکیب سب سے کم افراد والی ہے اور فلک جو فلک قمر ہے۔ اور وہ سیارہ جس میں گولائی نہیں وہ سورج ہے اور سیارہ سیاہ متحیرہ زحل ہے اور سیدھے چل کر اٹے پھرنے والا اور غائب ہوجانے والا سرخ سیارہ مریخ ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی مثالیں جن کی گنتی اور شمار نہیں اور مجال ہے کہ تم ایسی مثال ظاہر کرو جس میں فعل التفضیل مضاف ہو کر دوسرے فضل التفضیل پر محمول ہو در انحالیکہ وہ اس کی طرف مضاف ہو جس کی طرف پہلا مضاف ہوا ہے اور اسی کے ساتھ دونوں اپنے معنی حقیقی پر جاری ہوں پھر ان دونوں کا عکس صحیح نہیں۔ تو جب قضیہ نظر بنفس الامر صادق ہے تو ہمیں نظم قیاس اور مدعا کا نتیجہ حاصل کرنے کے لئے یہی کافی ہے اور اس میں راز یہ ہے کہ موجبہ قضیہ کا عکس وہ آتا ہے جو شکل اول کے کبریٰ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس لئے کہ محمول کے عموم کا احتمال ہے اور جبکہ دو مفہوموں کے ایسے ہوں کہ جن میں سے ہر ایک کے مصداق کا اعتبار اس کے محل خارجی کے اعتبار سے ایک ہو یا ذہن میں بھی متحد ہو تو ان دونوں کے مفہوم کا عموم باعتبار اس محل کے باطل ہے تو اس کے اعتبار سے نہ ہی مگر تساوی یا تباین اور ان دونوں کا ثالث نہیں تو اگر قضیہ حملیہ جس میں یہ دعویٰ ہو کہ بیشک شیخ شخص وہی ہے تو ضروری ہے کہ یہ قضیہ

الافلاك اكبرها حجما ، و اخص الكليات اقلها افراداً و فلك جو نہ ہو فلك القمر و سیارۃ لا تدور لہا ذکا و المتحيرة السوداء من حل و الخاتس الكانس الاحمر مریخ الى غير ذلك مما لا يعد ولا يحصى و محال ان تبدع مثالا يحمل فيه افعل مضافا على افضل مضافا الى اضعف اليه الاول مع جريانہما على معناہما الحقیقی ثم لا یصح العکس ، فاذا صدقت القضية بالنظر الى الواقع كفانا هذا الانتظام القياس و استنتاج المدعى والسرفى ذلك ان الموجبات انما تنعكس الى ما لا یصلح لكبروية الاول لجوانر عموم المحمول و اذا كان هناك مفهومان ليس لكل منهما الامصداق واحد بحسب ظرف الخارج او الذهن ایضا بطل عمومہما بحسب ذلك الظرف (فلا يجوز ان يكون احدهما اعم من الآخر بمعنى شموله له و لغيره في ذلك الظرف) فلم یبق باعتبارہ الا (التساوی) او التباین و لا ثالث لہما فان صدقت الحملية القائلة ان هذا ذاك



وجب صدق القائلة ان ذاك هذا  
والالحجاز السلب فيقباينان فبطل الاولى  
هفت فاذا بلغنا مثلاً عن رجل  
قولان احدهما قوله لعمر و نريد  
ابوك والاخر قوله ابى ابوك  
امكن لنا ان نعمل من  
قوليه شكلاً ينتج ان نريد  
ابى لانه اذا صدق قوله ابى  
ابوك لزم صدق ابوك  
ابى والا لتعدد ابواهما  
فبطل الاول واذا صدقت  
هذه انتظم الشكل بان  
نريد ابوك و ابوك ابى  
فزيد ابى و افعل  
التفضيل مضافاً الى جماعة  
اذا كانت باقية على معناها  
الحقيقى المتبادر منه شأنه  
هذا اذ لا يكون الفرد الاكمل  
من جماعة الا واحداً  
ولن يصدق ابداً  
قضيتان قائلتان بان  
هذا اكملهم و ذلك اكملهم  
معاً وهذا ظاهر جدا  
بل شأن هذا انور من  
شأن الشمس واخواتها فان العقل

حلیہ صادق آئے کہ وہ شخص یہی ہے ورنہ اس کا  
سلب جائز ہوگا تو آپس میں دونوں متباین ہونگے  
تو پہلا قضیہ باطل ہو جائیگا اور یہ خلاف مفروض  
ہے لہذا اگر ہمیں ایک شخص سے دو باتیں پہنچیں  
ان میں سے ایک اس کا قول عمرو سے مخاطب ہو کر  
کہ زید تیرا باپ ہے اور دوسرا اس کا قول کہ  
میرا باپ تیرا باپ ہے تو ہمیں ممکن ہے کہ ہم اس کے  
دونوں قول سے ایک شکل بنائیں تو یہ نتیجہ دیں کہ  
زید میرا باپ ہے اس لئے کہ جب اس کا یہ قول  
کہ میرا باپ تیرا باپ ہے صادق ہے تو لازم ہے  
کہ یہ قول صادق ہو کہ تیرا باپ میرا باپ ہے ورنہ  
ان دونوں کے باپ متعدد ہوں گے تو پہلا قول  
باطل ہو جائے گا اور جب یہ قضیہ صادق ہے تو  
شکل اسی طور پر بنے گی کہ زید تیرا باپ ہے اور تیرا  
باپ میرا باپ ہے، نتیجہ یہ ہوگا کہ زید میرا باپ ہے  
اور افعل التفضیل جو ایک جماعت کی طرف  
مضاف ہو جب وہ اپنے اس معنی حقیقی پر  
باقی ہو جو اس سے متبادر ہوتے ہیں تو اس کی  
شان یہی ہوتی ہے اس لئے کہ کسی جماعت سے  
فرد اکمل ایک ہوگا اور ہرگز کبھی ایسے دو قضیے  
صادق نہ آئیں گے جو یہ دعویٰ کرتے ہوں کہ یہ  
شخص ساری جماعت سے اکمل ہے اور وہ شخص  
ساری جماعت سے افضل ہے، اور یہ سب  
ظاہر ہے بلکہ اس کا معاملہ سورج اور اس کے  
امثال کے طور سے روشن تر ہے اس لئے کہ عقل

يجب صدقها على افراد كثيرة  
ثبيرة واذا وجد لها في الخارج  
فرد لم يستبعد وجود آخر بخلاف  
افعلهم فانها يقبل الاشتراك  
على سبيل البدلية و اذا  
صدق في الخارج على فرد  
احال العقل صدقه على  
آخر من حائز عنه كدأب  
اسماء الاشارة سواء بسواء  
فصدق العكس ههنا بين  
واجلي ، واما قول اهل الميزان  
لا تنعكس الموجبة الاجزئية معناه  
ان كلما جعلت موضوع موجبة  
كلية محمولاً ومحمولها موضوعاً  
واتيت بسور الكلية كانت القضية  
كاذبة فان الواقع يكذب به بل  
المعنى عدم الاطراد، وهم لا  
اقتصروا على الكليات  
لا يعتدون الا بالمطراد المضبوط  
الذي لا يتخلف في مادة من  
المواد وعدم الاطراد لا يستلزم  
المراد عدم، ولا قول انه عكس منطقي،  
ولانها تلزم القضية لزوماً عاماً لكنها  
تلزم في امثال المقام لا شك فتصدق  
القضية بالنظر الى الواقع

شمس وغيره کے مفہومات کا صادق آنا بہت سارے  
افراد پر جائز جانتی ہے اور جب ان مفہومات کا  
خارج میں کوئی فرد پایا جائے تو عقل دوسرے  
فرد کے وجود کو بعید نہیں جانتی بخلاف افعلہم  
کہ یہ تو اشتراک کو بر سبیل بدلیت قبول کرتا ہے  
اور جب خارج میں کسی فرد پر اس کا مصداق پایا جائے  
تو عقل محال جانتی ہے کہ افعل التفضیل کا  
مصداق دوسرے پر صادق آئے جو اس منفرد ہو  
اس کا معاملہ اسمائے اشارہ کے مانند  
برابر برابر ہے تو یہاں پر عکس کا صادق ہونا  
روشن تر اور ظاہر تر ہے۔ رہا منطقی والوں کا  
یہ قول کہ موجبہ کا عکس نہیں ہوتا مگر جریہ اس کا  
معنی یہ ہے کہ جب کبھی تم موجبہ کلیہ کے  
موضوع کو محمول بناؤ اور اس کے محمول کو موضوع  
بناؤ اور اس پر کلیہ کا سور لاؤ تو قضیہ کاذب  
ہوگا اس لئے کہ واقعہ اس بات کو جھٹلاتا ہے بلکہ  
معنی یہ ہے کہ یہ مطرد نہیں اور منطقیوں کی نظر  
چونکہ کلیات تک محدود ہوتی ہے تو وہ اعتبار  
نہیں کرتے مگر اس مفہوم کا جو مطرد و مضبوط  
ہو مواد میں کسی مادہ میں جس کا حکم مختلف ہو اور  
عدم اطراد عدم کو مستلزم نہیں ہے اور  
میں یہ نہیں کہتا کہ یہ عکس منطقی ہے نہ یہ دعویٰ  
کہ تاہوں کہ یہ قضیہ کو عام طور پر لازم ہے لیکن  
اس مقام کے امثال میں بلاشبہ عکس لازم  
ہوتا ہے تو قضیہ منعکسہ واقعہ پر نظر کرتے ہوئے



صادق ہے اہل منطق نے اس کا نام عکس اول رکھا ہے اور اتنی مقدار انتظام شکل کے لئے کافی ہے اس لئے کہ دو قضایا صادقہ جو شرائط کے جامع ہوں ایک قضیہ صادق ہی کا نتیجہ دیں گے اور صدق کا ثابت کرنا اس پر موقوف نہیں کہ وہ قضیہ صادقہ عکس منطقی ہو اور اس کا انکار نہایت بے شرمی کے مکابرات میں سے ہے۔ پھر اس عکس کی طرف آیت کریمہ نے ہی رہنمائی کی اس لئے کہ اسی نے ہم کو یہ دکھایا کہ دونوں قضیے وجوب میں متحد ہیں تو جب یہ حال ایسے دو مفہوموں میں ہے کہ ان میں سے کسی شے کا مصداق متعدد نہیں تو یہ یقیناً دونوں قضیے کے باہم منعکس ہونے کی طرف رہنمائی ہے جیسے کہ تم جب کسی شخص کو کہتے سنو کہ میرا باپ زید ہے تو نہیں جانتے کہ تم کو گو یا کہ یہ شخص یوں کہہ رہا ہے کہ زید میرا باپ ہے اس لئے کہ زید متعدد نہیں اور اس شخص کا باپ متعدد نہیں تو جب اس کا باپ زید ہوا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زید اس شخص کا باپ ہے، اسی طور پر بلا شک و شبہ یہ آیت ہے اور اللہ کے لئے اس کی نعمتوں پر حمد، اور اے فلسفی! کچھ لازم ہے کہ دسواں کو ساکن رکھ۔

وجوہ جواب میں سے تیسری وجہ، میں کہتا ہوں اور میرا رب راہ صواب دکھانے والا ہے ہم نے اس سب کو اختیار کیا اور مان لیا۔ آیت اولیٰ کا مفاد ہمارا یہ قول ہے کہ

سمّاھا المیزانیون عکساً اولاً وهذا  
القدر یکفی لانظام الشكل فان  
صادقتین مستجمعتین للشرائط  
لاتنتجان الاصادقة و لا یلزم اثبات  
الصدق علی انها عکس منطقی  
لقضية صادقة وانکار هذا من  
اخذی المکابرات۔ ثم هذا العکس  
لم یرشدنا الیه الا الایة الکریمہ  
اذھی التی دلّتنا علی اتحادهما فی  
الوجود فاذا کانت هذا فی مفہومین  
لا تعدد لِمصداق شئی منهما کانت  
ارشاداً الی التعاکس قطعاً، کما اذا  
سمعت رجلاً یقول ابی زید  
جازلک ان تقول کانت الرجل  
یقول زید ابی لان زیداً  
لا یتعدد و ابوالرجل لا یتعدد  
فاذا کانت ابوة زید اکان زید  
اباہ کذا هذا من دون شک  
ولا شبهة والحمد لله علی نعمائه  
وعلیک بتسکین الہو اجس  
یا فلسفیاء۔

الثالث من وجوہ الجواب  
اقول وربی ہادی الصواب  
اخترنا عن هذا کلمہ وسلمنا  
ان مفاد الایة الاولى قولنا

کل اکرم اتقی (یعنی ہر اکرم سب سے بڑا متقی ہے) اور اس کا عکس نقیض ہمارا یہ قول ہے کہ من لیس باتقی لیس باکرم (جو اتقی سب سے بڑا متقی نہیں ہے وہ اکرم نہیں ہے) اور ہم نے ان کلمات میں جو ہم پہلے کہہ چکے عرش تحقیق کو ثابت کر دیا کہ مراد اتقی سے آیت ثانیہ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کے قول وسیبجنہا الاتقی میں تمام صحابہ سے زیادہ متقی شخص مراد ہے تو ضروری ہے کہ صحابہ میں کوئی اس سے بڑھ کر متقی نہ ہو اور تقویٰ میں اس کے کوئی مساوی ہو، جب ثابت ہو گیا تو ہم کہتے ہیں کہ ہر صحابی ابو بکر سے بڑھ کر متقی نہیں اور جو ان سے بڑھ کر متقی نہیں وہ کرامت میں ان سے بڑھ کر نہیں۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ ہر صحابی ابو بکر سے زیادہ عزت والا نہیں اور اس قیاس کا صغریٰ معدولہ ہے جیسا کہ ہم نے اس کی طرف ادایت ربط کو حرف سلب پر مقدم کر کے اشارہ کیا اور تمہیں اختیار ہے کہ تم اس قضیہ کو موجبہ سالبتہ المحمول بناؤ یعنی متاخرین میں سے ایک قوم کے قول پر اور تمہاری رہنمائی اس بات کی طرف جو تمہارے وہم کو دور کرے سلب کو کبریٰ میں افراد اوسط کے لئے مرآۃ ملاحظہ بنانے سے ہوگی اور اگر تم چاہو تو آیت اولیٰ کا عکس نہ کرو اور شکل کو آیت ثانیہ کے طرز پر

کل اکرم اتقی وینعکس بعکس  
النقیض الح قولنا من لیس  
باتقی لیس باکرم وقد اثبتنا  
فیما اسلفنا عرش التحقيق  
على ان المراد بالاتقی فی الآية  
الثانية اعنف قوله تعالى  
وسیبجنہا الاتقی الصحابة  
جميعاً فوجب ان لا یكون احد  
من الصحابة اتقی منه و  
لا مساویاً له فی التقویٰ اذا ثبت  
هذا فنقول کل صحابی فہو لیس  
باتقی من ابی بکر ومن لیس باتقی منہ لیس  
باکرم منہ۔ انتہی ان کل صحابی  
فہو لیس باکرم من ابی بکر  
وصغر ع القیاس معدولہ کما  
لوحنا لیه بتقدیم اداة الربط علی  
حرف السلب ولک ان تجعلہا  
موجبة سالبتہ المحمول اعنی علی  
قول قوم من المتاخرین ویرشدک  
الح ما یزید وھبک جعل  
السلب فی الکبریٰ مرآة لملاحظة  
افراد الاوسط وان شئت لم نعکس  
الایة الاولى ایضاً ونسجت الشكل



منظم کرو بایں طور کہ تم کہو کہ کوئی صحابی ابو بکر سے بڑھ کر عزت والا نہیں اور شاید تم اس کو قیاساً استثنائی کے طور پر مقرر رکھو جو مقدم کو ارتفاع تالی کی وجہ سے مرتفع کر دے تو تم یوں کہو امت میں اگر کوئی صدیق سے بڑھ کر عزت والا ہوتا تو وہ ضرور صدیق سے بڑھ کر متقی ہوتا اس لئے کہ ہر اکرم اتقی ہے لیکن ساری امت صدیق سے بڑھ کر متقی نہیں بدلیل آیت شانہ، تو وہ صدیق سے بڑھ کر عزت والے نہیں اور اسی میں ہمارا مقصود ہے۔

**تنبیہ:** اب کہیں گے بیوقوف لوگ اس دعویٰ سے جس پر تم قائم تھے کس چیز نے تمہیں پھیر دیا اس لئے کہ ان تین تقاریر اخیرہ پر جو ثابت ہوتا ہے وہ صدیق سے زیادہ عزت والے کی نفی ہے اور اس سے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی (اولویت) سب پر لازم نہیں آتی اس لئے کہ تساوی کا احتمال ہے۔

**اقول** کیا ان بیوقوفوں نے یہ بات کہی اگر انہوں نے ایسا کہا تو بے شک وہ منحرف ہوگا،

**اولاً** نصوص شرع اور اہل بلاغت کے محاورے اس دھنگ سے بھرے ہیں کہ کلام کو علی الاطلاق فضیلت بتانے کی غرض سے اس طور پر لایا جاتا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ کوئی فلاں سے افضل نہیں ہے اور مراد لیتے ہیں کہ وہ سب افضل ہے اور یہ اس لئے کہ تساوی حقیقی عادتاً گویا

على منوال الشافى بان تقول لاشئ من الصحابة  
اكرم من ابى بكر وكل اكرم من ابى بكر اتقى  
منه انتج ان لاشئ من الصحابة اكرم من  
ابى بكر ولعلك ان تقرره قيا ساً استثنائياً  
يرفع المقدم لرفع التالى فتقول لو كان احد  
من الامة اكرم من الصديق لكان  
اتقى منه لان كل اكرم اتقى لكنهم  
ليسوا با تقى منه للأية الثانية فليسوا  
باكرم منه وفيه المقصود۔

**تنبیہ:** سيقول السفهاء  
من الناس ما ولکم عن دعویکم  
اتى كنتم عليها فان الثابت على هذه  
التقاریر الثلاثة الاخيرة انها هونفى  
اكرم من الصديق وهو لا يستلزم  
اكرميته رضى الله تعالى عنه اذ  
يحتمل التساوى۔

**اقول** او قد قالوا فلتن قالوا  
فلقد نرا غوا۔

اما اولاً فنصوص الشرح ومحاورات  
البلغاء طافحة بسوق الكلام الى  
غرض التفضيل على الاطلاق  
على هذا المساق يقولون ليس  
احد افضل من فلان ويريدون  
انه افضل الكل وذلك لان التساوى

محال ہے اور تم خراج حدیث کے کلام کو لازم پکڑو۔  
 ثانیاً تمہیں یہ اختیار ہے کہ اس کے  
 ساتھ وجود تفاضل پر امت کا اجماع ضم کرو اور  
 حتی اقوال امت سے باہر نہ ہوگا۔

ثالثاً اور وہ جو طراز معلم یہ کہ اسالیب  
 کلام کا واقف آیت اولیٰ سے سمجھتا ہے کہ تقویٰ  
 عزت حاصل ہونے کا سبب ہے اور عزت کا  
 حصول تقویٰ کے حصول پر منحصر ہے اسی کی تصریح  
 ان احادیث نے کی جو ارشاد آیت سے ناشی  
 ہیں اور آیت کریمہ کے مطلع فکر کی طرف دیکھتی ہیں  
 ہمیں سراج الخفیفہ نے خبر دی اپنی سند سے  
 وہ روایت کرتے ہیں شریف سے ، وہ روایت  
 کرتے ہیں محمد بن ارکماش سے ، وہ روایت  
 کرتے ہیں علامہ ابن حجر عسقلانی سے ، وہ  
 روایت کرتے ہیں عبد الرحمن ابن احمد ابن مبارک  
 غزی سے ، وہ روایت کرتے ہیں احمد بن اسحاق  
 حجار سے ، وہ روایت کرتے ہیں علی ابن اسمعیل  
 ابن قریش سے ، وہ روایت کرتے ہیں حافظ  
 منذری سے ، انھوں نے فرمایا : کتاب الترغیب  
 والترہیب میں کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا یہ نسب کسی کیلئے  
 گالی نہیں ہے تم تو آدم کی اولاد ہو پیمانہ کی طرح  
 جو تم نے نہیں بھرا کسی کو کسی پر فضیلت نہیں  
 مگر دین یا عمل صالح کے سبب۔ اس

الحقیقی کا محال عادیہ وعلیک بکلام شراح الحدیث۔  
 واما ثانیاً فلک انت تضمن  
 الیہ اجماع الامۃ علی وجود التفاضل  
 والحق لا یخرج عن اقوالہم۔

واما ثالثاً ہوا لطران المرالمعلم  
 ان العارف باسالیب الکلام یفہم  
 من الایۃ الاولیٰ تسبب التقویٰ  
 لایراث الکرامۃ وقصر حصولہا علی  
 حصولہ وبہ صرحت الاحادیث الناشیۃ  
 عن ارشاد الایۃ اللاحظۃ الی ملحظہ الکریمیۃ۔  
 انبأنا سراج الخفیفۃ بالسند عن  
 الشریف عن محمد بن ارکماش  
 عن العلامة ابن حجر  
 عسقلانی عن عبد الرحمن  
 بن احمد بن المبارک  
 الغزی عن احمد بن  
 ابی طالب الحجار عن علی بن  
 اسمعیل بن قریش عن المحافظ المنذری  
 قال فی کتاب الترغیب والترہیب  
 عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وسلم قال ان انسابکم  
 ہذہ لیست بسباب علی احد و انما  
 انتم ولد آدم طف الصاع لم تملؤہ  
 لیس لاحد فضل علی احد الا بالدين او



عمل صالح، رواہ احمد والبیہقی کلاهما  
من رواية ابن لهيعة - ولفظ البيهقي قال  
ليس لاحد على احد فضل الا بالدين او  
عمل صالح حسب للرجل ان يكون  
بذيا بخيلا - وفي رواية ليس لاحد  
على احد فضل الا بالدين او تقوى  
وكفى بالرجل ان يكون بذيا  
فاحشا بخيلا، قوله صلى الله تعالى  
عليه وسلم طف الصاع بالاضافة  
الى قريب بعضكم من  
بعض - اھ -

**قلت** واخرجه الطبرانی فی  
حدیث طویل من طریق ابن عباس  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما ولفظہ  
انما انتم من رجل وامرأة  
كجما الصاع ليس لاحد على احد  
فضل الا بالتقوى اھ - قوله  
صلى الله تعالى عليه وسلم كجما  
الصاع جما بالضم ما يملأ  
والمعنى انكم متساوون في القدر  
كحبات الصاع تكال فيعرف مقدارها  
واستواءها بمثلها كيلا من

حدیث کو روایت کیا احمد اور بیہقی دونوں نے  
ابن لہیعہ کی روایت سے، اور بیہقی کے لفظیوں  
ہیں کسی کو کسی پر فضیلت نہیں مگر دین یا عمل  
صالح سے، اور آدمی کے برابر ہونے کے لئے کافی  
ہے کہ وہ بد زبان کنجوس ہو۔ اور ایک روایت  
میں ہے کسی کو کسی پر فضیلت نہیں مگر دین یا  
تقویٰ سے، اور آدمی کے لئے کافی برائی ہے  
کہ وہ بد گو بے حیا کنجوس ہو۔ حدیث میں حضور  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول "طف الصاع"  
اضافت کے ساتھ کا معنی یہ ہے یعنی تم میں سے  
بعض بعض کے قریب ہے انتہی۔

**قلت** (میں کہتا ہوں) اور طبرانی  
میں اس کی تخریج کی ایک حدیث طویل میں  
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے طریق سے  
اور ان کے لفظ یہ ہیں: تم لوگ ایک مرد اور  
عورت سے ہو جما صاع کی طرح کسی کو کسی  
پر فضیلت نہیں مگر تقویٰ سے انتہی۔ حدیث  
میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول "جما  
صاع" جما بالضم جم وہ چیز ہے جو پیمانہ میں  
بھری جاتی ہے، اور معنی یہ ہے کہ تم قدر میں ایک دوسرے  
سے برابر ہو پیمانہ کے خجوں کی طرح جس کو پیمانہ میں  
بھرا جاتا ہے تو ان کی مقدار اور ان کے مثل کے ساتھ

۱۔ الترغیب والترہیب من احقار المسلم وانه لا فضل لاحد فی حدیث ۶۷، مصطفیٰ البانی مصر ۳/۶۱۲  
۲۔ الجامع لاحکام القرآن تحت الآیة ۳۴/۴ دار الکتاب العربی بیروت ۱۶/۸۲

دونت حاجة الح الو نر ت  
لتساويها ثقلًا و اکتنازًا۔  
و به قال المنذر ع  
ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ "ان  
النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
قال له انظر فانك لست بخير من  
احمر ولا اسود الا ان تفضله  
بتقوى، رواه احمد و رواه  
ثقات مشهورون الا ان بكر بن  
عبد الله المزني لم يسمع  
من ابي ذر"۔

قلت والمرسل مقبول عندنا  
وعند الجمهور۔ و به قال عن  
جابر بن عبد الله رضی اللہ تعالیٰ  
عنہما قال خطبنا رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
في اوسط ايام التشريق خطبة  
الوداع فقال يا ايها الناس ان ربكم  
واحد وان اباكم واحد، الا لا فضل  
لعربي على عجمي ولا لعجمي على  
عربي ولا لاحمر على اسود ولا لاسود على  
احمر الا بالتقوى ان اكرمكم  
عند الله اتقواكم الامل

ان کی برابری پیمانہ میں معلوم ہوتی ہے اور انھیں  
توکنے کی ضرورت نہیں ہوتی اس لئے کہ بوجھ  
اور موٹائی میں وہ برابر ہوتے ہیں۔ اور اسی مضمون کو  
منذری نے ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت  
کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے  
فرمایا: "بے شک تم سیاہ فام سے اور سرخ سے  
بہتر نہیں اور نہ سیاہ فام تم سے بہتر ہے مگر  
یہ کہ تم اس پر فضیلت پاؤ تقویٰ کی وجہ سے۔"  
اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا، اور  
اس کی راوی ثقہ معروف ہیں مگر یہ کہ بکر بن عبد اللہ مزنی  
نے اس حدیث کو ابو ذر سے نہیں سنا۔ انتہی

قلت (میں کہتا ہوں) اور مرسل ہمارے  
نزدیک اور جمہور کے نزدیک مقبول ہے۔ اور  
اسی مضمون کی روایت کی جابر بن عبد اللہ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ سے انھوں نے فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ايام تشریق کے درمیانی  
دن میں خطبہ الوداع دیا کہ فرمایا: اے لوگو!  
بے شک تمھارا رب ایک ہے اور بیشک تمھارا  
باپ ایک ہے۔ سنئے ہو عربی کو عجمی پر فضیلت  
نہیں اور نہ عجمی کو عربی پر اور نہ سرخ کو کالے پر  
اور نہ کالے کو سرخ پر فضیلت ہے مگر تقویٰ سے  
بیشک اللہ کے نزدیک تم میں سب زیادہ عزت  
والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے،

له الترغيب والترهيب من احقار المسلم وانه لا فضل لاحد الخ حديث ۸ مصطفی البانی مصر ۳/ ۶۱۲



بلغت ؟ قالوا بلى يا رسول الله ،  
قال فليبلغ الشاهد الغيب ،  
ثم ذكر الحديث في تحريم  
الدماء والاموال والاعراض  
رواه البيهقي وقال في اسناده  
بعض من يجهل انتهى

قلت ولا يضرننا في الشواهد واخرج  
الطبرانی فی الکبیر عن حبیب بن خراش رضی اللہ عنہ  
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المسلمون اخوة  
لا فضل لاحد علی احد الا بالتقویٰ وبالجملة  
فلاحادیث کثیرة فی هذا المعنی ثم  
ان الکرامة والتقویٰ کلاهما  
مقولات بالتشکیک فکلما نرا ذات  
وکلما نقص نقصت والمتساویات  
فیہ يتساویات فیہا کالعصیان  
سبب للموان فیزداد بزیادته وینتقص  
بانتقاصه وهکذا فاذا ثبت هذا کان معنی  
قولنا کل اکرم اتقی منجلد الی ثلث قضایا احد لہا  
هذه والثانیة کل ناقص فی اکرم عن غیرہ  
ناقص عنه فی التقویٰ

عہ اعی فی اصل قضیة المحب انما  
اما تدارک الرحمة ففضل الہی یختص  
به من یشاء کما اسلفنا تحقیقہ ۱۲ منہ  
غفر لہ۔

سننے ہو کیا میں نے رب کا پیغام پہنچا دیا ؟ صحابہ  
نے عرض کی کیوں نہیں یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم) ، فرمایا اب جو حاضر ہیں وہ غائبین کو  
پہنچادیں۔ پھر حدیث ذکر کی جو لوگوں کے خون، مال  
اور آبرو کی حرمت میں ارشاد ہوئی۔ اسے بہتی نے  
روایت کیا اور کہا اس کی سند میں بعض مجہول ہیں۔

قلت (میں کہتا ہوں) شواہد میں ہم کو راوی کی  
جہالت مضر نہیں۔ طبرانی نے معجم کبیر میں حبیب بن خراش  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں کسی کو کسی  
پر فضیلت نہیں مگر تقویٰ سے۔ بالجملہ اس معنی کی حدیثیں  
بکثرت وارد ہیں مگر کرامت تقویٰ دونوں تشکیک کے ساتھ بولے جاتے  
ہیں تو جب تقویٰ زیادہ ہوگا کرامت زیادہ ہوگی  
اور جب تقویٰ کم ہوگا کرامت کم ہوگی،  
اور تقویٰ میں مساوی کرامت میں مساوی ہوں گے  
جیسے کہ عصیان سبب ذلت کا، تو ذلت عصیان کی  
زیادتی سے زیادہ اور اس کی کمی سے کم ہوتی ہے  
اور یونہی جب یہ بات ثابت ہے تو ہمارے قول  
”کل اکرم اتقی“ کے معنی کی تحلیل تین قضیوں  
کی طرف ہوگی ان کا ایک تو یہی ہے اور دوسرا  
یعنی اصل مقصداً مجازات میں رب تدارک رحمت  
تو یہ فضل الہی ہے اللہ تبارک و تعالیٰ جسے چاہے  
اس کے ساتھ مخصوص فرماتا ہے، جیسا کہ ہم نے  
اس کی تحقیق گزشتہ میں کی ۱۲ منہ غفر لہ

لہ الترغیب والترہیب من احتقار المسلم وانہ لا فضل لاحد الا حدیث ۹ مصطفیٰ ابابا مصر ۳/۶۱۲ تا ۶۱۳  
لہ المعجم الکبیر حدیث ۳۵۴۷ المكتبة الفيصلية بيروت ۲۵/۴

والثالث كل متساويين فيهما  
متساويات فيه والآية الثانية  
ايضا تنحل الى ثلث مقدمات  
"ابوبكر اتقى الكل" وهو  
المنطوق ولا يزيد عليه احد في التقوى و  
لا يساويه احد فيه و  
عند هذا اليسهل عليك دفع الاشكال  
ونظم الاشكال لقطع الاحتمال والحمد  
لله المهيمن المتعال هذا ما  
الهمنا المولى تبارك وتعالى بمنيع  
فضله ورفيع كرمه ومنحنا  
من عظام الاثمة وحصان نعمه  
في تقرير دليل اهل السنة والجماعة  
ودفع شبهات (اهل) البطالة  
والخلاعة وارجوا ان تكون عامة ما  
في تلك الحيام من عرائس بيض تجلوا  
الظلام وبسائم تكشروا برد  
الغمام اكون انا باعذر منها وما ذوت  
الدخول في حجرتها وكان قال الاول  
ليس على الله بهستكرا ان يجمع العالم  
في واحد فقلت انا قد قدر الله فلا  
تنكرا ان لحق العاجز بالقادر كيف وقد  
فاخر بافضاله ال، كل فما ظنك  
بالقادري -

یہ ہے کل ناقص فی اکرم عن غیرہ ناقص عنہ  
فی التقوی (عزت میں دوسرے سے کمتر اس سے  
تقویٰ میں کمتر ہے) اور تیسرا کل متساویین فیہما  
متساویان فیہ (ہر دو شخص جو تقویٰ میں برابر ہیں وہ  
عزت میں برابر ہیں) اور اس صورت میں تمہیں  
اشکال کا دفع کرنا قطع احتمال کے سبب آسان  
ہے اور سب تعریفیں اللہ کے لئے جو نگہبان و  
برتر ہے ————— یہ وہ ہے جو  
جو ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے الہام فرمایا اپنے  
فضل عظیم اور کرم رفیع سے، اور بخشا ہمیں اپنے  
عظیم احسانوں سے اور حسین نعمتوں سے اہلسنت  
وجامعت کی دلیل کی تقریر میں تائید اور اہل بطالت و  
ضلالت کے شبہات کے دفع کرنے کے لئے،  
اور میں امید کرتا ہوں کہ ان خمیوں میں جو خوبصورت  
دلہنیں ہیں وہ اندھیروں کو دور کریں اور مسکراتی  
صورتیں جو بارش کے اگلے دکھائیں ان میں سے  
اکثر کا میں ہی صاحب ہوں، اور ان کے حجبے  
میں دخول کا مجاز ہوں، اور مجھ سے پہلے نے کہا  
تھا کہ اللہ پر مستبعد نہیں کہ عالم کو ایک میں  
جمع کر دے، تو میں نے کہا بے شک اللہ نے  
مقرر کیا تو اس کا انکار نہ کرنا کہ اللہ نے عاجز کو  
قادر سے ملحق کر دیا، کیوں نہ ہو حالانکہ اللہ کے  
فضل سے سب بہرہ مند ہیں تو تیرا کیا گمان ہے  
قادری کے ساتھ۔



**خاتمہ:** اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں  
حسنِ خاتمہ نصیب کرے، اب اگر تم کو بے شک  
اللہ نے اسے مکترین! تیرے اوپر احسان فرمایا تو  
تو نے وہ کلمات بولے جو سمندر کی گہرائیوں میں  
پہنچ گئے اب مجھے اس مسئلہ میں کیا حکم دیتا ہے  
آیا میں فضیلتِ صدیق کا یقین لاؤں اس استدلال  
پر نظر کرتے ہوئے باوجودیکہ اس آیت میں تاویل  
احتمال ہے اس لئے کہ جانے والے اس طرف  
گئے کہ اتقی بمعنی اتقی ہے اگرچہ تو نے ان کا قول  
سُخری تحقیق سے غلط ثابت کر دیا۔

**قلت** (میں کہتا ہوں) یاں یقین کر  
اور قیل وقال کی پرواہ نہ کر، اس لئے کہ دو قطعی  
نتیجہ نہیں دیتے مگر قطعی کا، اور تم سُن چکے کہ صدیق  
ہی مراد ہیں اتقی سے ساری امت کے اجماع  
کے بموجب، اور اس میں کسی نادر کی رائے شاذ  
بھی منقول نہیں، تو یہ اجماع قطعی ہوا، اور  
دوسری آیت مدعا میں نص ہے جس میں کوئی شک  
نہیں، رہی وہ بات جو تم نے اس رائے کی کہی  
جس کی طرف جانے والے گئے، تو تم سُن چکے کہ  
آیت میں تاویل کی گنجائش نہیں اور احتمال  
بے دلیل تنزیل کو برہان قاطع جلیل کے درجے سے  
نازل نہیں کرتا کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہر نص تاویل  
کی محمل ہے اور وہ اس کے باوجود یقیناً قطعی  
ہے جیسا کہ ائمہ اصول نے اس کی تصریح کی۔

**خاتمہ:** رزقنا اللہ تعالیٰ  
حسنہا امین فان قلت لقد تفضل  
اللہ علیک یا و ضیع القدر فنطقت  
بکلمات بلغن قاموس البحر  
فماذا تأمر فی المسئلة القطع  
بتفضیل الصدیق نظراً الى هذا  
الاستدلال مع ما فی الآية من  
تاویل واحتمال اذ ذهب ذاهبون  
الى ان الاتقی بمعنی اتقی وان  
مزیت قولہم بتحقیق اتقی۔

**قلت** نعم اقطع ولا تبال  
بما قیل او ما یقال اذ قاطعان  
لا یأتیان قط الا بقطع وقد سمعت  
ان الصدیق هو المراد بالاتقی باجماع  
الامة قاطبة ولم یقل فی ذلك شذوذ  
شاذ فكان قطعاً والایة الاخری نص فی  
المرام لاشک اما ما ذكرت من حدیث  
من ذهب الى ما ذهب فقد سمعت  
ان الآية لا مساغ فیہا للتاویل  
واحتمال بلا دلیل لا یُنزل  
التنزیل عن درجۃ برہان قاطع  
جلیل الا ترى ان کل نص یحتمل  
التاویل ومع ذلك هو قطعی قطعاً کما  
صرح بہ ائمۃ الاصول۔

اور مقام کی تحقیق اس طور پر جو مجھے  
اللہ ملک العلام نے الہام کیا ہے کہ علم قطعی و موعنی  
میں مستعمل ہوتا ہے،

ایک تو یہ کہ احتمال حبس سے  
منقطع ہو جائے یا اس طور کہ اس کی کوئی خبر یا اس  
کا کوئی اثر باقی نہ رہے، اور یہ اخص اعلیٰ ہے  
جیسا کہ محکم اور متواتر میں ہوتا ہے۔ اور اصول  
دین میں یہی مطلوب ہے، تو اس میں نص مشہور  
پر کفایت نہیں ہوتی۔

دوسرا یہ کہ اس جگہ ایسا احتمال نہ ہو جو  
دلیل ناشی ہو اگرچہ نفس احتمال باقی ہو جیسے کہ مجاز اور  
تخصیص اور باقی وجوہ تاویل، جیسا کہ ظواہر اور  
نصوص اور احادیث مشہورہ میں ہے۔ اور پہلی  
قسم کا نام علم یقین ہے اور اس کا مخالف  
کافر ہے علماء میں اختلاف کے بموجب مطلقاً،  
جیسا کہ فقہائے آفاق کا مذہب ہے، یا ضروریات  
دین کی قید کے ساتھ یہ حکم مخصوص ہے جیسا کہ  
علمائے متکلمین کا مشرب ہے۔ اور دوسرے  
کا نام علم طمانیت ہے، اور اس کا مخالف بدعتی  
و گمراہ ہے، اور اس کو کافر کہنے کی مجال نہیں  
جیسے کہ قیامت کے دن اعمال کو تولیے کا مسئلہ۔  
اللہ تعالیٰ کا قول ہے ”اور قیامت مجھ دن تولیے ہونا  
برحق ہے“ اور یہ آیت نقد (پرکھ) کا ایسا احتمال کہتی ہے

و تحقیق المقام علی ما  
الہمنی الملك العلام ان العلم  
القطعی یستعمل فی معنیین :

احدهما قطع الاحتمال علی  
وجه الاستیصال بحیث لا یبقی منه  
خبر ولا اثر فہذا هو الاخص الاعلیٰ  
کما فی المحکم والمتواتر و هو  
المطوب فی اصول الدین فلا ینتفی  
فیہا بالنص المشہور۔

والثانی ان لا یكون هناك  
احتمال ناش من دلیل وان کان  
نفس الاحتمال باقیاً کالتجوز و  
التخصیص و سائر انحاء التأویل کیا  
فی الظواہر والنصوص والاحادیث المشہورہ  
والاول یسمی علم الیقین ومخالفہ کافر علی  
الاختلاف فی الاطلاق کما ہو مذہب  
فقہاء الافاق والتخصیص بضروریات  
الدین کما ہو مشرب العلماء المتکلمین ، و  
الثانی علم الطمانیۃ ومخالفہ مبتدع  
ضال ولامجال الی اکفارسہ کمسئلہ  
وزن الاعمال یوم القیمۃ قال  
تعالیٰ ”والوزن یومئذ الحق“ و  
یحتمل النقد احتمالاً لا صارف



جس کی طرف پھیرنے والی کوئی چیز نہیں اور اصلاً اس پر کوئی دلیل ہے۔ اب آیت کا معنی تمہارے قول "میں نے اس کو میزانِ عقل سے تول" کے مثل ہوگا، اور یہ عجم میں رائج ہے، تم کہتے ہو "سخن سخج" یعنی کلام کو پرکھنے والا، اور مومنین کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کے دیدار کا مسئلہ، مولائے کریم اپنے فضلِ عظیم سے نصیب فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "کچھ منہ اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے" احتمال رکھتا ہے اسی طرح اُمید ورجائے ارادے کا، اور یہ بھی ان باتوں میں سے ہے جن پر اب عرب و عجم سب متفق ہیں، تم کہتے ہو: "دستِ نگر من ست" یعنی میری عطا کی امید رکھتا ہے اور میری بخشش کا محتاج ہے۔ اور اسی طرح آسمانوں کی سیر اور شفاعتِ کبریٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کہ یہ تمام باتیں دوسرے معنی پر نصوحِ قطعی سے ثابت ہیں اور اسی لئے ہم تاویل کرنے کے سبب معتزلہ اور اگلے روافض کی تکفیر نہیں کرتے، اور اسی طرح ظن کے دو معنی ہیں اس لئے کہ اعم کا مقابل اخص ہے اور اعم اخص ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں، جب تم نے یہ جان لیا تو ہمارا یہ مسئلہ اگر اس میں قطعی بالمعنی الاخص مراد لیا جائے تو یہ

الیہ ولا دلیل اصلا علیہ فیکون کقولک "ومننتہ بمیزان العقل" وهو رائج فی العجم ایضاً تقول "سخن سخج" ای ناقد الکلام و مسئلۃ رؤیۃ الوجہ الکریم للمؤمنین، رزقنا المولیٰ بفضلہ العظیم، قال تعالیٰ "وجوہ یومئذ ناضرة الی ربہا ناظرة" و یحتمل احتمالاً كذلك ارادة الامل و والرجاء وهو ایضاً مما توافقتم علیہ العرب والعجم تقول "دست نگر من ست" ای یرجو عطائی و یحتاج الی نوالی و هكذا مسئلۃ الاسراء الی السموات العلی والشفاعۃ الکبریٰ للسید المصطفیٰ علیہ افضل التحیۃ والثناء فکل ذلك ثابت بنصوص قواطع بالمعنی الثانی ولذا لا نقول بالکفار المعتزلة والروافض الاولین الماؤلین، و هكذا الظن له معنیان اذ مقابل الاعم اخص والاعم اخص کما لا ینحفی، اذا عرفت هذا فمسئلتنا هذه ان ارید فیہا القطع بالمعنی الاخص فهذا



جبل وعرضعبر المرتقى اذ ما ورد  
 فيها فاما نص اوظاهر وكلاهما  
 يقبلان التاويل ولو قبولاً ضعيفاً بعيداً  
 او ابعد اضعف ما يكون كالاتق فيهما  
 نحن فيه يحتمل التجوز بالبالغة في  
 التقوى والخير والافضل في الاحاديث  
 يحتمل تقدير من كقول القائل  
 "فلان اعقل الناس" وما جاء من  
 الاحاديث مفسراً محكماً فاحاد تطرق  
 اليها الاحتمال من قبل النقل لكننا  
 مالنا ولهذه القطع، اذ لا نقول  
 بكفار المفضلة ومعاذ الله ان  
 نقول اما الابتداء فيثبت بخلاف  
 القطع بالمعنى الشافى وهو  
 حاصل لا شك فيه لا يسوغ انكاره  
 الا لفاصل او متغافل فقد تظافرت  
 عليه النصوص تظافراً جلياً  
 وبلغت الاخبار تواتراً  
 معنويّاً والاحتمالات الركيكة  
 السخيفة الناشئة من  
 غير دليل لا تقدر في  
 القطع بهذا المعنى كما  
 صرح به علماء الاصول  
 وناادنا نوراً الى نور وارشاداً الى  
 ارشاد اجماع الصحابة الكرام و

پہاڑ ہے سخت و شوار گزار چڑھائی والا، اس لئے  
 کہ اس میں جو کچھ وارد ہوا ہے یا تو نص ہے یا  
 ظاہر ہے اور دونوں تاویل کو قبول کرتے ہیں  
 اگرچہ ضعیف بعید یا بہت زیادہ ابعد اضعف  
 سہی، جیسے کہ ہمارے اسی مسئلہ میں جس میں  
 ہمیں بحث ہے جیسے کہ اتقی، تقویٰ اور خیر میں  
 بالغت کے معنی مجازی کا احتمال رکھتا ہے اور  
 احادیث میں لفظ افضل کے مقدر ہونے کا احتمال  
 رکھتا ہے جیسے کوئی کہے "فلان اعقل الناس"  
 (فلان شخص لوگوں سے زیادہ عاقل ہے) اور جو  
 احادیث مُفسّر محکم آئیں تو وہ خبر واحد ہیں جن میں  
 روایت کی طرف سے احتمال راہ پاتا ہے لیکن  
 ہمیں اس طرز کے قطعی سے کیا کام، اس لئے کہ  
 ہم تفضیلیوں کے کافر ہونے کا قول نہیں کرتے  
 اور اللہ کی پناہ ہو کہ ہم یہ قول کریں، لیکن اُن کا  
 بدعتی ہونا وہ تو ثابت ہے برخلاف قطعی بمعنی دیگر  
 تو وہ بلا شک حاصل ہے جس کا انکار سوائے  
 غافل یا غافل بننے والے کے کسی کو نہ بن پڑے گا  
 اس لئے کہ اس پر واضح کثرت کے ساتھ نصوص  
 آئیں اور احادیث تواتر معنوی کی حد کو پہنچ گئیں اور  
 رکیک کمزور احتمالات جو کسی دلیل سے ناشی نہیں  
 ہوتے اس معنی پر قطعی میں اثر انداز نہ ہوں گے،  
 جیسا کہ علمائے اصول نے اس کی تصریح کی ہے  
 اور ہمارے لئے نور پر نور بڑھایا اور  
 ہدایت کے اوپر ہم کو ہدایت کی صحابہ کرام اور



تابعین عظام کے اجماع نے جیسا کہ اس کو نقل کیا ہے  
 جمہور ائمہ اعلام نے، ان میں عبداللہ بن عمر اور ابوہریرہ  
 صحابہ میں سے، اور میمون ابن مہران تابعین میں سے  
 اور امام شافعی تبع تابعین میں سے، اور ان کے  
 سوا جن کی گنتی نہیں بوجہ ان کی کثرت کے، اور  
 ابن عبدالبر کی حکایت نہ تو ازراہ درایت معقول ہے  
 اور نہ روایت مقبول ہے، جیسا کہ ہم نے اسکی تحقیق  
 کی ہے مطلع القمرین میں مع ان دلائل کثیرہ کے جن  
 کی طرف ہماری رہنمائی قرآن عظیم اور احادیث مصطفیٰ  
 کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم نے کی یہ دلائل  
 قرآن و حدیث سے استنباط کے ذریعہ ماخوذ  
 ہیں اور ان کے لئے اس فقیر نا توان کو توفیق ہوئی  
 جیسا کہ ہم نے اس کے لئے اپنی کتاب کبیر کا  
 باب دوم باندھا ہے تو اگر ان دلائل میں سے  
 نہ ہوتی مگر ایک دلیل تو وہ بھی شافی و کافی ہوتی او  
 ہر شک کی دافع ثانی ہوتی تو کیا گمان ہے جبکہ یہ  
 دلائل کثیر و جلیل ہوں اور دین کی گریں باندھیں اور  
 شبہوں کی رسیاں کھولیں اور گرجیں اور چکیں اور  
 روشن اور بلند ہوں تو تیرے رب کی قسم شک کا  
 محل باقی رہا نہ شبہ کا مدخل، واللہ اعلى الاصل  
 رہی اس کی بات جس نے کہا ہم نے نصوص متعارض  
 پایا تو یہ اس کی اپنی حالت کی خبر ہے، تو وہ کیسے  
 حجت لاتا ہے اس سے اس پر جس نے دیکھا او  
 غور کیا اور جانچا اور پرکھا تو نصوص کو خوب پرکھ کے  
 جان لیا اور ان کے پاس جو علم ہے اس کا احاطہ

التابعین العظام كما نقله جمهور الأئمة  
 الاعلام منهم سيدنا عبد الله بن عمر  
 وابو هريرة من الصحابة وميمون بن مهران  
 من التابعين والامام الشافعي من الاتباع  
 وغيرهم من لا يحصون لكثرتهم، و  
 حكاية ابن عبد البر لا معقولة في الدراية  
 ولا مقبولة في الرواية كما حققناه في  
 مطلع القمرين مع ما ارشدنا القرآن  
 العظيم واحاديث المصطفى الكريم عليه  
 افضل الصلوٰۃ والتسلیم الى دلائل  
 جمعة توخذ منها بالاستنباط ووفق لها  
 هذا الفقير الضعيف كما عقدنا لها الباب  
 الثاني من الكتاب الكبير فلولوا الواحد  
 من هذه لشفي وكفى ودفع كل  
 سريب ونفي فكيف اذا كثرت وجلت  
 وعقدت وحلت وسعدت و  
 برقت واضاءت واشرفت  
 فلا وربك لم يبق للشك محل  
 ولا للريب مدخل والحمد لله  
 الاعلى الاحل، اما قول  
 من قال انا وجدنا النصوص  
 متعارضة فهذه اخبار عن نفسه  
 فكيف يحتج به على من نظر وابصر  
 ونقد واختبر فقتلها خبرا واحاط  
 بمالديها علما على

کیا، علاوہ بریں یہ کہ اگر اس نے تعارض صوری  
مراد لیا اور کبھی تعارض کا اطلاق اس پر بھی آتا ہے  
جیسے اصولی کتب میں کہ حکم کو مفسر پر اور مفسر کو نص  
اور نص کو ظاہر پر تعارض کے وقت مقدم  
کیا جائے گا حالانکہ بلاشبہ ضعیف کا قوی کے  
ساتھ اصلاً تعارض نہیں ہوتا تو یہ ہم کو نقصان  
نہ دے گا نہ اس کو فائدہ دے گا اور اگر  
اس نے تعارض حقیقی مراد لیا یعنی دو دلیلوں کا  
برابری کی حد پر ایک دوسرے کے مزاحم ہونا تو  
ہم کہیں گے یہ معنی غفلت سے ناشی ہے اور  
اس کے قائل پر یا جو اسکے طریقے پر چلے لازم ہے  
کہ اپنے دعویٰ کو روشن دلیل سے منور کرے اور  
ان کو یہ یکتا بن پڑے گا، اور کاش میں سمجھتا کہ  
بندش کی تنگی کا انجام کیا ہوگا جبکہ وہ یہ حدیثیں  
دیکھتے کہ انبیاء میں باہم ایک دوسرے کو فضیلت  
نہ دو اور مجھے یونس ابن ممتی پر فضیلت مت دو اور  
آدم افضل انبیاء ہیں اور ابراہیم خلق میں سب  
سے بہتر ہیں کیا وہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

انہ ان اراد التعارض الصوری وقد  
یطلق علیہ ایضاً کقول الاصولیین  
یقدم المحکم علی المفسر والمفسر  
علی النص والنص علی الظاہر عند  
التعارض مع انہ لا تعارض لضعیف مع  
قوی فہذا لا یضرنا ولا ینفعہ وان اراد  
الحقیقی اعنی تراحم الحجبتین علی  
حد سواء فنقول معنا ناش عن  
غفول وعلی قائلہ او من یمشی  
بمشیدہ ان ینور دعواہ ببینۃ  
مبینۃ واتی لہم ذلک و لیت  
شعری الام یودی ضیق  
العطن اذا راى احادیث  
لا تخیروا بین الانبیاء، ولا  
تفضلونی علی یونس بن  
ممتی، وافضل الانبیاء آدم،  
وذاک (ای) خیر البریۃ ابراہیم، یعول  
بتعارض النصوص فی تفضیل المصطفیٰ

- ۱۔ صحیح البخاری کتاب الخصومات باب ما یدکر فی الاشخاص قیدی کتب خانہ کراچی ۳۲۵/۱  
۲۔ صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل موسیٰ علیہ السلام ۲۶۸/۲  
۳۔ اشکاف السادة المتقين کتاب قواعد العقائد "الاصل السابع" دار الفکر بیروت ۱۰۵/۲  
۴۔ المعجم الکبیر حدیث ۱۱۳۶۱ المكتبة الفیصلیۃ بیروت ۱۶۰/۱۱  
۵۔ صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضائل ابراہیم علیہ السلام ۲۶۵/۲



کی سب جہان پر فضیلت میں تعارض نصوص کو مانے گا یا اپنے نفس کی طرف لوٹے گا تو سمجھے گا کہ تعارض ایک شے ہے اور مجرد وجود نفی و اثبات دوسری شے ہے اور اس تحقیق انی و بے نظیر سے جو خاص اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہم کو عنایت کی ہم کو ائمہ کرام کے کلمات میں مطابقت ممکن ہے تو جس نے اس مسئلہ کو قطعی کہا اور ظن کی نفی کی تو اس نے قطعی بالمعنی الاعم ہی کو مراد لیا اور ظن بالمعنی الاخص، اور حق یہ ہے جس میں کوئی شبہ نہیں اور جس نے عکس کیا تو اس نے عکس کیا اور وہ سچ ہے جس پر کوئی غبار نہیں اب اگر تمہارے سینے میں یہ غلش ہو کہ یہ مسئلہ تو اعتقادات سے ہے تو تم نے معنی ثانی میں قطعی پر کیسے اکتفا کر لیا۔

**قلت** (میں کہتا ہوں) یہ اعتراض ان لوگوں پر جو ظنی کے قائل ہیں زیادہ سختی کے ساتھ وارد ہوتا ہے جبکہ وہ ظن بالمعنی الاخص مراد لیں اور اس کا حل یہ ہے کہ یہ مسئلہ اصول اسلام سے نہیں ہے کہ اس کا منکر کافر ٹھہرے جیسے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت کا مسئلہ، اور اس مثال سے اس کا دل ٹکڑے ہو جائے گا جو اس زمانے کے اہل باطل میں سے کہتا ہے کہ جب یہ مسئلہ اصول میں سے نہیں جیسا کہ سید شریف نے شرح مواقف منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/۳۴۴ تا ۴۰۱

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی العالمین جمیعاً ام یرجع الی نفسه فیدری ان التعارض شیء ومجرد وجود النفی و الاثبات شیء آخر وبهذا التحقیق البدیع الانیق الذی خصنا به المولی تبارک و تعالیٰ امکن لنا التوفیق باین کلمات الائمة الکرام فمن قال بالقطع ونفی الظن فانما اسرأ بالقطع بالمعنی الاعم والظن بالمعنی الاخص هو حق لامریة فیه ومن عکس فقد عکس وهو صدق لا غبار علیہ فان تخالفاً فی صدورک ان المسئلة من الاعتقادات فکیف التفتیتم بالقطع بالمعنی الثانی۔

**قلت** هذا اشد وروداً علی القائلین بالظن ان اسرأ دوا الظن بالمعنی الاخص والحل ان المسئلة لیست من اصول الاسلام حتی یکفر جاحدها کمسئلة امامة الخلفاء الراشدين رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین وبهذا المثال ینقطع قلب من قال من بطله الزمان انها اذا لم تکن من الاصول کما صرح به السید الشریف فی شرح <sup>الموقف</sup> <sup>المواقف</sup> فی شرح <sup>الموقف</sup> <sup>المواقف</sup> فی الامامة



وغيره من المتكلمين الفحول وكذا  
 قد شهد على نفسه بالرسالة  
 الكبرى في مناصب الجهل والسفاهة  
 من قال اذ لم تكن قطعية قلنا ان  
 نطوى الكشح عن تسليمها قل لهم  
 اتركوا الواجبات باسرها ثم انظروا  
 ما يأتاكم من وعيد الشريعة وتأثيرها  
 واذ قد علمت ان هذا التحقيق يرفع  
 الخلاف ويورث التطبيق فعليكم به  
 اتفقت الاقوال او اختلفت اذ كلمة  
 جامعة خير من آراء متدافعة  
 فان رأيت شيئا من كلمات  
 المتأخرين تاج هذا النور المبين  
 فاعلم ان تخطية هذا البعض  
 خير من تخطية احد الفريقين  
 من ائمة الدين لا سيما القائلين  
 بالقطع فهم العمدة الكبار للدين  
 الخفيف وبهم تشيد اركان الشرع  
 المنيف فمنهم من هو اولهم واولهم  
 سيدهم ومولاهم واكثرهم للتفضيل  
 تفصيلا واشدهم على المخالف تنكيلا  
 سيدنا المرتضى اسد الله العلى الاعلى  
 كرم الله تعالى وجهه  
 الكريم اذ قد تواتر عنه في  
 ايام امامته وكوسى زعامته

میں اور دوسرے علماء متکلمین نے اس کی تصریح  
 کی اور یونہی مناسب جمل و حقاقت میں اپنی زعمت  
 کبریٰ پر گواہی دی اس نے جس نے یہ کہا کہ جب  
 یہ مسئلہ قطعی نہیں ہے تو ہمیں اختیار ہے کہ ہم  
 اسے تسلیم کرنے سے پہلو تہی کریں ان سے کہو  
 سارے واجبات کو چھوڑ دو پھر دیکھو کہ تمہارے  
 پاس شریعت کی کیسی وعید اور تمہارے گنہگار  
 ہونے کی تہدید آتی ہے جب تم نے جان لیا کہ  
 یہ تحقیق خلاف کو اٹھاتی اور کلمات علماء میں  
 مطابقت پیدا کرتی ہے تو تم اس کو لازم  
 پکڑو اقوال متفق ہوں یا مختلف اس لئے کہ  
 ایک جامع بات باہم ملتی باتوں سے بہتر ہے  
 تو اگر تم دیکھو کلمات متاخرین میں کوئی عبارت  
 اس نور میں سے ابار کرتی ہے تو جان لو کہ اس بعض کو غلطی  
 جاننا بہتر ہے اس سے کہ ائمہ دین میں کسی فریق کو غلطی ٹھہرایا جائے  
 خصوصاً وہ ائمہ کرام جو اس مسئلہ کو قطعی کہتے ہیں  
 اس لئے کہ وہی دین حنیف کے بڑے ستون  
 ہیں اور انہیں سے شرع بلند و برتر کے ستون  
 قائم ہیں تو ان میں سے ایک وہ ہیں جو سب سے  
 اول و اولیٰ اور ان سب کے سید و مولیٰ اور  
 مسئلہ تفضیل کو سب سے زیادہ بیان  
 کرنے والے اور مخالفین کو سخت سزا کا  
 خوف دلانے والے سیدنا علی مرتضیٰ اللہ بلند و  
 بالا کے شیر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اس لئے  
 کہ ان کے ایام خلافت اور کرسی زعامت میں



ان کا شیخین ابو بکر و عمر کو خود پر اور تمام امت پر فضیلت دینا تو اتر سے ثابت ہوا اس کو لوگوں کے کندھوں اور پشتوں پر مارا یعنی اس مسئلہ کو لوگوں کے سامنے اور ان کے پیچھے خوب روشنی کیا یہاں تک کہ تیرہ و تار شبہات کی اندھیری کو دور کر دیا۔ دارقطنی نے اسی جناب سے روایت کیا فرمایا میں کسی کو نہ پاؤں گا جو مجھے ابو بکر و عمر پر فضیلت دے مگر یہ کہ میں اس کو مفری کی حد ماروں گا۔

تفضیل الشیخین علیٰ نفسہ و علی سائر الامۃ و رُمی بہا بین اکتاف الناس و ظہورہم حتی جلی ظلام شکوک مدلہمة ، روى الدارقطنی عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لا احب احدا افضلنی علی ابی بکر و عمر الا جلدتہ حد المفتري۔

اور سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عام مجعوں میں اور بھری محفلوں میں اور جامع مسجدوں میں اس بات کا اعلان فرماتے تھے اور لوگوں میں صحابہ اور تابعین کرام موجود ہوتے تھے پھر ان میں سے کسی سے یہ منقول نہیں کہ انھوں نے سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کو رد کیا ہو اور بے شک وہ اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرنے والے تھے اور اس بات سے دور تھے کہ حق بتانے سے خاموش رہیں یا کسی خطا کو مقرر رکھیں حالانکہ یہ وہ لوگ ہیں جن کا اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن عظیم میں یوں بیان فرمایا "تم بہترین امت ہیں جو لوگوں کے لئے" (باقی حاشیہ صفحہ ۶۷۱)

عہ و قد کانت رضی اللہ تعالیٰ عنہ یبوح بہذا فی المجامع الشاملة والمحافل الحافلة والمساجد الجامعة وفيهم من فيهم من الصحابة والتابعين لهم باحسان، ثم ينقل عن احد منهم انه رد قوله هذا ولقد كانوا اتقى الله تعالى من ان يسكنوا عن حق او يقرأوا على خطاؤهم الذين وصف الله سبحانه وتعالى في القرآن العظيم بانهم خیرامة اخرجت

اس فن کے سلطان حضرت ابو عبد اللہ ذہبی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

**قلت** (میں کہتا ہوں) اس وعید شدیدہ کو دیکھو تو کیا تم حضرت علی کو گمان کرو گے پناہ بخدا اللہ تبارک و تعالیٰ پر جرات کرنیوالا حدود کو جاری کرنے میں باوجود گمانوں کے تعارض کے حالانکہ وہی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ فرمایا حدود کو دفع کرو مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت سی و دارقطنی نے روایت کیا اور فرمایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "مسلمانوں سے حدود کو دفع کر دیا جب تک تم کو استطاعت ہے، تو اگر تم مسلمان کے لئے کوئی راہ خلاص پاؤ

قال سلطان الشان ابو عبد الله الذهبي حديث صحيح .

**قلت** انظر الى هذا الوعيد الشديد افتراه معاذ الله مجتزأ على الله تعالى في اجراء الحدود مع تعارض الظنون وهو الراوى عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ادسوا الحدود، اخرج عنه الدارقطني و البيهقي وقد قال صلى الله تعالى عليه وسلم ادسوا الحدود عن المسلمين ما استطعتم فان وجدتم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بھلائی کا حکم دیتے اور بُرائی سے روکتے ہو۔ اور اس گروہ کے ائمہ کرام ان سے زیادہ متقی اور ہدایت و صواب پر ان سے زیادہ حریص تھے اور علماء کو حق ظاہر کرنے پر اکساتے تھے اگر ان سے خطا ہو اور کجی کو درست کرنے کی ترغیب دیتے تھے اگر وہ منحرف ہوں۔

للناس تاصرون بالمعروف و تنهون عن المنكر، وائمتهم الكرام كانوا اتقى و منهم احرص على الرشد والصواب و قد كانوا يحثون العلماء على ابانة الحق ات اخطاء و تقويم الاودان مالوا۔

۱۔ سنن الدارقطني کتاب الحدود والديا حدیث ۳۰۶۲/۹ دار المعرفۃ بیروت ۶/۳  
سنن الکبریٰ کتاب الحدود باب باجاء فی در الحدود بالشبہا دار صادر بیروت ۲۳۸/۸  
۲۔ القرآن الکریم ۱۱۰/۳



تو اس کا راستہ چھوڑ دو اس لئے کہ امام کا  
درگزر میں خطا کرنا اس سے بہتر ہے کہ وہ عقوبت  
میں خطا کرے۔ اس حدیث کو  
ابن ابی شیبہ، ترمذی، حاکم اور بیہقی نے  
ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت  
کیا اور انھیں میں سے حضرت میمون ابن مہران  
ہیں جو کہ فقہائے تابعین سے ہیں ان سے سوال  
ہوا کہ سیدنا ابوبکر و عمر افضل ہیں یا علی؟  
تو ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور ان کی  
رگیں پھڑکنے لگیں یہاں تک کہ چھڑی ان کے  
ہاتھ سے گر گئی اور انھوں نے کہا کہ مجھے گمان  
نہ تھا کہ میں اس زمانہ تک جیوں گا جس میں  
لوگ ابوبکر و عمر پر کسی کو فضیلت دیں گے۔  
یا حبیبہ انھوں نے فرمایا اس حدیث کو روایت  
کیا ابونعیم نے فرات بن سائب سے، اور  
انھیں میں سے عالم مدینہ امام مالک بن انس  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ان سے سوال ہوا رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب لوگوں سے  
افضل کے بارے میں، تو فرمایا ابوبکر و عمر پھر

للمسلم مخرجاً فخلوا سبيله  
فان الامام ان يخطى  
في العفو خير من ان يخطى في العقوبة  
رواه ابن ابی شيبه والترمذی  
والحاكم والبيهقي عن أم المؤمنين  
الصدیقة رضي الله تعالى عنها ومنهم  
ميمون ابن مهران من فقهاء  
التابعين سئل ابوبكر وعمر افضل ام  
علي؟ فقف شعرة وارتعدت فرائضه  
حتى سقطت عصاه من يده وقال  
ما كنت اظن ان اعيش الى  
زمان يفضل الناس فيه  
احدا على ابوبكر وعمر  
او كما قال رواه ابونعيم عن قرات  
بن السائب، ومنهم عالم  
المدينة الامام مالك بن انس  
رضي الله تعالى عنه سئل  
عن افضل الناس بعد رسول الله  
صلى الله تعالى عليه وسلم

- ۱۔ المستدرک للحاکم کتاب الحدود باب ان وجدة لمسلم مخرجا الخ دار الفکر بیروت ۳۸۴/۴  
جامع الترمذی ابواب الحدود باب ما جاء فی در الحدود امین مکینی دہلی ۱۷۱/۱  
السنن الکبریٰ کتاب الحدود باب ما جاء فی در الحدود بالشبہات دار صادر بیروت ۲۳۸/۸  
المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الحدود باب فی در الحدود بالشبہات حدیث ۲۸۴۹۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵۰۸  
۲۔ حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۲۵۱ میمون بن مہران دار الکتب العربیہ بیروت ۹۲/۴ و ۹۳



فرمایا کیا اس میں کوئی شک ہے، اور انھیں  
میں سے امام اعظم اقدم سب سے زیادہ علم  
رکھنے والے سب سے زیادہ محرم سیدنا ابو حنیفہ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ان سے سوال ہوا اہلسنت  
کی علامات کے بارے میں، تو انھوں نے فرمایا  
اہلسنت کی پہچان یہ ہے کہ تو شیخین ابوبکر و عمر کو  
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل  
جائے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں  
وامادوں سے محبت کرے اور حنفیہ پر مسح کرے،  
انھیں میں سے عالم قریش زمین کے طباق کو علم  
سے بھرنے والے سیدنا امام محمد ابن اور لیس شافعی  
مطلبی انھوں نے صحابہ اور تابعین کا فضیلت شیخین  
پر اجماع نقل کیا اور انھیں میں امام اہلسنت جماعت  
حکمت یمانیہ سیدنا امام ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ  
تعالیٰ علیہ میں جیسا کہ ان سے علمائے ثقات نے  
نقل کیا اور انھیں میں امام ہمام حجة الاسلام  
(غزالی) انھوں نے قواعد العقائد میں مجدد والے ائمہ  
کے عقائد کو ذکر کیا اور ان عقائد میں مسئلہ تفضیل  
کو ذکر کیا اور اسکے آخر میں کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی

فقال ابوبکر وعمر، ثم قال اوفى ذلك  
شك، ومنهم الامام الاعظم الاقدم الاعلم  
الاکرم سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ سئل عن علامات  
اهل السنة فقال ان تفضل الشيخين  
وتحب الختین و تمسح علی  
الخفین ومنهم عالم  
قریش مالک طباق الارض  
علماً سیدنا الامام محمد  
بن ادریس الشافعی المطلبی  
نقل اجماع الصحابة  
والتابعین علی تفضیل  
الشیخین ولم یحک خلافاً ومنهم امام  
اهل السنة والجماعة صاحب الحکمة الیمانیة  
سیدنا الامام ابو الحسن الاشعری رحمۃ اللہ  
تعالیٰ علیہ کما نقل عنہ العلماء الثقات  
ومنهم الامام الهمام حجة الاسلام ذکر فی  
قواعد عقائد الاما جد و ذکر فیہا مسئلة  
التفضیل وقال فی آخرها انت فضل

- ۱۔ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیة المقصد السابع الفصل الثالث دارالمعرفة بیروت ۳۸/۷  
۲۔ تمہید ابی الشکور السالمی الباب الحادی عشر القول السادس دارالعلوم عربیہ لاہور ص ۱۶۵  
خلاصۃ الفتاوی کتاب الفاظ الکفر الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳۸۱/۲  
۳۔ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیة المقصد السابع الفصل الثالث دارالمعرفة بیروت ۳۹/۷  
تدریب الراوی شرح تقریب التواوی النوع التاسع والثلاثون قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۹۶/۲



فضیلت خلافت میں ان کی ترتیب کے موافق ہے  
اس لئے کہ حقیقتِ فضل وہ ہے جو اللہ کے نزدیک  
فضل ہو اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم کے سوا کسی کو اطلاع نہیں، یا آدمی صحابہ  
رضوان اللہ علیہم کی فضیلت اور اس میں ترتیب کا  
اعتقاد کرے اور یہ عقیدہ رکھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ابو بکر ہیں پھر عمر  
پھر عثمان پھر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اور انھیں امام  
حفظ کے پہاڑ علامہ جہاں سیدنا امام ابن حجر  
عسقلانی اور امام علام احمد بن محمد قسطلانی اور مولیٰ  
فاضل عبد الباقی زر قانی اور قصیدہ بدّ الامالی کے  
ناظم اور فاضل جلیل مولانا علی قاری وغیرم  
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔ ہم سے حدیث  
بیان کی مولیٰ ثقہ ثبت سلالۃ العارفین سید  
شریف فاطمی سیدنا ابو الحسین نوری نے انہوں  
نے فرمایا میں نے سنا اپنے شیخ اور مرشد  
آل رسول احمدی سے انھوں نے فرمایا  
میں نے سنا شاہ عبدالعزیز دہلوی سے وہ  
فرماتے تھے شیخین کی فضیلت قطعی ہے یا قطعی جیسی

١١٥/	الفصل الثالث	مطبعة المشهد الحسين القاير
٩٣/	الفصل الاول	" " "

**اقول** ولك ان تحمل التردد على التنويع دون التردد ، فالمعنى قطعى بالمعنى الثانى وكالقطعى بالمعنى الاول ومن ههنا بان لك ان من قال رأينا المجمعين ايضا ظانين غير قاطعين فقد صدق ان اراد الظن بالمعنى الاعم والقطع بالمعنى الاخص ولا يضرنا ولا ينفعه وان عكس فقد غلط وهو محجوج بدلائل لا قبل له بهل والله تعالى اعلم ، هذا جملة القول فى هذا المقام وقد اشرنا الى ان نكت تجلو بها الظلام ، اما التفصيل فقد فرغنا عنه فى كتاب التفصيل بتوفيق الملك الجليل ، ولاحول ولا قوة الا بالله .

**اقول** (میں کہتا ہوں) اور تمہیں اختیار ہے کہ تردید کو تقسیم پر محمول کرو نہ کہ تردد پر۔ تو معنی یہ ہے کہ معنی ثانی پر فضیلت شیخین قطعی ہے اور معنی اول پر قطعی جیسی ہے اور یہاں سے تمہیں ظاہر ہو گیا کہ جس نے یہ کہا کہ ہم نے اس مسئلہ میں اجماع کرنے والوں کو دیکھا کہ وہ بھی ظن پر قائم ہیں قطعی فیصلہ نہیں کرتے تو وہ سچا ہے اگر اس نے ظن بالمعنى الاعم مراد لیا اور قطعی بالمعنى الاخص کا قصد کیا اور یہ کہ ہم کو نقصان دہ نہیں اور اس کو سود مند نہیں اور اگر وہ اس کا عکس مراد لے تو اس نے غلط کہا اور اس پر ان دلائل سے حجت قائم ہے جن کے مقابل کی اس کو طاقت نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔ اس مقام میں یہ مختصر قول ہے اور ہم نے تمہیں اشارہ کیا ان نکتوں کی طرف جن سے اندھیرا چھٹ جاتا ہے۔ رہی تفصیل تو ہم اس سے فارغ ہو چکے کتاب تفصیل میں اللہ ملک جلیل کی توفیق سے، اور برائی سے پھرنے اور نیکی کی طاقت نہیں مگر اللہ سے۔

**لطیفہ :** فرمایا امام رازی نے مفاتیح الغیب میں کہ سورۃ واللیل ابوبکر کی سورۃ ہے اور سورۃ الضحیٰ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سورت ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان سورتوں کے درمیان واسطہ نہ رکھا تا کہ معلوم ہو کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر کے درمیان کوئی شخص واسطہ نہیں تو اگر تم پہلے واللیل کا ذکر کرو وہ ابوبکر ہیں پھر

**لطیفہ :** قال الامام الرازی فی مفاتیح الغیب سورۃ واللیل سورۃ ابی بکر وسورۃ الضحیٰ سورۃ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام ثم ما جعل بينهما واسطۃ ليعلم انه لا واسطۃ بين محمد صلى الله تعالى عليه وسلم وابی بکر فان ذكرت الليل اولاً وهو ابوبکر



ثم صعدت وجدت بعدة النهار وهو  
محمد صلى الله تعالى عليه وسلم  
وان ذكرت والضحى اولاً وهو محمد صلى  
الله تعالى عليه وسلم ثم نزلت وجدت  
بعده والليل وهو ابو بكر لي علم انه لا واسطة  
بينهما انتهى۔

**اقول** وكان تقديم والليل  
على هذا التقدير لانها جواب عن  
طعن الكفار في جناب الصديق والضحى  
جواب عن طعنهم في سيد المرسلين  
صلى الله تعالى عليه وسلم وتبرئة النبي صلى  
الله تعالى عليه وسلم لا تستلزم تبرئة الصديق  
لانه صلى الله تعالى عليه وسلم اعلى وبراءة  
الاعلى لا توجب براءة الادنى وتبرئة الصديق  
رضى الله تعالى عنه يحكم  
تبرئة النبي صلى الله تعالى  
عليه وسلم بالطريق الاول اذ  
انما برى لانه عبد بذاك البرى  
النقى صلى الله تعالى عليه وسلم فكان  
في تقديم والليل استعجالاً الى الجواب  
عن الطعنين معاً ولو اخرلتا خراج الجواب  
عن طعن الصديق۔

**اقول** تسمية سورة الصديق

چڑھو تو اس کے بعد دن کو پاؤ گے تو وہ محمد  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور اگر تم پہلے  
والضحیٰ کا ذکر کرو اور وہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
ہیں۔ پھر اترو تو اس کے بعد واللیل کو پاؤ گے  
اور وہ ابو بکر ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان دونوں  
کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔

**اقول** اور واللیل کی تقدیم اس تقدیر پر اس  
ہے کہ وہ جناب صدیق کے بارے میں کفار کے  
طعن کا جواب ہے اور والضحیٰ ان کے طعنہ کا  
جواب ہے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم کے بارے میں، اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم کی برات صدیق کی برات کو مستلزم نہیں  
اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعلى  
ہیں اور اعلى کی برات ادنى کی برات کو لازم  
نہیں کرتی اور صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برات  
بدرجہ اولیٰ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی  
برات کا حکم کرتی ہے اس لئے کہ صدیق رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ اس لئے بری ہوئے کہ اس بری نقی  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام ہیں تو واللیل کی  
تقدیم میں ایک ساتھ دونوں طعنوں کے جواب  
کی حاجت ہوئی، اور اگر واللیل کو مؤخر کیا جاتا تو  
صدیق کے طعنہ کا جواب مؤخر ہو جاتا۔

**اقول** سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ

باللیل وسورة المصطفیٰ بالضحیٰ  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 ورضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نہ اشارۃ  
 الی ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
 وسلم نور الصدیق وهدایہ ووسیلۃ  
 الی اللہ بہ یتبغی فضلہ ورضاه  
 والصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 سراحۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 ووجہ انہ وسکونہ واطمینان نفسہ و  
 موضع سرہ ولباس خاصتہ فقد  
 قال تبارک وتعالیٰ "وجعلنا اقمیل  
 لباسا" وقال تعالیٰ "وجعل  
 لکم الیل والنہار لتسکنوا فیہ  
 ولتبتغوا من فضلہ ولعلکم  
 تشکرون" و تلمیح الی  
 ان نظام عالم الدین انما یقوم  
 بہما کما ان نظام عالم الدنیا  
 یقوم بالملوین فلولا النہار لما کان ابصار ولو  
 لا اللیل لما حصل قراہ ، فالحمد للہ  
 العزیز الغفار۔

لطیفۃ : استنبط القاضی  
 الامام ابوبکر الباقلائی من الایات

تعالیٰ عنہ کی سورت کو واللیل کا نام دینا اور  
 مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سورت کا  
 نام ضحیٰ رکھنا گویا اس بات کی طرف اشارہ ہے  
 کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صدیق کا نور  
 اور ان کی ہدایت اور اللہ کی طرف ان کا وسیلہ  
 جن کے ذریعہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا  
 طلب کی جاتی ہے اور صدیق رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راحت اور  
 ان کے انس و سکون اور اطمینان نفس کی وجہ  
 ہیں اور ان کے محرم راز اور ان کے خاص معاملہ  
 سے وابستہ رہنے والے اس لئے کہ اللہ تبارک  
 تعالیٰ فرماتا ہے : "اور رات کو پردہ پوش کیا اور اللہ  
 تعالیٰ فرماتا ہے : تمہارے لئے رات اور دن  
 بنائے کہ رات میں آرام کرو اور دن میں اس کا  
 فضل ڈھونڈو اور اس لئے کہ تم حق مانو" اور  
 یہ اس بات کی طرف تلمیح ہے کہ دین کا نظام  
 ان دونوں سے قائم ہے جیسے کہ دنیا کا نظام  
 دن رات سے قائم ہے تو اگر دن نہ ہو تو کچھ نظر  
 نہ آئے اور رات نہ ہو تو سکون حاصل نہ ہو ، تو  
 اللہ عزیز غفار ہی کے لئے حمد ہے۔

لطیفہ : قاضی امام ابوبکر الباقلائی  
 نے اس آیہ کریمہ سے حضرت سیدنا مفتی پر فضیلت

۱۰/۷۸ القرآن الکریم  
 ۲۸/۲۸ " " ۲۸



الكريمة وجهها آخر لتفضيل سيدنا  
الصديق على سيدنا المرتضى  
لقاهما الله تعالى باحسن الرضا  
انبانا السراج عن الجمال  
عن السندی عن الفلانی  
عن محمد سعيد عن  
محمد طاهر عن ابيه ابراهيم  
الكردي عن القشاشي عن  
الرملي عن الزين عن كيريا  
عن ابن حجر عن مجد الدين  
الفيروز آبادي عن الحافظ  
سراج الدين القزويني  
عن القاضي ابي بكر  
التفتازاني عن شرف الدين محمد  
بن محمد الهرودي عن محمد  
بن عمر الرازي قال في  
مفاتيح الغيب "ذكر القاضي ابو بكر الباقلافي  
في كتاب الامامة فقال آية الواردة في  
حق علي كرم الله وجهه الكريم : انما  
نطعمكم لوحه الله لا نريد  
منكم جزاء ولا شكورا انا نخاف  
من ربنا يوما عبوسا قمطريرا"  
والآية الواردة في حق ابي بكر  
الابتغاء وجهه ربه الاعلى  
ولسوف يرضى "فدلت الايتان

صدیق کی دوسری وجہ استنباط کی، اللہ تبارک و  
تعالیٰ دونوں کو اپنی بہترین رضا سے ہمکنار کرے،  
ہمیں خبر دی سراج نے، وہ روایت کرتے ہیں  
جمال سے، وہ روایت کرتے ہیں سندھی سے،  
وہ روایت کرتے ہیں محمد سعید سے، وہ روایت  
کرتے ہیں محمد طاہر سے، وہ روایت کرتے ہیں  
اپنے باپ ابراہیم کر دی سے، وہ روایت کرتے  
ہیں قشاشی سے، وہ روایت کرتے ہیں رملی  
سے، وہ روایت کرتے ہیں زین زکریا سے، وہ  
روایت کرتے ہیں ابن حجر سے، وہ روایت  
کرتے ہیں مجد الدین فیروز آبادی سے، وہ روایت  
کرتے ہیں حافظ سراج الدین قزوینی سے، وہ  
روایت کرتے ہیں قاضی ابوبکر تفتازانی سے،  
وہ روایت کرتے ہیں شرف الدین محمد بن محمد  
الہروی سے، وہ روایت کرتے ہیں محمد بن عمر رازی  
سے، انہوں نے مفاتیح الغیب میں فرمایا قاضی  
ابوبکر باقلانی نے کتاب الامامة میں ذکر کیا تو  
انہوں نے فرمایا کہ وہ آیت جو علی کرم اللہ وجہہ الکریم  
کے حق میں وارد ہے : ان سے کہتے ہیں تمہیں  
خاص اللہ کے لئے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی  
بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے بے شک ہمیں  
اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو  
بہت ترش نہایت سخت ہے، اور وہ آیت  
جو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں وارد  
ہوئی : صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب

سے بلند ہے اور بیشک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔ یہ دونوں آیتیں دلالت کرتی ہیں کہ ان دونوں میں سے ہر ایک نے نیکی اللہ کی خوشنودی کے لئے کی مگر یہ کہ سیدنا علی کے حق میں جو آیت اُتری وہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انھوں نے جو کچھ کیا وہ اللہ کی خوشنودی اور روز قیامت کے دُر سے کیا اس بنا پر انھوں نے کہا، بیشک میں اپنے رب سے ایک ایسے ناکارہ ہے جو بہت ترش اور نہایت سخت ہے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں اُترنے والی آیت وہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ انھوں نے جو کچھ کیا محض اللہ کے لئے کیا بغیر اس کے کہ اس میں کچھ طمع کا شائبہ ہو اس امر میں جو ثواب میں رغبت یا عذاب میں ہیبت کی طرف لوٹتا ہے، تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام اعلیٰ اور اجل ہوا انتہی۔

**اقول (میں کہتا ہوں) اور تحقیق**  
یہ ہے کہ تمام اجلہ صحابہ کرام مراتب ولایت میں اور خلق سے فنا اور حق میں بقا کے مرتبہ میں اپنے ماسوا تمام اکابر اولیاء عظام سے وہ جو بھی ہوں فضل ہیں اور ان کی شان ارفع و اعلیٰ ہے اس سے کہ وہ اپنے اعمال سے غیر اللہ کا قصد کریں، لیکن مدارج متفاوت ہیں اور مراتب ترتیب کے ساتھ

ان کل احد منهم انما فعل ما فعل لوجه الله الا ان اية على تدل على انه فعل ما فعل لوجه الله وللخوف من يوم القيامة على ما قال "انا نخاف من ربنا يومنا عبوسا قمطريرا" واما اية ابی بکر فانها دلت على انه فعل ما فعل لمحض وجه الله تعالى من غير ان يشوبه طمع فيما يرجع الى رغبة في ثواب او رهبة من عقاب فكانت مقام ابی بکر اعلیٰ واجل انتہی۔

**اقول والتحقيق ان**  
جملة جلة الصحابة الكرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ارقی فی مراقی الولایة والفناء عن الخلق والبقاء بالحق من کل من دونہم من اکابر الاولیاء العظام کائین من کانوا و شانہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم ارفع و اعلیٰ من ان یقصدوا



ہیں اور کوئی شے کسی شے سے کم ہے اور کوئی  
 فضل کسی فضل کے اوپر ہے اور صدیق  
 (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا مقام وہاں ہے  
 جہاں نہایتیں ختم اور غایتیں منقطع ہو گئیں  
 اس لئے کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 امام القوم سیدی محی الدین ابن عربی قدس سرہ  
 الزکی کی تصریح کے مطابق چھٹواوّل کے پیشوا  
 اور تمام کی نگام تھامنے والے اور ان کا مقام  
 صدیقیت سے بلند اور تشریع نبوت سے کمتر  
 ہے ان کے درمیان اور ان کے مولائے اکرم  
 محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے  
 درمیان کوئی نہیں اور خاتم رسالت کے نام ہم  
 نے اپنا یہ رسالہ تمام کیا اور اللہ کے لئے حمد ہے  
 جو مالک ہے جلالت کا، کتاب رسول ہاشمی کی  
 ثنا پر تمام ہوئی اور اللہ ہمارا خاتمہ فرمائے  
 خاتم النبیین کے نام پر۔ سبحن ربك رب العزّة  
 عما یصفون وسلم علی المرسلین والحمد  
 لله رب العالمین۔

بَاعْمَالِهِمْ غَيْرَ اللَّهِ سَبِّحْنَهُ وَتَعَالَى لَكُنْ الْمَدَارِجُ  
 مُتَفَاوِتَةٌ وَالْمَرَاتِبُ مُتَرْتِبَةٌ وَشَيْءٌ دُونَ شَيْءٍ وَفَضْلٌ  
 فَوْقَ فَضْلٍ وَمَقَامُ الصِّدِّيقِ حَيْثُ انْتَهَتْ  
 النِّهَايَاتُ وَانْقَطَعَتِ الْغَايَاتُ اِذْ هُوَ رَضِيَ اللَّهُ  
 تَعَالَى عَنْهُ كَمَا صَرَّحَ بِهِ اِمَامُ الْقَوْمِ سَيِّدِي  
 مَحْيِي الْمِلَّةِ وَالِدِينِ ابْنُ عَرَبِيٍّ قَدَسَ اللَّهُ  
 تَعَالَى سِرَّهُ الزَّكِيُّ اِمَامُ الْاُئِمَّةِ وَمَالِكُ  
 الْاُئِمَّةِ وَمَقَامُهُ فَوْقَ الصِّدِّيقِيَّةِ وَدُونَ  
 النَّبُوَّةِ التَّشْرِيعِيَّةِ وَلَيْسَ اَحَدٌ بَيْنَهُ وَ  
 بَيْنَ مَوْلَاةِ الْاَكْرَمِ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
 اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَى اسْمِ خَاتَمِ  
 الرِّسَالَةِ خَتَمْنَا الرِّسَالَةَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ  
 مَوْلَى الْجَلَالَةِ هـ

تھم الکتاب علی ثناء الهاشمی  
 ختم الاله لنا علی اسم الخاتم  
 سبحن ربك رب العزة عما یصفون  
 وسلم علی المرسلین والحمد  
 لله رب العالمین۔